

14-6526

DATA ENTERED

خالد بن ولید

سید امیر احمد بن اے ایل ایل بی

پبلشرز

قومی کتب خانہ ریورس وڈ لاہور

۱۹۲۴  
۱۹۲۵  
۲۸۲۶

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

باروم  
اکتوبر ۱۹۵۰ء

قیمت  
لحم

شیخ محمد نصیر ہمایوں نے اتحاد پرکریا لاکھنؤ میں چھپوا  
کر قومی کتب خانہ دہلی روز لاہور سے شائع کیا

ایساں ہی زندگی کا سب سے بڑی تصدیق اور

سے اور ایک سر ایک دن اس کو آتا ہے

میں

## فہرست

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	باب سوئم	۵	تعارف
		۶	یہ کتاب کیوں لکھی گئی
۸۹	فتوحات ملک عراق		باب اول
۹۹	فتح انبار		
۱۰۳	فتح مصیخ	۱۳	خالد بن ولید کا نسب
۱۰۴	جنگ فراض	۱۸	اسلام لانے سے پہلے
۱۰۶	سفر ج	۳۱	سیدت الشہیدان جہاد میں
	باب چہارم	۴۴	فتح مکہ میں خالد کی شرکت
		۵۳	غزوہ حنین
۱۰۹	فتوحات ملک شام	۵۹	غزوہ تبوک
۱۱۳	شام کی طرف روانگی		باب دوم
۱۱۷	جنگ بصری		
۱۲۵	محاذ شام کے کمانڈر	۶۵	مرتدین اور مدعیان نبوت کی کفری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۰۱	جنگِ حص	۱۲۸	گلوں سے مقابلہ
۲۱۱	فتحِ قنسرین	۱۳۲	عزرائیل سے جنگ
۲۱۸	حص کوروانگی	۱۳۶	فرز بن ازور کی گرفتاری
۲۲۲	فتحِ رستن	۱۳۲	ربانی
۲۲۳	فتحِ شیرز	۱۳۵	جنگِ بیتِ الہیا
۲۳۰	جنگِ یرموک	۱۳۷	جنگِ شحورا
۲۳۲	جنگِ اردون	۱۳۹	جنگِ نہرِ استریاق
۲۳۵	جبلہ کی شکست	۱۵۰	جنگِ اجنادین
۲۴۳	یابان اور خالد کی ملاقات	۱۷۰	فتحِ دمشق
۲۶۳	جریر کا قتل	۱۷۱	ام ابان کی بہادری
۲۶۵	یابان کا انجام	۱۸۲	جنگِ مرجِ الدیاج
۲۶۹	جنگِ بیت المقدس	۱۸۷	حضرت خالد کی معزولی
۲۷۱	فتحِ حلب	۱۸۹	معزولی کے اسباب
۲۸۱	فتحِ انطاکیہ		بابِ پنجم
۲۸۴	جنگِ مرجِ القبائل		
۲۹۰	حضرت خالد کی وفات	۱۹۷	ابو عبیدہ کی ماتحتی میں خالد کے کارنامے
۲۹۷	دنیا کا سب سے بڑا جرنیل	۱۹۸	معز بن حصن ابی القدر



# تعارف

از

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت خالد بن الولید المخزومی کے نام سے آج کون ہے جس کے  
 کان آشنائے ہوں گے، ان کی شجاعت و شہامت، افزون جنگ میں مہارت،  
 اور نادرہ روزگار فتوحات کا سکہ آج تک ہر دست و دشمن کے دل پر بٹھایا ہوا  
 ہے۔ وہ دور جاہلیت میں اثرات قریش سے تھے۔ قریش کے رسالے کی مکاں  
 ان کے پیروں پر تھی۔ بدر سے لے کر حدیبیہ تک وہ بلا قریش کے جملہ حرد  
 میں شامل رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ نور ایمان سے منور فرما  
 دیا۔ اب وہ اسلام کے ہیرو بن گئے اور جو طوفان ہر لڑائی میں اسلام کے خلاف  
 چمکتی رہتی تھی، خداوند قدوس نے اب وہ ہر میدان میں اعداء اسلام کے  
 سروں پر لٹکادی۔ ان کی عدیم النظیر بہادری اور بے جگری سے کفار کے

دل و ہمت زدہ ہو گئے اور ان کے طوفانی حملوں اور مسلسل فتوحات نے دنیا کو  
محو حیرت بنا دیا۔ آج بھی صدیاں گزر جانے کے بعد ان کا نام اور ان کا ذکر  
ایک مسلمان کے قلب کو اسلامی حرارت سے گرم کرتا ہے۔

بحالات موجودہ بہت ضرورت تھی۔ کہ اس طرح کے مشاہیر اسلام  
کی یاد و روح حاضر کے مسلمانوں کے قلوب میں وقتاً فوقتاً تازہ کی جاتی رہے  
تاکہ وہ اپنے اسلاف کے زہدیں کارناموں کو بھول نہ جائیں اور اپنے ماضی کی  
روشنی میں مستقبل کی تعمیر کر سکیں۔

غالباً اسی ضرورت کے پیش نظر جناب مولوی سید امیر احمد صاحب  
بی۔ اے، این۔ این۔ ڈی وکیل بھونڈی نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے  
سوانح حیات پہلے اردو زبان میں مرتب کرنے کا کام اپنے سر لیا۔ سید صاحب  
ممدوح نے کئی سو صفحات میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حالات اس  
طرح جمع کئے کہ عمداً ماہر اہم واقعہ کے ساتھ اس پر تبصرہ اور اس سے جو مفید  
نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر ہوتا رہے۔

سید صاحب کا حسن ظن کی بنا پر مدت سے اصرار تھا کہ میں کتاب کو  
بالاستیعاب دیکھ کر چند سطور بطور پیش لفظ لکھ دوں۔ لیکن طویل علالت اور  
قدت فرصت کی وجہ سے موصوف کی یہ فرمائش میں پوری نہ کر سکا۔ آخر کتاب  
کے چند اجزاء جن میں فتح دمشق اور حضرت خالد کے عزل وغیرہ کا قصہ مذکور  
ہے بطور نمونہ مولف ممدوح نے میرے پاس بھیج دئے۔ مشکل ان کے دیکھنے  
کا موقع نکالا۔ مطالعہ کے بعد اندازہ ہوا کہ تاریخی واقعات کو بدوں کے

۷

تلخ اور رنگ آمیزی کے صاف و سادہ عبارت میں پیش کر دیا گیا ہے ،  
اور تبصرہ کے ذیل میں جن فوائد و نتائج پر متنبہ کیا ہے۔ اس میں دینی پہلو  
برابر مرعی رہا ہے۔ اور یہ ہے کہ ناظرین کتاب کو پڑھ کر اس کے سادہ طرز بیان  
اور پر خلوص اسلوب تبصرہ و تنقید سے محفوظ و مستفید ہوں گے :

شبیر احمد عثمانی عفی عنہ

# یہ کتاب کیوں لکھی گئی

تاریخ اسلام کے مطالعہ کا مجھے ابتدا ہی سے شوق ہے، کیونکہ میرے  
نزدیک جو قوم اپنے اسلاف کی تاریخ اور ان کے کارناموں سے غافل ہو،  
وہ کبھی اپنی مستی کو صحیح معنوں میں قائم نہیں رکھ سکتی۔ اگر غور سے اور بہ نظر  
انصاف دیکھا جائے تو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی جیسی شاندار تاریخ ہے ویسی  
دنیا کی اور کسی قوم کی نہیں۔ سلف کی تاریخ دیکھنے اور ان کے اعمال و افعال  
پر غائر نظر ڈالنے سے دو فائدے ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ اگر سلف کے حالات  
خراب اور ناموزوں ہوں تو قوم ان حالات کا جائزہ لینے کے بعد اپنی اصلاح  
کر سکتی ہے اور جو اسباب سلف کے لئے باعثِ زوال ہوئے، ان سے  
احتراز کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے اگر سلف کے کارنامے آپ زور سے دیکھنے  
کے قابل ہوں تو خلف ان کے اسوہ حسنہ کو مشعلِ راہ بنا کر ترقی کی منزل پر  
گامزن ہو سکتے ہیں۔



آنحضرت صلعم کی تعلیم اور فیض صحبت سے عرب کی جو کایا پلٹ گئی اور  
 جس طرح عربوں کو دنیا کی ترقی کا معلم اول بنا دیا۔ وہ اظہر من الشمس ہے اگر  
 حکومت کو دیکھا جائے تو وہ ان کی قدیمی میں رہتی تھی۔ اگر گرو فرمال و  
 دولت اور عسایہ اقوام میں عزت و جلال پر نظر کی جائے تو کسی قوم کو ایسے  
 مراتب آج تک حاصل نہیں ہوئے۔ اگر انسانیت اور آدمیت کی کتاب کی  
 ورق گردانی کی جائے تو ماورائے گیتی نے صفحہ ہستی پر کسی کو یہ ثروت نہیں بخشا۔  
 ان کے اخلاق ستودہ صفات، ان کی فروتنی اور تواضع۔ صاحب مرتبہ  
 ہو کر ان کی انکساری۔ ان کی مساوات، داؤ گستری اور رواداری دنیا میں  
 آج تک عدیم المثال رہی ہے اور رہے گی۔ ان کے اعمال صالحہ اور افعال  
 پر غور کرنے کے بعد یہی کہنا پڑتا ہے کہ وہ انسانوں میں فرشتوں کی ایک  
 جماعت تھی جو دنیا میں اپنی خوبیوں کا نمونہ چھوڑ گئی اور جن کے اسلاف حمید  
 بیان کرنے میں و تبارطیب اللسان رہے گی اور کثر سے کثر مخالفین کو بھی  
 طوعاً و کرہاً ان کی تعریف کرنی پڑے گی۔

وہ کون سے ایسے جہنوں نے انہیں باہم ترقی پر پہنچا دیا تھا؟  
 اور ترقی بھی ایسی کہ آج تک کسی قوم کو نصیب نہیں ہوئی۔ خوب غور کرنے  
 کے بعد اسکے جواب میں یہی کہنا پڑے گا کہ آنحضرت صلعم کے فیض صحبت اور  
 تعلیم سے اور قرآن کو اپنا دستور العمل بنانے سے سب کچھ حاصل ہوا اور یہ  
 وہ مہربان نسخہ ہے کہ جس وقت بھی مسلمانوں کو اس کے استعمال کرنے کی توفیق  
 ہو جائے تو بفضل ایزدی وہی زمانہ ان کے لئے عود کر آئے گا۔ ان کی زندگی

قرآنی احکام کے مطابق ہونے سے ان کے لیل و نہار بدل جائیں گے۔ کھانا  
 کا کرو قرآن کے قدموں پر بچھا اور ہونے لگے گا۔ ان کی تکبیروں کی صدا سے  
 زمین و آسمان گونج اٹھیں گے اور ایٹیم بم کی ہلاکت نیز قوت بھی ان کے  
 سامنے بے کار ہو جائے گی۔

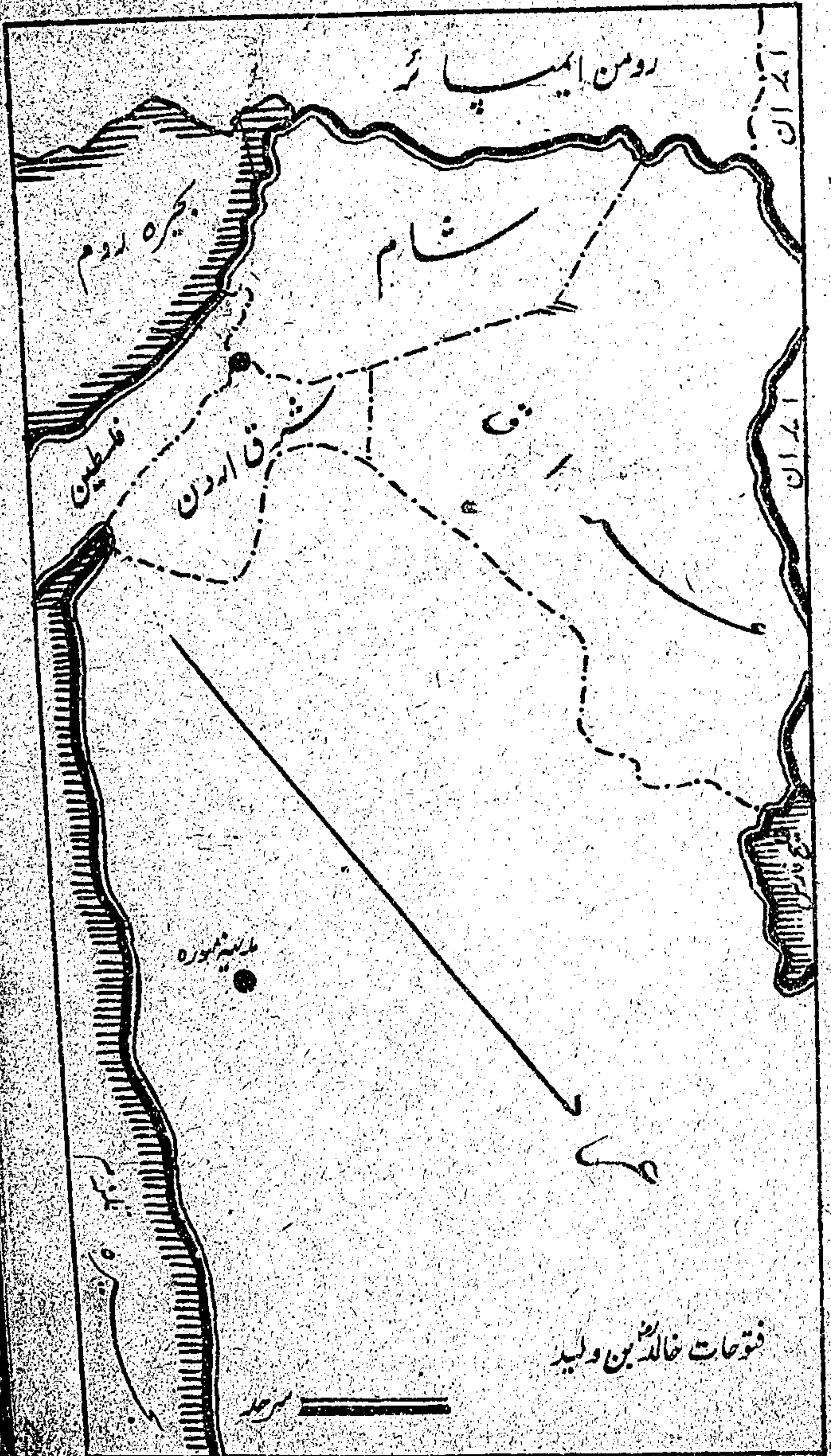
مسلمانوں کی تنظیم اور اچھے اسلام کے لئے سب سے ضروری چیز  
 یہ ہے کہ اصلاحی تاریخ سے عام مسلمانوں کو واقف کیا جائے اور تاریخ سے  
 واقفیت صرف اسی طریقہ سے ہو سکتی ہے کہ مختصر کرتب تاریخ کے پڑھنے  
 اور سننے کا ان کو موقع ملے۔ بڑی بڑی کتابیں قیمتی بھی ہیں اور طویل ہونے  
 کے باعث ہر شخص ان کو پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ لیکن مختصر تاریخ  
 جو سلیس اور عام فہم زبان میں ہوں۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے اور دوسروں کو  
 سنا سکتا ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر اور اپنے چند احباب کی فرمائش  
 پر میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات لکھے ہیں  
 اس کتاب کی تیاری میں میں نے صحیح واقعات کے درج کرنے کی  
 حتی الامکان کوشش کی ہے اور عام فہم اور دلچسپ عبارت میں تاریخی واقعات  
 کو بیان کیا ہے اور مختلف مواقع پر حضرت خالد کا رضیہ کلام اور اس پر  
 تبصرہ بھی لکھا ہے۔ تاکہ مضامین کا حاصل اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ میں نے  
 واقدی کامل۔ روضۃ الاحباب۔ بیئس التاریخ۔ ابن خلدون اور ابن اثیر  
 وغیرہ سے واقعات کا اقتباس کر کے ان کو شہتہ اردو میں ناظرین کے  
 مطالعہ کے لئے پیش کیا ہے۔ چونکہ انسان لہجوں کے انسان ہر کتاب

من الخطاء والنسيان (انسان خطا اور سہو سے بنا ہوتا ہے) غلطی اور سہو کا طبعاً  
 خور ہے اور میں بھی انسان ہوں۔ اس لئے مثل اپنے دیگر بھائیوں کے  
 غلطیوں کا از کتاب کر سکتا ہوں۔ لہذا میری غلطیوں کو بھی ناظرین معاف  
 فرمائیں :

سید امیر احمد

بی۔ اے، این۔ ایل۔ ایل۔ بی، وکیل

چکوال



# باب اول

## خالد بن ولید کا نسب

نام | حضرت خالد کا پورا نام ابوسلیمان خالد بن ولید المخزومی ہے +  
 نسب | خالد بن ولید - بن المغیرہ - بن عبدالشہ - بن عمر - بن مخزوم بن  
 تینطہ - بن مرہ -

مدتہ - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں وادائیں - اس طرح  
 پر حضرت خالد کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں پیر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے مل جاتا ہے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتویں  
 وادائیں ہی مرہ ہیں -

آپ کی والدہ حضرت لبابہ صدیقی بنت الحارث أم المؤمنین حضرت  
 میمونہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی ہمیشہ بھین ہیں - گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے  
 حقیقی خالوتھے - اور خاندان نبوت سے آپ کا یہ دوسرا تہذیبی رشتہ تھا +  
 خاندانی حالات | جیسا کہ آپ کے نام سے ظاہر ہے حضرت خالد کا

تعلق قریش کے مشہور قبیلے بنو مخزوم سے ہے۔ مخزوم حضرت خالد کے  
پانچویں دادا تھے۔

جنگویانہ اوصاف، علم و فضل، اثابت رائے اور افراد کی کثرت  
کے باعث بنو مخزوم قریش میں خاص درجہ رکھتے تھے اور نبوہاشم کے بعد  
اسی قبیلے کو اہمیت دی جاتی تھی۔ زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق قریش کی  
تمام شاخوں کے ذمے کوئی نہ کوئی فوجی خدمت تھی۔ ایام جنگ میں جس کا  
پورا کرنا اس کا فرض تھا۔ اس لحاظ سے بنو مخزوم کی ڈیوٹی یہ تھی کہ لڑائی کے  
دنوں میں فوجوں کے لئے گھوڑے مہیا کریں اور سپاہیوں کے آرام اور سامان  
جنگ اکٹھا کرنے کے لئے خیمے نصب کریں۔

حضرت خالد کے والد ماجد عبدالشمس الولید بن المغیرہ مخزومی مکہ  
کے نہایت متمول اور ذہنی اثر شخص سمجھے جاتے تھے۔ مکہ سے طائف  
تک آپ کے باغات پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے تول کا اندازہ صرف اس  
ایک بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک سال آپ تنہا خانہ کعبہ کا غلاف بنوائے  
تھے اور دوسرے سال تمام قریش مل کر بنواتے تھے۔ حج کے ایام میں منیٰ  
کے مقام پر حاجیوں کو ایک وقت کا کھانا بھی کھلایا کرتے تھے۔

حضرت عبدالطلب کی وفات کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت کے  
متعلق بات اٹھی تو آپ ان تین آدمیوں میں سے ایک تھے جو یہ اعزاز حاصل  
کرنا چاہتے تھے۔ ولید اسلام کی مخالفت میں بہت سخت تھے آخری سال  
تک مکہ مکرمہ کو ضعف پہنچانے کی کوششیں کرتے رہے بعض لوگوں کا خیال ہے

قرآن مجید کی اس آیت میں :-

”مجھ کو اور اس شخص کو رہنے دو۔ جس کو میں نے تمہا پیدا کیا اور اسکو کثرت سے مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے دئے اور سب طرح کا سامان اس کے لئے متیا کر دیا۔“

جس صاحب مال و اولاد شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہی ولید تھے۔ انہوں نے ہجرت کے تین ماہ بعد ۹۵ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

معتبر روایتوں کے مطابق حضرت خالد کے چھ بھائی **بھائی اور بہنیں** اور دو بہنیں تھیں۔ بھائیوں میں ہشام اور ولید

دو اسلام لے آئے تھے اور چار کا خاتمہ حالت کفر میں ہوا۔ بہنوں میں سے ایک کی شادی حضرت صفوان بن امیہ کے ساتھ ہوئی تھی اور دوسری کی حارث بن ہشام کے ساتھ۔

حضرت خالد کی پیدائش **حضرت خالد کی پیدائش** میں کوئی مستند روایت نہیں ملتی مختلف

حوالوں سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ خلیفہ دوم حضرت عمر کے ہجر تھے۔ اور ظہور اسلام کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۱۷ سال تھی۔

آج کل اس بات پر بہت زور دیا جاتا ہے کہ بڑھنے کی عمر **بچپن** میں بچوں کی ذہنی اور جسمانی اسودگی کا زیادہ سے زیادہ خیال

رکھا جائے۔ تاکہ وہ تندرست اور خیالات کے لحاظ سے مکمل انسان بن سکیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب قوم ایام جاہلیت سے ہی اس

گر کہ جو بی سمجھتی تھی۔ عرب میں عام قاعدہ تھا کہ کھانے پینے گھرانوں کی مائیں اپنے شیرخوار بچوں کو دایہ کے سپرد کر دیتی تھیں۔ جو وہیات کی کھلی نضا میں ان بچوں کی پرورش کرتی تھیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کی مبارک زندگی کے حالات میں دانی علیہ کے مکہ آنے اور آنحضرت کی والدہ محترمہ کی زندگی میں اپنے ہمراہ لے جانے کے ذکر سے ثابت ہوتا ہے۔

اس لئے یہ قیاس کرنا بے جا نہیں کہ حضرت خالد نے بھی بچپن کے ایام وہیات کی آزاد فضاؤں میں کسی دایہ کے زیر سایہ بسر کئے ہوں گے اور وہاں ان کی جسمانی اور دماغی قوتوں کو پھلنے پھولنے کا پورا موقع ملا ہوگا۔

جنگجو قریش ابتدا ہی سے اپنے بلٹیوں کی پرورش اس طور پر

کرتے تھے۔ کہ وہ جلد از جلد ان کے قوت بازو بن کر جنگی

مہموں میں حصے لے سکیں، چنانچہ حضرت خالد نے ایک ایسے بھول میں

ہوش سلجھالا جہاں شہسواری۔ نیزہ بازی۔ شمشیر زنی اور جنگی داؤں گھات کے ہوا

دوسرے ذکر اذکار بہت کم تھے۔ شہر و واقوں کے مطابق آنحضرت خالد بچپن

ہی سے نہایت پھرتیے نڈر اور صاحب تدبیر تھے۔ جو ان ہرگز آپ کی شجاعت

کارنگ اور نکھرا اور آپ قریش کے منتخب جوانوں میں شمار ہونے لگے۔

مندرجہ ذیل واقعہ سے بھی حضرت خالد کی جسمانی طاقت کا اندازہ

ہو سکتا ہے۔ جسے ابن عساکر وغیرہ اکثر مصنفین نے نقل کیا ہے۔ روایت

”بچپن میں ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت خالدؓ نے کشتی لڑی۔

اور حضرت خالدؓ نے حضرت عمرؓ کی پینڈلی کی ہڈی توڑ ڈالی جو کافی عرصہ تک



بعد ٹھیک ہوئی۔ حضرت عمرؓ عرب کے پہلوانوں میں اپنے ویرہ کی وجہ سے کافی مشہور ہیں۔ اس لئے حضرت خالدؓ کا انہیں زک پہنچانا ثابت کرتا ہے کہ وہ جسمانی طاقت کے لحاظ سے حضرت عمرؓ سے بڑے ہونے کو چاہتے تھے۔

اسلام میں تصویر کشی کی ممانعت ہے۔ اس لئے دیگر اقوام کے بڑے آدمیوں کی طرح مشاہیر اسلام میں سے کسی کے بھی صحیح حلیہ خدو و خال ہمارے سامنے نہیں آسکتے۔ پھر حضرت خالدؓ کے معاملے میں تو یہاں تک بے پروائی برتی گئی ہے کہ کسی مؤرخ نے ان کا قلمی چہرہ تک نہیں لکھا۔ ایک ضعیف سی روایت سے صرف اس قدر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے چہرے پر چھچھک کے نشان تھے۔ جسم مضبوط اور گھٹا ہوا اور سینہ بہت کشادہ تھا۔

# اسلام لانے سے پہلے

اپنے والد ولید کی طرح اسلام لانے سے پہلے خالد بھی اسلام کے شدید ترین مخالف تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زبانی سلاح مشوروں سے لے کر عملی کارروائیوں تک ہر موقع پر ان کی شمولیت ضروری تھی۔ بلکہ عملی کارروائیوں میں ان کا حصہ زیادہ ہوتا تھا۔ غزوہ احد میں مسلمانوں نے جو نقصان اٹھایا اس کی بڑی وجہ خالد کی جنگی فراست اور بہادری ہی تھی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں نے جبل احد کو پشت کی طرف رکھ کر صف آرائی کی تھی۔ اس پہاڑ میں ایک درہ تھا جسے عبور کر کے دشمن نہایت آسانی سے مسلمانوں کے عقب پر حملہ کر سکتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خطرے سے واقف تھے چنانچہ حضور نے حضرت عبد اللہ بن جبیر کو چھاپس تیر اندازوں کے ساتھ وہاں متعین کر دیا تھا اور تاکید فرمادی کہ لڑائی کا خواہ کچھ بھی انجام ہو تم لوگ اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔

خالد بن ولید غزوہ احد میں مشرکین تیش کے سواروں کے  
 دستے کی قیادت کر رہے تھے۔ انہوں نے کئی مرتبہ اس دستے کی طرف  
 سے ہلکے حملے کرنے کی کوشش کی لیکن تیراندازوں کے دستے کی  
 وجہ سے ہر مرتبہ ٹوٹتے ہی تھے۔ بعد میں جب مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے  
 اور مسلمان بال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے تو دستے کی حفاظت  
 کرنے والے تیراندازوں میں سے بھی اکثر نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

باوجود اس بات کے کہ مکہ کے نامور بہادر اور آزمودہ کار جبریل  
 میدان چھوڑ چکے تھے۔ نو عمر خالد نے ہمت نہ ہاری۔ ان کے ساتھ ہی  
 میدان جنگ سے زار ہو رہے تھے۔ لیکن انہوں نے جبل احد کے دسے  
 کو غیر محفوظ پاتے ہی چکر کاٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن  
 جبریل نے چند ثابت قدم ساتھیوں کے ساتھ مدافعت کی لیکن قلت تعداد  
 کی وجہ سے سب کے سب شہید ہو گئے۔ اس کے بعد خالد آگے بڑھے  
 اور مسلمانوں پر پہلے بول دیا۔ یہ حملہ مسلمانوں کی توقع کے بالکل خلاف تھا۔  
 ان کی صفوں میں افراتفری مچ گئی۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات  
 اقدس بھی خطرے میں گھر گئی۔

اگرچہ خالد کی یہ کامیابی عارضی ثابت ہوئی اور مسلمانوں نے سنہل  
 کر کفار کو مار بھگا دیا۔ لیکن جہاں تک ان کی دوراندیشی۔ فوجی تدبیر اور لہری کا  
 تعلق ہے ان کے بڑے سے بڑے مخالف کو بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ  
 شکست خوردہ فوج کے سپاہیوں کو اکٹھا کر کے فاتح مسلمانوں پر عقب سے

حملہ کر دینا ایک بہت بڑا فوجی کارنامہ ہے۔

جنگِ اُحد کی اس عارضی کامیابی کے بعد ان کا شمار دشمن کے بہادروں میں ہونے لگا۔ اور ان کی اسلام دشمنی اور بھی بڑھ گئی۔

جنگِ اُحد سے صلحِ حدیبیہ تک وہ ہر وقت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہے۔ عکرمہ بن ابیہل اور عمرو بن العاص آپ کے ساتھیوں میں سے تھے۔

۶؎ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوئے تو کفار کو خیال گزرا کہ مسلمان مکہ پر قبضہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں چنانچہ انہوں نے خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ مسلمانوں کی نقل و حرکت دیکھنے کے لئے بھیجا اور خود لڑائی کی تیاریاں کرنے لگے۔ مسلمانوں کا قافلہ حدیبیہ کے مقام پر آ کر ٹھہر گیا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کفار لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہیں تو آپ نے کہا بھیجا کہ میں عمرہ کے لئے آیا ہوں لڑائی میرا مقصود نہیں۔

خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں نے ہر چیز کو شش کی۔ کہ کسی طرح مسلمانوں سے الجھ پڑیں لیکن حضورؐ کا تدبیر اور امن پسندی ان کے ارادوں پر غالب آئی اور کفار کے ساتھ مسلمانوں کی صلح طے پا گئی۔

خالد اغوشِ اسلام میں | اس صلح سے مسلمانوں کے لئے کامیابی کا دروازہ کھل گیا اور کفار کے لئے ہزیمت و ذلت کا

آغاز ہوا۔ خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں کو یہ صلح بہت ناگوار گزری

اور انہیں محسوس ہونے لگا کہ کوئی دن میں سارے عرب پر توحید کا جھنڈا لہرانے والا ہے چنانچہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے عمرو بن العاص حبشہ چلے گئے۔ انہوں نے خالد کو بھی ساتھ لے جانا چاہا۔ لیکن خالد نے اسی میں مصلحت جانی کہ مکہ میں بیچہ کر حالات کو دیکھیں۔ اصل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب سے دیکھ کر اور مسلمانوں کے غم۔ اخلاق اور بے نفسی کا مطالعہ کر کے عام بہادر انسانوں کی طرح خالد کی نفرت بہت حد تک کم ہو چکی تھی۔ وہ یہ بات سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کے خلاف اہل مکہ کی ریشہ دو انبیاں سرسبز ظلم اور زیادتی پر مبنی ہیں۔ ان کے دل میں غیر محسوس طور پر اسلام کی محبت پرورش پارہی تھی۔

اس محبت کی ابتداء صلح حدیبیہ سے پہلے ہوئی۔ یہ وہ ایام تھے جب حضرت خالد مسلمانوں کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے گنڈت لگایا کرتے تھے۔ حضرت خالد سے روایت ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عینان میں قیام فرماتے۔ تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے ہیں میں نے ہر چند کوشش کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو نقصان پہنچاؤں لیکن میری کوئی پیش نہ گئی۔ اس وقت میرے دل پر القام ہوا۔ کہ خدا ان کا محافظ و ناصر ہے اور ہم چاہے کتنی بھی کوشش کریں ان پر غالب نہیں آسکتے۔

اس طرح پہلی دفعہ اسلام کی صداقت خالد پر ظاہر ہوئی۔ اپنے دستور کے مطابق قدرت نے خالد کو جہاں سے مثال بہاوردی اور شہ نہوردی

بخشی تھی وہاں سچائی قبول کرنے کی بے پایاں صلاحیت بھی عطا کی تھی۔  
 صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ  
 کے اصحاب کو اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ رسول کریم صلعم کی اسے  
 صفات، پاکیزہ زندگی، بزرگی، حسن سلوک، رعب و جلال اور مسلمانوں کی  
 محبت و عقیدت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور بے اختیار اسلام کی طروت  
 کھینچنے لگے۔

رسول کریم صلعم کی محبت کا بیج تو پہلے ہی دل میں بڑھ چکا تھا۔ اب  
 دو آہستہ آہستہ پھوٹنا شروع ہو گیا۔ اور پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا حضرت  
 خالد پر اسلام کی صداقت زیادہ واضح ہوتی گئی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ  
 وسلم کی محبت بڑھتی گئی۔

اور حضرت خالد کے دل پر یہ واردات گذر رہی تھی۔ ادھر رسول  
 کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو العالم کے ذریعے ان کے دل کی کیفیت معلوم  
 ہو گئی۔ حضرت خالد کے بھائی ولید ان سے پہلے اسلام لائے تھے۔ اور  
 رسول کریم صلعم کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ رسول کریم صلعم نے ولید کو بلا  
 کر خالد کے دل کا حال بیان کیا اور فرمایا: "خالد پر اسلام کی سچائی ظاہر ہو  
 چکی ہے۔ پھر وہ اسلام کیوں نہیں لے آتا۔"

مخبر صلعم کا ارشاد سن کر ولید نے اپنے بھائی کو ایک خط لکھا۔  
 جس کا مضمون یہ تھا:-

"بھائی! نہ معلوم آج آنحضرت صلعم کو تم خود بخود کیوں

یاد آگئے۔ فرماتے تھے۔ خالد پر اسلام کی حقانیت  
ظاہر ہو چکی۔ پھر وہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا۔ بھائی!  
تمہارے لئے یہی مناسب ہے۔ کہ جلد اگر دولتِ اسلام  
حاصل کر لو اور ایک پل کی دیر نہ لگاؤ۔"

حضرت خالدؓ سے روایت ہے۔ کہ بھائی کا خط دیکھتے ہی میری  
یہ حالت ہو گئی۔ جیسے بچوں کو آگ لگا دیتے ہیں۔ میری زبان پر بے اختیار  
کلمہ توحید جاری ہو گیا۔ اور جی چاہا کہ پر لگا کر مجھ کے پاس پہنچ جاؤں اور  
اپنا تن من نثار کر دوں۔ چنانچہ اسی والہانہ انداز میں مکہ کی طرف روانہ  
ہوا۔ وہاں پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ حضورؐ پر نور مدینہ روانہ ہو چکے ہیں۔ اب  
میرے لئے مکہ میں گھڑی بھر ٹھہرنا بھی دو بھر تھا۔ چنانچہ میں نے مدینہ  
کا رخ کیا۔ عثمان بن طلحہ جو میرا گرا دست تھا۔ ساتھ ہو گیا۔ جب ہم موضع  
پروہ پہنچے تو عمرو بن العاص سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا۔ انہیں بھی  
اسلام کی محبت مدینہ کی طرف کھینچنے لگے جا رہی ہے۔ یہاں سے ہم  
تینوں مدینہ پہنچے۔ وہاں ہمارے آنے کی خبر پہلے ہی سے گرم تھی۔  
آنحضرتؐ اپنے اصحاب سے فرما چکے تھے۔ کہ مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو  
ہماری طرف پھینک دیا ہے۔ یہ سن کر اہل مدینہ منتظر تھے کہ دیکھیں کون  
آتا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر ہمارا اشتیاق زیارت اور زیادہ ہو گیا۔

میں نے مدینہ پہنچتے ہی سفر کے کپڑے اتارے اور اچھی پوشاک  
پہن کر حضورؐ اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں میرا

بھائی خالد میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ "بھائی جلد چلو حضور تمہارا انتقال کر رہے ہیں۔" اس فقرے نے ایسا اثر کیا کہ میں فرط شوق اور دیدارِ رسول کی خوشی میں دیوانہ ہو گیا اور پروانہ وار حضور کے قدموں میں جا گرا۔ جس وقت حضرت خالدؓ نے کلمہ توحید پڑھا۔ آنحضرتؐ نے تسبیح ہو کر فرمایا الحمد للہ اللہی ہدای الی الاسلام۔ خالد بن ولید نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میرے گناہ کیونکر بخشے جائیں گے۔ میں نے آج تک حق کا مقابلہ کیا ہے اور ہمیشہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہا ہوں۔"

یہ سن کر حضور نے خالدؓ کی تشفی کی اور فرمایا۔ "اے خالد ان باتوں کا غم نہ کر۔ اسلام لانا ہی پھیلے گناہوں سے توبہ کرنا ہے۔ پس تیرے پھیلے گناہ ختم ہو گئے۔" اس پر خالدؓ نے دست بستہ گزارش کی کہ جو کچھ حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ سچا ہے۔ لیکن پھر بھی میرے حق میں عائنے پیر فرمائیے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے دعا کی۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت خالدؓ چھٹی ہجری میں اسلام لائے لیکن بیشتر مؤرخین کی یہی رائے ہے۔ کہ آپ نے آٹھویں ہجری کے اوائل میں کلمہ توحید پڑھا۔

حضرت خالدؓ کے اسلام لانے کے متعلق ایک روایت اس طرح بھی ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کی قربت ڈالی تو انہوں نے حضرت رسول خدا کے کلام پر غور کیا اور ایک مرتبہ



قریش کے مجمع میں کہنے لگے: ہر ذی عقل اور صاحب شعور کے لئے  
اب یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ محمدؐ نہ ساحر ہیں۔ نہ شاعر، ان کا کلام آیت  
کلام رب العالمین ہے۔ پس ہر اہل خرد پر ان کا اتباع واجب ہے۔

عکرمہ بن ابی جہل ان کی یہ باتیں سن کر گھبرا گیا اور کہنے لگا: اے  
خالد! کیا تو مرتد ہو گیا ہے؟ خالدؓ نے کہا: میں مرتد نہیں ہوا۔ بلکہ  
مسلمان ہو کر دینِ حق میں داخل ہو گیا ہوں۔ تب عکرمہ بولا: "واللہ انشر  
میں بجز تیرے ایسا کوئی نہیں ہے جو ایسی باتیں زبان پر لائے حالانکہ  
جنگِ بدر میں محمدؐ نے تیرے باپ کے مرتد اور آپر کو کم کیا اور تیرے  
چچا اور چچا زاد بھائی کو قتل کیا۔ واللہ! میں تجھ سے نہیں جو اسلام لاؤں  
یا ایسی باتیں کرنے لگوں۔ اسے خالدؓ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ تیری  
قوم قریش محمدؐ سے برسرِ پیکار ہے؟"

خالدؓ نے جواب دیا: "یہ سب جاہلیت اور کور باطنی کے کام  
ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ پر اسلام کی حقانیت منکشف نہیں ہوئی تھی۔ میں بھی تم  
لوگوں کے ساتھ تھا۔ لیکن اب جبکہ مجھ پر حق ثابت ہو چکا۔ میں صدقِ نبل  
ابو کے مسلمان ہو گیا ہوں۔"

بعد ازاں خالدؓ نے جناب رسالتؐ کی خدمت میں ہر تہ سے  
شرک سے بطور بدیہ پیش کیے اور اپنے اسلام اور ایمان کا حال لکھ بھیجا  
قریش کے خالدؓ کے اسلام لانے اور ان کی باتوں کی خبر ابوسفیان  
رضی اللہ عنہ نے خالدؓ اور عکرمہ کو بلایا اور خالدؓ کو ان کے اسلام

لانے کے متعلق دریافت کیا۔ خالد نے کہا: اگر میں نے ایسا کیا ہے تو اس لئے کہ میری ان سے قرابت ہے اور تجھے میرے متعلق کیا معلوم ہوا ہے؟ اس پر ابوسفیان نے کہا: میں نے سنا ہے کہ تو میرے مقابلہ میں محمد کی ادا کر رہا ہے۔ خالد نے کہا: اگر رہا ہوں تو تجھے کیا بتاؤں ابوسفیان غضبناک ہو کر بولا: "تو قسم ہے لات و عزیٰ کی۔ اگر مجھ پر یہ معلوم ہوتا کہ تو اپنے آبائی مذہب سے منحرف ہو گیا ہے تو محمد سے پہلے میں تجھ سے ہی لڑائی کرتا۔" خالد نے کہا: "واللہ! وہ حق پر ہیں۔" ابوسفیان نے قتل کے ارادے سے خالد پر حملہ کیا۔ لیکن عکرمہ درمیان میں حائل ہو گیا اور ابوسفیان سے کہا: "اپنی جگہ پر بٹھر جا۔ بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ تیری اس نازیبا حرکت پر مجھے غصہ آجائے اور نتیجہ یہ نکلے کہ جو کچھ خالد نے تجھ سے کہا ہے وہی میں بھی کہوں اور میں اس کے دین پر ایمان لے آؤں۔ تم لوگ خالد کو صرف اس قصور پر گردن زدنی سمجھتے ہو کہ وہ اپنے رجحان طبع کے مطابق کام کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ کل قوم قریش کا یہ دستور ہے کہ ہر کام میں وہ اپنی رائے کی پیروی کرتے ہیں۔ واللہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ سال تمام نہ ہونے پائے گئے ہیں۔ اب محمد کا اتباع کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔"

اس کے بعد خالد مسکے سے روانہ ہو کر حضور منور کا گھر کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالد نے ابوسفیان کی غنا نازیبا حرکت کو محض اس لئے برداشت کیا کہ وہ آپ کے عمر بزرگوں کی

بڑا تھا اور سردارِ قریش مانا جاتا تھا۔ ورنہ خالدؓ جیسے جرار کے سامنے ایک ہزار ایوسفیان بھی کچھ حقیقت نہ رکھتے تھے۔

جیسا کہ اوپر کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے  
**اسلام کیوں قبول کیا؟** حضرت خالدؓ کا اسلام لانا کسی خوف یا ترس

کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے داغ سیرت اور اسلام کے سیدھے سچے اصولوں کے قابل ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے جب ان کے دل پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ کفار مکہ کی دوردوزوں اپنی ذاتی وجاہت کو باقی رکھنے اور اپنے اقتدار کے گرے ہوئے مسلمانوں کو ہمارا دینے کے لئے ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک نہ شخصی وقار قائم کرنے کے لئے ہے۔ نہ ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لئے بلکہ یہ عالمگیر اخوت و مساوات قائم کرنے اور انسانوں کی نامنصفانہ اونچ نیچ ختم کر کے سب کو ایک ساتھ برابر دلانے کے لئے ہے تو وہ سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔

انہوں نے اس جہول کے سب سے خوفناک اور خطرناک انسان ایوسفیان کے سامنے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا۔ کہ میں آج سے محمدؐ کا حمایتی ہوں۔“

یہ خوفی کے ساتھ حق گوئی اور حق پرستی شجاعت کا لازمہ ہے قریب قریب دنیا کے تمام قابل ذکر بہادروں کے حالات میں یہ بات قدر مشترک کے طور پر نظر آتی ہے کہ کسی کی مخالفت اور موافقت دونوں میں

ان کا نظریہ انتہا پسندانہ رہا ہے۔ اگر کسی سے دوستی ہے تو اس کا رنگ  
 خون کے رشتے سے بھی گہرا ہے۔ اگر دشمنی ہے تو انتہا کو پہنچی ہوئی حضرت  
 خالدؓ کی سیرت میں بھی ہمیں یہ بات نہایت واضح صورت میں نظر آتی  
 ہے۔ وہ جب تک اسلام کی خوبیوں کے قائل نہ ہوئے تھے مسلمانوں کے  
 لئے ایک خطرناک دشمن تھے۔ جنگِ اُحد میں باقی کفار مسلمانوں کی عساکرت  
 کے سامنے بے بس ہو کر بھاگ پھڑکے ہوئے لیکن خالدؓ کے جری دل نے  
 ہار نہ مانی اور انہوں نے درے پر قبضہ کر کے اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی اسلام  
 دشمنی کا ثبوت دیا۔

لیکن جب یہاں ہو گئے تو اسلام کی حمایت بھی اس تندہی اور سرگرمی  
 سے کی کہ بہت کم لوگوں کو ان کے مقابلہ میں لایا جاسکتا ہے۔ اسلام کی  
 عزت مسلمانوں کی حفاظت اور دعوت و تبلیغ کے لئے خالدؓ کے زور  
 و زحمتی حرکت کی ہے۔ جلیل القدر صحابہ کو چھوڑ کر شاید کسی نے بھی نہ کی  
 ہوگی۔ یہ عساکرت انہی کے تہوڑے و قدیر کا کثرہ ہے کہ قبصر کا ٹڈی دل لشکر  
 اور کسرے کا جاہ و جلال دونوں کے اندر و حول میں مل گیا اور ان لہجوں  
 پر جہاں مسلمانوں کو قدم رکھنے کی اجازت نہ دی جاتی تھی۔ اسلامی قانون  
 کا آفتاب ضیا باریاں کرنے لگا۔

انہوں نے اسلام لانے کے بعد ایک سچے مسلمان کی طرح ہی کی  
 حمایت اور ظلم و تشدد اور مکر و فریب کے خلاف تلوار سلجھالی اور آخر  
 دم تک دنیا کی جابر و قہار طاقتوں کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ پھر

ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ  
 خلیفہ اسلام کا حکم اور رسول کے حکم کی تعمیل سے ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ  
 اسلام کی مثال حضرت ابراہیم کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ  
 یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ  
 ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ  
 میں کہنا چاہتا ہوں کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ

دوران میں تمام خیریاں تھیں۔ یہ رسول نے حضرت خدیجہ سے  
 کو یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ  
 میں سے جو ہر قبیل کو پہچان لیا تھا اور ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ  
 ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ ان کے یہ بیعت اور وفاداری تھی کہ  
 فرمایا تھا۔

تینا وہ اس دور کے بہت بڑا سپاہی۔ قابل جرنیل اور صاحبِ قہر  
 انسان تھے۔ ان دنوں جب فوجی نقل و حمل کے ذرائع نہ ہونے کے برابر  
 تھے۔ ان کی فتوحات کی رفتار اور اسلامی مرکز سے دور دراز مقامات پر  
 کامیاب دھاوے معجز معلوم ہوتے ہیں۔ وہ کثرتِ قلت کے فرقے سے بنے بنائے  
 ہو کر اپنے ہتھیار بھر جانباڑوں کے ساتھ دشمنوں سے نبرد آزا ہوتے تھے۔  
 اور نصرت ان کے قدم چومتی تھی۔ ان کے کارنامے پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا  
 ہے کہ خوف اور ناامیدی سے ان کا قلب آسنا ہی نہ تھا۔ انہیں اسلام کی  
 صداقت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ایسا اعتقاد تھا

کہ دشمن کی بے پناہ جنگی قوت مسلمانوں کی فتح کے یقین میں ضعیف پیدا  
 کر سکتی تھی۔ نہ قیصر و کسرنے کے لامحدود جنگی وسائل۔ وہ ہمیشہ ایک مرد  
 مومن کی بے نیازی اور یقین کے ساتھ میدان جنگ میں نکلتے تھے۔ اور  
 منظر و منصور ہو کر لوٹتے تھے۔

اس دنیا میں اور بھی بے شمار قابل جوہل اور بہادر سپاہی ہو  
 گزرے ہیں لیکن یہ عزت صرف خالد بن ولید کے حصے میں آتی ہے  
 کہ انہوں نے جتنی لڑائیوں میں تلوار اٹھائی۔ ایک دفعہ بھی ناکام نہیں ہوئے  
 سکندر، نپولین اور روس کے مشہور سپاہیوں کے کارنامے پر بھی تو  
 ان کی فتح مندی و عوہب چھاؤں نظر آتی ہے۔ فتح کی سرخروئی کے ساتھ  
 شکست کی بدنامی کے داغ ان کے دامنوں پر نہیں گئے لیکن حضرت  
 خالد کی پوری اسلامی زندگی میں شکست کا منجوس لفظ ایک جگہ بھی نہیں

## سنت اللہ میدان جہاد میں

جہاد ایک ایسا لفظ ہے جسے سنت ہی غیر مسلم مورخوں کی پیشانیوں پر بل پڑ جاتے ہیں۔ انہوں نے عدم واقفیت یا تعصب کی بنا پر انسانیت کے اس مقدس فریضے کو ایسے غلط رنگ میں پیش کیا ہے کہ غیر مسلم اقوام کے افراد کی اکثریت اسلامی جہاد کو ایک جتنا بلیغ اور لوٹ مار کا ذریعہ سمجھ کر اسلام سے بدظن نظر آتی ہے متعصب مصنفین کے پھیلائے ہوئے خیالات کی روشنی میں ایک عام انسان بجا طور پر سوال کر سکتا ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اعلیٰ و افضل بھی سہی لیکن مسلمانوں کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ وہ دنیا کو تلوار کے زور سے مسلمان ہونے پر مجبور کریں؟

اگر صورتِ حالات یہی ہوتی اور جہاد کا یہی منشا ہوتا جو غیر مسلم اقوام نے از خود سمجھ لیا ہے تو اس سوال کا معقول جواب دینا ناممکن تھا۔

لیکن حقیقتاً ایسا نہیں۔ جہاد ایک ایسا عمل ہے کہ اگر اسے انسان کے  
سے خارج کر دیا جائے۔ تو پوری انسانیت ایک لاش کے  
کچھ نہ رہے۔ انسان سے خلیفۃ اللہ ہونے کا شرف چھین جائے اور  
سے انصاف سچائی اور شرافت کا جنازہ نکل جائے۔

اسلامی نقطہ نظر سے جہاد ہر تندرست انسان پر فرض ہے۔ اور  
اس کی افضلیت اور افادیت سے انکار کیا ہی نہیں جاسکتا۔ اگر کوئی  
خالص عقلی اور مادی نقطہ نظر سے بھی غور کرے تو لا محالہ یہی تسلیم کرنا پڑے گا  
کہ انسانیت کی فلاح اور نجات کا راز جہاد اور صرف جہاد میں مضمر ہے۔  
اسلام نے جس جہاد کو فرض قرار دیا ہے۔ وہ کیا ہے؟ اس بات کو ہم ایک  
مثال کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فرض کیجئے دو ایسے انسان جو جسمانی اور روحانی طور پر انسانیت  
کا مکمل ترین نمونہ ہیں۔ ایک ایسے مقام سے گزر رہے ہیں جہاں ایک  
ظالم کسی مظلوم پر بے پناہ مظالم ڈھا رہا ہے۔ ان میں سے ایک آدمی  
اپنی ذات کو ظالم کے گناہ سے بے تعلق اور محفوظ خیال کرتے ہوئے  
ہی دل میں افسوس کرتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے۔ لیکن دوسرا اس کو  
منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے ظالم سے الجھ پڑتا ہے اور اپنی جان اور عزت  
کو خطرے میں ڈال کر مظلوم کو اس کے پنجے سے چھڑاتا ہے۔

ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ اگر یہ سوال کیا جائے تو  
یقیناً ہر سچدار انسان پہلے کے مقابلے میں دوسرے کو بلند کر دے گا۔



بلکہ اس کا فیصلہ ہو گا کہ ایک مظلوم کو ظالم کے پنجے میں تڑپتا ہوا دیکھ کر چپ چاپ آگے بڑھ جانے والے پہلے آدمی کا دل و دماغ شرافت نفس اور شجاعت کے اس اعلیٰ تصور سے یکسر خالی ہے جس نے آدمی کو اثرات المخلوقات کا اعزاز دلایا۔ ایسے شخص کی امن پسندی یقیناً بزدلی اور نامردی کے مترادف ہوگی۔

غور کیا جائے تو ہماری دنیا کے عام حالات اس مثال کے عین مطابق ہیں۔ ظالم مظلوم غیر جانبدار رہنے والے اور اپنے آپ کو خطر میں ڈال کر مظلوم کی حمایت کرنے والے۔ دنیا کے تمام انسان انہی چار گروہوں میں تقسیم ہیں۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ظالم بنیں نہ مظلوم اور نہ ظلم و مظلومی کی جنگ کا چپ چاپ تماشا دیکھنے والے۔ امن پسند۔ بلکہ جہاں کہیں ظلم اور زیادتی ہوتی دیکھیں۔ طاقت کے زور سے اسے مٹا ڈالیں اور اسی فریضے کا نام جہاد ہے۔ جہاد کا واضح اور صاف مقصد یہ ہے کہ ایک سچا مسلمان اس وقت تک اطمینان سے نہ بیٹھے جب تک دنیا کے کسی بھی گوشے میں کمزوروں پر دستِ ستم دراز ہو رہا ہے۔ اسلام کے نزدیک ایسی امن پسندی جو مظلوموں کی آہوں اور انسوؤں کے درمیان پروان چڑھ سکتی ہو قابل نفرت بزدلی اور شرمناک نامردی ہے۔ اسلام نے گوشہ نشینی اور صرف اپنی ذات کے سنوارنے کو انسان کی زندگی کا مقصد قرار نہیں دیا بلکہ قول اور فعل سے ظلم کے خلاف ڈٹ جانے کی سچے مومن کی

تثانی بنیائے

اب دیکھنا یہ ہے کہ جس وقت فضل البشر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں نے میدانِ جہاد میں قدم رکھا۔ دنیا کی کیا حالت تھی۔ ظلم اور زیادتی کا دور دورہ تھا یا امن اور سلامتی کا۔ اگر تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالیں۔ تو معلوم ہوگا کہ نہ صرف جزیرہ کا

عرب بلکہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پوری دنیا جہالت اور ظلم کی سیاہی میں چھپی ہوئی تھی۔ عذت مآب مریم کے مقدس بیٹے کا لایا ہوا دین اور نبی اسرائیل کو قیظوں کی غلامی سے نجات دلانے والے عظیم الشان پیغمبر حضرت موسیٰ کا مذہب مظلوموں کی پشت پناہی کرنے کی جگہ ظالموں کے ہاتھوں میں بطور ہتھیار استعمال ہو رہا تھا۔ سامراجی نظام حکومت اپنی تمام سختیوں کے ساتھ دنیا پر مسلط تھا۔ پوری دنیا شہنشاہوں کے خون آشام پنجوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ اس وقت ایک عام انسان کی زندگی یہی کچھ تھی۔ اسکے متعلق مشہور یورپین مصنف ہنڈرک وان لون لکھتا ہے :-

”آبادی کا بیشتر حصہ کاشتکاروں پر مشتمل تھا جو گاؤں اور بکریوں کے طوبیوں میں رہتے تھے اور انہی کی طرح زمین کا ایک جز سمجھے جاتے تھے۔ نہ خوش تھے نہ ناخوش لیکن ہو ہی کیا سکتا تھا۔ زمانہ وسطیٰ کا خدائیر و بصیر تھا۔ اسکی حکمت میں کون شک لاسکتا تھا۔ اگر اس خدائے دانو بینا کی مرضی یہی تھی کہ بعض لوگ سرداروں۔ بعض ان کے

کاشتکار تو کلیسا کے وفادار فرزندوں کو یہ مناسب نہ تھا  
 کہ مین میچ نکالیں۔ اس لئے جب کاشتکاروں کو طرح  
 طرح کے مصائب برداشت کرنے پڑتے تو وہ اُن تک  
 نہ کرتے جس طرح بھیڑ بکریوں کو اچھی خوراک نہ دی جائے  
 یا ان کی رہائش کا انتظام خاطر خواہ نہ ہو تو وہ مرجھاتے ہیں۔  
 بسینہ ان بوشیوں کی طرح کاشتکار بھی مرجھاتے تھے؟

رذیۃ انسان کی کہانی

دنیا کی دو عظیم شہنشاہتیں کسری اور قبیلہ چکی کے دو عظیم پائٹ  
 تھے۔ جن کے درمیان اس دور کے انسان کی روح دلی جبار ہی تھی +  
 ایسے نازک دور میں پیغمبر اسلام مبعوث ہوئے اور دنیا کو امن اور  
 سلامتی کا پیغام سنایا۔ سرزمین عرب کو لات وعزیز کی خدائی سے نجات  
 دلانے کے بعد ضروری تھا کہ رحمت کی گھٹائیں روم اور ایران کے مظالموں  
 کے خشک کھیتوں کو بھی سیراب کرتیں۔ چنانچہ ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے اس پاس کے جبار سلاطین اور جاگیرداروں کو دعوتِ اسلام  
 کے خطوط بھیجے۔

اس موقع پر اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر  
 ایمان لانے کی دعوت کا واضح مفہوم یہ تھا کہ قدیم گمراہی اور ظالمانہ  
 نظامِ زندگی کی جگہ اسلامی فلسفہ حیات کے مطابق انسانی مساوات اور  
 برابری کے اصولوں کو اپنایا جائے اور بلا لحاظ رنگ اور نسل تمام قوموں کے

انسازوں کا یہ حق تسلیم کیا جائے کہ وہ بھی اسی طرح اشرف المخلوقات ہیں جس طرح کوئی عزیزی۔ رومی یا ایرانی سرور۔

یہ پہلا غزوہ ہے۔ جس میں حضرت خالدؓ اسلام لانے کے بعد شریک ہوئے اور یہ غزوہ آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔

غزوہ موتہ  
جمادی الاول

شہزادہ جلیل والے بصری کے پاس حضرت عارثؓ بن عمیر کو خطا دے کر روانہ کیا گیا تھا۔ دنیا بھر میں قاصد کی عزت اور جان کی حفاظت فرض سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اپنی طاقت کے زعم میں شہزادہ نے حضرت عارثؓ کو نہایت بیدردی سے شہید کر دیا۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قاصد کی شہادت کی خبر ملی۔ تو سخت صدمہ ہوا۔ کچھ عرصہ تو آپ یرویلوں کی مخالفت کو دبانے میں مشغول رہے لیکن جونہی اس طرف سے اطمینان حاصل ہوا حضور نے تین ہزار مسلمانوں کا ایک لشکر حضرت عارثؓ بن عمیر کا قضا ص لینے کے لئے روانہ کیا۔ لشکر کی امارت حضرت زید بن عارثؓ کے سپرد ہوئی۔ روانگی سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اگر زید بن عارثؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب لشکر کے امیر ہوں اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبید اللہ بن رواحہ امیر ہوں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لشکر کے ہمراہ گئے اور اس کے بعد آپ اپنی تشریف لے آئے۔ موتہ سرزمین شام میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جس کا یہ لشکر

مومنہ پہنچا۔ تو شہزاد نے لشکر اسلام کا احوال معلوم کرنے کے لئے اپنے  
 بھائی سدوس کو چھاپس سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ مشرکین کا یہ گروہ  
 مسلمانوں کی بے خبری میں پہنچا اور جنگ شروع ہو گئی۔ چنانچہ سدوس  
 مارا گیا۔ شہزاد اپنے بھائی سدوس کے قتل کی خبر سن کر خوفزدہ ہو گیا  
 اور قلعہ میں پناہ لی۔ پھر وہاں سے اپنے ایک اور بھائی کو تیس ہزار روم کے  
 پاس جو بیچارہ میں تھا۔ بدولانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ ہر قتل نے اسکے  
 ہمراہ ایک لاکھ فوج بھیج دی۔ بعض مورخین نے کہا ہے کہ اس فوج  
 کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ جب اس لشکر کی خبر مسلمانوں کو ہوئی تو  
 انہیں تشویش ہوئی۔ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ آنحضرتؐ کو صورتِ حالات  
 سے مطلع کیا جائے۔ حضورؐ چاہے ہماری واپسی کا حکم دیں یا ملک انہ فرمایا  
 لیکن عبداللہ بن رواحہ نے کہا۔ "اے لوگو! جس چیز یعنی شہادت سے تم  
 ڈرتے ہو۔ اسی کے لئے تو اپنا وطن چھوڑ کر یہاں آئے ہو۔ مسلمانوں کو کبھی  
 لشکر کی کثرت نے فتح نہ دی ہے۔ بدر کی لڑائی میں ہم بہت کم تھے اور  
 دشمن بہت زیادہ۔ ہمارے پاس بے سرو سامانی کی وجہ سے صرف دو  
 گھوڑے تھے۔ لیکن پھر بھی خدا نے عزوجل نے کفار پر جو ہر طرح کے  
 ساز و سامان سے آراستہ تھے۔ ہم کو فتح عطا فرمائی۔ اس وقت ہماری ہم  
 کی تکمیل صرف دو صورتوں میں ہو سکتی ہے۔ یا تو ہمیں فتح حاصل ہوگی اور  
 ہمارا غازیان اسلام میں شمار ہوگا۔ یا شہادت نصیب ہوگی۔ تو اس صورت  
 میں ہم جنت میں اپنے دوستوں سے ملاقات کریں گے اور ہر صورت میں

ہم خداوند تعالیٰ کی رضامندی حاصل کریں گے۔ جو ہماری زندگی کا مقصد اعلیٰ ہے۔“

صحابہ نے حضرت عبداللہ کی تائید کی۔ چنانچہ مومنین اور مشرکین کی صفیں مقابلہ کے لئے آراستہ ہو گئیں۔ اور حضرت زیدؓ مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ کی شہادت کے بعد حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے اسلامی علم سنبھالا۔ اور کفار سے لڑنے لگے۔ آپ کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا۔ تو آپ پیادہ پا لڑنے لگے۔ اچانک ایک کافر کی شمشیر سے آپ کا دایاں بازو کٹ گیا۔ آپ نے علم اسلام کو بائیں ہاتھ میں لے لیا جب وہ بھی کٹ گیا تو اپنے دونوں پیروں کے درمیان علم کو سنبھالا اور کٹے ہوئے بازوؤں کے سہارے اونچا رکھنے کی کوشش کی۔ اسی اثنا میں ایک کافر نے آپ کی کمر پر ایسی تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہو گئے۔ آپ کی شہادت پر عبداللہ بن رواحہ نے تھپٹ کر علم اسلامی کو اٹھالیا اور کفار سے مقابلہ کرنے لگے۔ لیکن بہت سے کافروں کو جہنم پہنچا کر آپ بھی شہید ہو گئے۔

لڑائی کا عنوان ابتدا ہی سے کچھ بڑا ہوا نظر آتا تھا۔ ان سرداروں کے شہید ہونے سے کفار کی ہمت اور بڑھ گئی۔ جب عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے تو علم اسلام کو گرتا دیکھ کر کفار اس کی طرف دوڑے لیکن ثابت بن اقرم نے علم کو فوراً اٹھالیا۔ اور شکر اسلام سے جو اس وقت ہر اسان اور عرب تھا مخاطب ہو کر بولے "یا معاشرۃ المسلمین اصطلاح اعلیٰ رحلی منکم یعنی اے گروہِ مسلمین! تم لوگ کسی ایک شخص کو اپنا ارب بنانے پر متفق ہو جاؤ میں نے

اسلام کے علم کو سنبھالنے میں بہادرت کر کے ایک نیک کام کیا ہے کسی کا حق عقیدت نہیں  
 کیا) شکر اسلام نے جواب میں کہا۔ "رضیتا لیک" (یعنی ہم تمہاری امارت سے  
 راضی ہیں) ثابت بن اقرم نے جواب دیا۔ ما انا بقاعل فاصطلحوا علی  
 خالد بن ولید (یعنی میں اس کام کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تم لوگ خالد بن ولید  
 کی امارت پر متفق ہو جاؤ)

چنانچہ مسلمان اس رائے پر متفق ہو گئے اور حضرت خالد بن ولید کو  
 امیر لشکر بنا لیا۔ حضرت خالد نے بڑھ کر حضرت ثابت بن اقرم سے علم لے  
 لیا۔ علم اسلامی کو لینے وقت آپ نے حضرت ثابت بن اقرم سے کہا۔ "تم  
 مجھ سے عمر میں بھی بڑے ہو اور مرتبہ میں بھی۔ کیونکہ تم اصحاب بدر میں سے ہو  
 لیکن حضرت ثابت نے فرمایا۔ "یہ سب کچھ سہی مگر فزون جنگ میں بہادرت سجا  
 اور مردانگی تمہارا ہی حصہ ہے۔ فے الواقع میں نے تمہیں ہی دینے کے  
 لئے علم اٹھایا تھا۔"

حضرت خالد بن ولید جب امیر لشکر ہوئے تو مسلمان خونخوہ ہو کر نہ  
 بھاگ رہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت خالد کے اشارے سے قطیبہ بن  
 عامر نے پکار کر کہا۔

"سلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں آخر تم موت سے بھاگ کر کہاں جا سکتے  
 ہو۔ وہ تو تمہیں ہر جگہ آپکڑے گی۔ پھر کیوں نہ میدان جہاد میں مردوں کی طرح  
 جان دیں۔ ذرا غور تو کرو۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونا اچھا  
 ہے۔ یا بزدلوں اور نامردوں کی طرح بھاگتے ہوئے لپٹوں پر دشمن کے پیر

کھا کر نامرادی اور ذلت کی موت مرنا۔

یاد رکھو۔ جو لوگ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔ دنیا کے کسی حصے میں

انہیں ذلت، خوف اور نامرادی سے نجات نہیں ملتی۔ ایک یون کی سب سے

بڑی کامیابی یہی ہے۔ کہ وہ مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے سینے پر زخم کھائے

اور سرخرو ہو کر اپنے معبود کے دربار میں پہنچ جائے۔

کیا تم اس معمولی سی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔ کہ اگر یہی بھاگتے رہے

تو کافر تم میں سے ایک کو بھی گھر تک نہ پہنچنے دیں گے۔ اور تم سب بزدلوں

کی موت مارے جاؤ گے۔"

یہ سن کر مسلمان سلجھے اور حضرت خالدؓ نے حیرت انگیز پھرتی اور ہوشیار

کے ساتھ انہیں منظم کر کے دشمن کو آگے بڑھنے سے روکا۔ لڑائی اپنے پورے

زور پر تھی کہ شام ہو گئی اور دونوں لشکروں نے اپنے اپنے پڑاؤ کا رخ کیا۔

صبح ہوئی تو حضرت خالدؓ نے لشکرِ اسلام کی ترتیب اس طور پر بدلی کہ

مقدمہ کو ساقہ۔ ساقہ کو مقدمہ، ہمینہ کو میسرہ اور میسرہ کو ہمینہ کی جگہ استادہ کیا۔ اس

صورت سے لشکر کی ایسی کایا پلٹ ہو گئی کہ دیکھنے والا یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ یہ

وہی لشکر ہے جو کل لڑ رہا تھا۔ مشرکین نے جب لشکر کو اس ترتیب سے دیکھا۔ تو

خوفزدہ ہو گئے اور یہ سمجھے کہ رات ہی رات میں مسلمانوں کو کمک مل گئی ہے اس

خیال نے ان پر ایسا ہراس طاری کیا کہ مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور راہ فرار اختیار

کی۔ اس طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت خالدؓ کو مظفر و منصور کیا اور دشمنانِ اسلام

کو شکست ہوئی۔



جنگ موتہ میں حضرت خالدؓ نے جس بہادری اور تہذیب کا مظاہرہ کیا۔  
تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کہاں تین ہزار مسلمان اور کہاں ایک لاکھ  
کفار لیکن حضرت خالدؓ کے حسن تدبیر سے اقلیت کو اکثریت پر غالب کر دیا  
اور کافر خون زدہ ہو کر میدان سے بھاگ گئے۔

جنگ موتہ میں دو سکریڈن حضرت خالدؓ کا لشکر اسلام کی ترتیب کو  
بدل دینا ایک بہت بڑی جنگی تدبیر تھی۔ جو خاطر خواہ طریقے پر کامیاب ہوئی  
اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح نے ان دشمنان اسلام کی آنکھیں کھول دیں  
جو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر سُٹھی بھر توحید پرستوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔  
معتبر روایتوں کے مطابق جنگ موتہ میں حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے نو ملواریا  
لوٹیں۔

جنگ موتہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے مدینہ  
کا رخ کیا اور راستہ میں اُن قلعہ والوں کا محاصرہ کیا جنہوں نے عاتقے وقت  
پریشان کیا تھا۔ اس قلعہ کو فتح کیے اس پر قبضہ کر لیا۔

جنگ موتہ میں لشکر اسلام کے امراء کے علاوہ  
دس اور جلیل القدر صحابہ بھی شہید ہوئے۔

## سید الشہداء کا خط

معتبر روایات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ موتہ کے تمام حالات سے  
اپنے رسول کو مطلع کر دیا تھا اور حضورؐ اپنے اصحاب کو لڑائی کے حالات سے آگاہ  
فرما رہے تھے چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:-

اصحاب السراپت زیداً فاصیب شمش اخذنا جعفر فاصیب

شہم اخذ تھا ابن رواحہ قاصیب (یعنی زید نے علم اٹھایا۔ وہ شہید ہو گئے  
پھر جعفر نے علم سنبھالا وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے بعد ابن رواحہ نے علم اصلاحی کو لیا تو  
وہ بھی شہید ہو گئے۔

ان الفاظ کے ادا کرتے وقت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ابن رواحہ کے  
بعد خالد نے جو خدا کی تلوار ہے علم سنبھالا ہے اور فتح پائی ہے پھر فرمایا  
”یا اہی! خالد تیری تلوار ہے۔ تو ہمیشہ اس کو فخر مند رکھو۔“ اسی دن سے  
حضرت خالد بن ولید کا لقب سیف اللہ ہو گیا۔

سید کوئین صلح نے حضرت خالد کے حق میں جو دعا فرمائی۔ اُسے بھرا  
کلام ربانی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وُحْيٌ يُوحَىٰ (یعنی ہمارے حبیب  
اپنی خواہش نفس سے کوئی کلام نہیں کرتے۔ بلکہ وہی بات کہتے ہیں جو ہم بذریعہ وحی ان کی  
طرف القا کرتے ہیں) شرفِ قبولیت حاصل ہونا ہی تھا۔ لیکن اس دعا کی برکت  
سے خالد کا دل و دماغ جنگی قابلیتوں کا مخزن بن گیا۔ ان کی رگ و پے میں  
شجاعت کے سمندر موجزن ہو گئے۔ ان کا عضوِ عضوی نے پایاں استقلال سے  
مشر شاہ ہو گیا اور راہِ خدا میں نثار ہونے کے لئے ان کے جذبات شوقِ ہر وقت  
تلاطم رہنے لگے۔

بقول مؤرخین بنی ہاشم یا چونتیس لڑائیوں میں حضرت خالد بن ولید  
نے نمایاں حصہ لیا اور شہادت کی تمنا میں اپنے آپ کو بارہا لاکھوں کفار کے ہاتھ  
میں ڈال دیا۔ لیکن ہر مرتبہ آپ کفار کو مغلوب اور زیرِ زبر کر کے زندہ سلامت

نکل آئے اور تمناؤں شہادت پوری نہ ہوئی۔ فی الواقع سیف اللہ کو  
 کوئی کافر پیام نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کوئی کافر بیعت اللہ کو پیام میں کر دیتا  
 تو یہ بیعت اللہ کی توہین تھی۔ آنحضرت نے بھی جو حضرت خالد کو جنگ موتہ  
 کی امارت کے لئے نامزد نہیں فرمایا تھا۔ تو اس میں یہی مصلحت تھی کہ آپ کو  
 بارگاہ نبوی سے سیف اللہ کا مسز خطاب عطا ہونے والا تھا اور نامزد ہونے  
 سے دیگر امراء کی طرح شہادت لازمی تھی۔

۳. قوم کھڑوں کا زندگی اجسنا رہتی ہے ہمیشہ

کھڑوں کے کھوں پلاں کوئی ہے تو موت

سے ڈرنے ہیں موت ان کا بیچارہ ہے

## فتح مکہ میں حضرت خالد کی شرکت

غزوہ فتح مکہ سنہ ہجری میں قریش کی بد عہدی کی وجہ سے ہوا۔

قبیلہ بنی بکر تو کفار مکہ کا حلیف ہو گیا تھا اور بنی خزاعہ نے رسول اللہ

صلعم سے معاہدہ کیا تھا۔ لیکن ان دونوں قبیلوں میں دیرینہ عداوت

تھی اور ان کے بہت سے محاربات ہو چکے تھے۔ قبیلہ بنی بکر کی ایک شاخ

بنی ذیل تھی۔ اس قبیلے کا ایک آدمی ایک روز آنحضرت سرور کائنات کی خدمت

کر رہا تھا۔ کہ بنی خزاعہ کے ایک غلام نے اس کی یہ باتیں سن کر اسے منع کیا۔

وہ نہ مانا۔ غلام نے غصہ میں آکر اس کے چہرے اور سر کو زخمی کر دیا۔ اس شخص

نے جا کر بنی بکر سے فریاد کی۔ بنی نفاثہ جو بنی بکر ہی میں سے تھے۔ بنی خزاعہ

سے آمادہ پیکار ہو گئے۔ بنی مدج نے ان کی امداد کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن

کفار مکہ نے بنی بکر کو ہتھیار دئے۔ قریش کے بعض رؤساء مثلاً عکر مر بن ابی جہل

صفوان بن امیہ، بلہیل بن عمر، خویط بن عبدالمزی و غیرہ لباس تبدیل کر کے

اور نقاب پوش ہو کر اپنے آدمیوں کو لے کر اس قبیلے کی امداد کو پہنچ گئے اور  
 یکا یک قبیلہ خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ چشمہ و تیر کے کنارے روزوں میں سخت لڑائی ہوئی  
 اور لڑنے لڑنے میں حرم کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ خزاعہ کے بسیر اور قتل ہو چکے  
 تھے۔ کہ خزاعیوں نے بنی بکر کے امیر نوفل ابن مطویہ سے کہا: "اسے نوفل!  
 خدا سے ڈر اور حرم کی حرمت کو ملحوظ رکھ"۔ نوفل نے جواب دیا: "آج کے  
 دن مجھے خدا سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" پھر خزاعیوں نے کسی  
 نہ کسی طرح اپنے کو بریل ابن ورقانہ کے مکان پر پہنچایا اور دشمن سے محفوظ  
 ہو گئے۔ بنی ویل اور ان کے حمایتی تو یہ سمجھے کہ ہم کو نہ کسی نے دکھیا ہے۔ نہ  
 پہچانا ہے ہماری بد عہدی کا معاملہ طشت از بام نہ ہو گا۔ لیکن آنحضرت سرور  
 کائنات کو بذریعہ وحی تمام کیفیت معلوم ہو گئی۔ آپ نے اسی وقت بعض اندماج  
 مہلک کے زور و بنی خزاعہ کی مصیبت کو بیان فرمایا جب لوگوں نے آپ سے  
 اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: کہ اہل مکہ نے عہد شکنی کی ہے۔  
 حضرت میمونہ سے روایت ہے کہ اس وقت میں نے حضرت کو فصاحت  
 فصوت کہتے سنا میں نے عرض کیا: حضور! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟  
 تو فرمایا کہ خزاعہ مجھ سے امداد طلب کر رہے ہیں اور میں ان کو جواب دیتا ہوں کہ  
 کہ تم کو مدد دی گئی۔ ان پر قریش نے بنی بکر کی اعانت کے پردہ میں شیخو مارا ہے  
 اس معاملہ کے تین دن بعد عمرو ابن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ  
 آئے۔ اس وقت آنحضرت مع اصحاب مسجد کے دروازہ پر تشریف رکھتے تھے  
 ان لوگوں نے دست بستی حضور کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی پروردگار کی

آپ نے ان کی کمال دلداری کی اور ان سے پوری انداد کا وعدہ فرمایا۔  
 قریش کے سرداروں میں سرگوشیاں ہونے لگیں اور کہنے لگے بڑا  
 غضب ہوا۔ ہم لوگوں پر بد عہدی کا الزام عائد ہو گیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنحضرت  
 مکہ پر چڑھائی کریں۔ چنانچہ سر کے مشورے سے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا گیا۔  
 کہ وہ آنحضرت کو کسی نہ کسی طریقے سے حملہ کرنے سے روک دے۔ لیکن  
 ابوسفیان مدینہ سے بے نیل و مرام واپس آیا۔

یکم رمضان ۶ ہجری سے پہلے اہل قبا کے ساتھ آٹھ سو آدمی مکہ  
 کو روانہ ہو گئے۔ منزلِ قدیر پر شکر اسلام کی تعداد سات ہزار چھ سو ہو گئی اور مکہ  
 پہنچنے سے پہلے دس ہزار ہو گئی۔ ابوسفیان آپ کی روانگی کا پتہ چلانے کے  
 لئے دوبارہ مکہ سے نکلا۔ اس نے راوی مرالطہران کو دیکھا تو معلوم ہوتا تھا  
 کہ ساری وادی میں آگ لگ رہی ہے۔ حیرت زدہ ہو کر آگے بڑھا تو موضع  
 اراک پر حضرت عباسؓ سے ملاقات ہو گئی۔ جن سے چڑھائی کے واقعات معلوم  
 ہوئے۔ ابوسفیان اس وقت نہایت عاجزی اور بے کسی سے حضرت عباسؓ  
 کے سامنے گر گراٹا نے لگھا۔ اور آخر کار آپ ہی کی رسالت سے زبار نبویؓ میں  
 اس کی رسائی ہوئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔

آنحضرت سرور کائنات نے حضرت عباسؓ کی سفارش سے اور ابوسفیان  
 کی التجا پر فرمایا :-

من دخل مسجد الحرام فهو  
 آمن ومن القی السلاح فهو آمن  
 جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا وہ  
 امن میں ہے اور جو اپنے ہتھیار ڈال دے وہ بھی امن میں ہے

ومن اغلق بابہ فهو آمن  
 جو اپنا دروازہ بند کر لے وہ بھی مامون ہے  
 ومن دخل دار ابوسفیان فهو  
 اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے  
 آمن۔ وہ بھی امان پائے گا۔

جب آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ذمی طوسے میں پہنچے اور  
 لشکر اسلام کی شان و شوکت اور آراستگی دیکھی۔ تو آپ نے اس دن کو یاد کیا جبکہ  
 راتوں رات دشمنوں کے زغے سے نکل کر مکہ سے ہجرت فرمائی تھی۔ مکہ کی گلیاں آپ  
 کے لئے تنگ اور اس کی رونق بھیانک ہو گئی تھی۔ اور آج وہی مکہ آپ کو  
 اس شاہانہ استقبال کے ساتھ اپنی انغوش میں لے رہا تھا۔ پرستارانِ لات و منات  
 آپ کے قدموں پر اگر سے تھے اور اپنی جان بخشی کا انحصار حضور کے رحم و  
 کرم پر سمجھتے تھے۔ یہ وہی مکہ تھا جس کے رہنے والوں نے آپ کو اور آپ کے  
 متعلقین و اصحاب کو ستانے اور اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا  
 تھا اور آج اسی مکہ کے امراء و رؤسا ذلیل و خوار ہو کر آپ سے اسن وینِ خشی  
 کے خواہاں تھے۔ یہ وہی مکہ تھا جس کے اربابِ حل و عقد نے آپ کا اور آپ کے  
 متعلقین کا اسلام دشمنی کے باعث بائیکاٹ کر کے اور اشیائے خورد و نوش  
 بنکر کے معصوم اور خورد سال بچوں کو بھوک اور پیاس سے تڑپایا تھا اور آج  
 اسی مکہ کے تمام ساز و سامان اور باشندوں کے جان و مال کے آپ مالک  
 تھے۔ یہ وہی مکہ تھا جس کے نافرمان فرزندوں نے آپ کی رسالت اور معجزات  
 کی ہٹ دھرمی کے ساتھ تڑپا دیا اور تگزیب کی تھی اور آج اسی مکہ کے بسنے  
 والے محبوبِ خدا کی شان و شوکت اور اسلامی و بدبے فرس خاک کی طرح

بچھے جاتے تھے۔ یہ وہی مکہ تھا جس کے باشندوں نے بیت اللہ کو تکرار بنا رکھا تھا اور آج وہی مکہ خدا کے گھر کو خدا کے حبیب کے پیرو کر رہا تھا۔ کہ آپ اسے بتوں کی الٹیش اور نجاست سے قطعی پاک صاف کر دیں۔ یہ وہی مکہ تھا۔ جو کفر و شرک کا مرکز بنا ہوا تھا اور آج وہی مکہ سید المرسلین کے طفیل بلاد الارض پر فوقیت حاصل کرنے والا تھا۔

خدا کی ان عنایات پر آنحضرت سرور کائنات اونٹنی کے کچاٹے پر سر بسجود ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر حضرت زبیر کو حکم دیا کہ ہاجرین کو لے کر اعدائے مکہ کی راہ سے شہر میں داخل ہو جاؤ اور علم خاص کے ساتھ حجوں کے مقام پر جا کر ٹھہرو۔ حضرت سعد کو ارشاد ہوا کہ اپنی جماعت کو لیکر ثنیہ میں چلے جاؤ۔ حضرت خالد بن ولید کو حکم ہوا کہ تم قبائل غفار، اسلم و جہینہ وغیرہ کے ساتھ اسفل مکہ سے اندر داخل ہو جاؤ اور اپنا جھنڈا منٹھی بیوت پر کھڑا کرو۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو غیر مسلح جماعت کے ساتھ بطن وادی سے روانہ فرمایا۔ اور خود اواخر کی راہ سے تشریف لے چلے۔ اور سب کو یہ تاکید فرمائی کہ جب تک تم پر طائی نہ آپڑے۔ تم اپنی طرف سے مقابلہ و مجاہدہ مت کرنا۔

اگرچہ اہل مکہ کے مقابلے میں مسلمانوں کی طاقت بہت زیادہ تھی اور اس بات کا اونے اسما مکان بھی نہ تھا کہ وہ تختیاب ہوں گے لیکن بغیر اختیار اٹھائے اور زور آزمائے مکہ پر قبضہ ہو جانے و بیابان کی افتاد طبع کے خلاف تھا۔ چنانچہ قریش کے نوجوان سردار عکریمہ بن ابو جہل



صفوان بن امیہ - سہیل بن عمرو وغیرہ نے اپنے دستوں کو منظم کر کے جزیرہ کے  
 مقام پر مسلمانوں کو روکنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ ان کی انتہائی بد نصیبی تھی  
 کہ اس راستے سے حضرت خالدؓ کا لشکر آ رہا تھا۔ قریش مکہ نے انہیں روکنے  
 کی کوشش کی اور حضرت خالدؓ کو چاروں طرف چار تلوار میان سے نکالنی پڑی  
 اور کفار سے مقابلہ شروع ہو گیا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ لڑتے لڑتے  
 مسجد حرام کے پاس مقام جزیرہ تک پہنچ گئے۔ بنی بکر کے بتیس آدمی،  
 اور ہزلی میں سے بھی چار آدمی مارے گئے۔ دو آدمی مسلمانوں میں سے  
 شہید ہوئے :

حضرت کو اس لڑائی کی خبر ہوئی۔ تو آپ نے حضرت خالدؓ سے  
 اس کا جواب طلب فرمایا اور جب حضرت خالدؓ نے بتایا کہ اس لڑائی کی  
 پہل کفار نے کی تو حضورؐ مطمئن ہو گئے۔ جمعہ کے دن ۲۲ رمضان ۶۲۷ ہجری  
 کو مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔  
 اور اسے بتوں اور شرک کی تمام آلائشوں سے پاک کر دیا۔  
 لات و منات کی طرح غسزلی قریش مکہ کا مشہور بت تھا۔  
 جس کی پرستش نہایت اہتمام سے کی جاتی تھی۔ اس بڑے بت کی جھٹکت  
 اور دیکھ بھال کے ذریعہ کنانہ اور مضر جیسے جنگ جو قبیلوں کے سپرد تھے  
 فتح مکہ کے پانچ دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ تیس  
 مجاہدوں کو ساتھ لے کر بطن نخلہ جائیں اور شریکین کے چبوتے خدا کو سمار

کر دیں جس کا وجود شرفِ انسانیت کے لئے بد نماوارنغ تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ حضورِ صلعم کے ارشاد مبارک کی تعمیل میں فوراً روانہ ہو گئے اور بنی قریظہ کے غزوی کو پویند زین بنا کر لوٹ آئے۔

فتحِ مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے مختلف حصوں میں چھوٹے چھوٹے مساجد لشکر بھیجے جنہیں

سریہ بنی جذیمہ

سریہ کہا جاتا ہے۔ ان کا کام اسلام کی تبلیغ کرنا، اس و

امان قائم رکھنا اور نو مسلموں کو اسلام کے اصول سکھانا تھا۔

ان میں سے ایک سریہ حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں بنی جذیمہ

کے پاس بھیجا گیا۔ جو مکہ سے ایک دن کی مسافت پر کونت پذیر تھا۔ اس

سریہ میں تین سو مہاجرین، انصار اور بنی سلیم شامل تھے،

بنی جذیمہ نے ایام جاہلیت میں عبدالرحمن بن عوف کے والد عوف

اور خالد بن ولید کے چچا ناکہ کو روپیہ پیسہ کے لالچ میں مار ڈالا تھا جب

مسلمانوں کا یہ چھوٹا سا لشکر بنی جذیمہ کی بستی میں پہنچا تو وہ سمجھے کہ شاید خالد

انتقام لینے کے لئے آئے ہیں چنانچہ لڑائی کے لئے تیار ہو گئے اور

ہتھیار باندھ کر میدان میں نکل آئے،

بنی جذیمہ کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اسلام لائے ہیں۔ اس لئے حضرت

خالد انہیں مسیح و کبیر کہتے تھے اور پوچھا: "جب آپ مسلمان

ہیں اور میں رسولِ خدا صلعم کا بھیجا ہوا ہوں۔ تو آپ ہتھیار لگا کر کیوں آئے

ہیں؟"

اس کے جواب میں بنی جذیمہ نے سہلنا کہا کہ صاف طور پر اپنے قبول اسلام کا اقرار نہ کیا۔ بلکہ حبانا۔ حبانا کہتے رہے۔ حبانا کے معنی ہیں۔ ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لینا۔ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صابی اور آپ کے صحابہ کو صباہ کہتے تھے اور یہ لفظ بڑا سمجھ کر طنزاً استعمال کیا جاتا تھا۔ جب بنی جذیمہ نے سہلنا کی جگہ صباہا صباہا کہا۔ تو حضرت خالد بن ولید کو یہ الفاظ بہت ناگوار گزرے اور آپ نے جوش و ہوش سے مغلوب ہو کر انہیں گرفتار کر لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ بنی جذیمہ کو قید کر لیا گیا۔ دوسرے دن حضرت خالد نے ان کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ بنی سلیم نے تو حکم پاتے ہی اپنے قیدیوں کو قتل کر ڈالا۔ لیکن بعض مہاجرین و انصار نے اس حکم کو نامناسب سمجھ کر اپنے اسیروں کو آزاد کر دیا۔ ان اسیروں میں سے ایک آدمی آنحضرت کی خدمت میں پہنچا اور حضرت خالد کی شکایت کی۔ حالاً سن کر آنحضرت کو بہت افسوس ہوا۔ آپ نے حضرت علیؑ کو بہت سا مال و اسباب دے کر بنی جذیمہ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان لوگوں کی بہت خاطر داری کرنا اور ان کے مقتولین کا خون بہاؤ۔ سے کر راضی کر دینا اور جس کسی کا مال ضائع ہوا ہو اس کو معقول معاوضہ دے دینا۔ غرضیکہ ایسا بڑا بڑا کرنا کہ تمام قوم جوش ہو جائے اور کسی کے دل میں کسی قسم کی شکایت نہ رہے، چنانچہ حضرت علیؑ بنی جذیمہ میں پہنچے اور اپنی ہمدردی اور دلداری سے انہیں روم کر لیا۔ مقتولین کے ورثہ کو خون بہا دیا اور جس کسی کا کچھ مال ضائع ہوا تھا یا کچھ نقصان ہوا تھا اس کے تنگے تنگے کا معاوضہ ادا کر دیا۔

جب کوئی جانی اور مالی نقصان کا خودیاد تلاش کرنے پر بھی نہ ملا۔ تو آپ نے  
 باقی ماندہ مال اس قوم کے حاجتمندوں کو دے کر بالا مال کر دیا۔ اس کے  
 بعد حضرت علیؓ جناب رسالت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا  
 حال کہہ سنایا۔ آنحضرتؐ نے بعض اصحاب کی سفارش پر خالدؓ کے اس  
 قصور کو معاف فرما دیا اور اہل ہند کے لئے ہدایت فرمائی کہ کبھی ایسا نہ کرنا  
 اس واقعہ پر مؤرخین نے خوب حاشیہ آرائی کی ہے اور یہ ثابت  
 کرنے کی کوشش کی ہے کہ نوحذیمہ کا قتل عام صرف اس لئے ہوا کہ  
 حضرت خالدؓ اس قبیلے سے اپنے چچا کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔  
 لیکن درایت کے اصول کے مطابق یہ بات سراسر غلط معلوم ہوتی ہے۔  
 نوحذیمہ کے قتل کا واقعہ ان دنوں کا ہے جب پیغمبر اسلام صلی اللہ  
 علیہ وسلم حیات تھے۔ اگر خالدؓ سے واقعی اس قسم کی لغزش ہو جاتی۔ تو وہ  
 احکام قرآنی کے مطابق اس کے قصاص سے نہیں بچ سکتے تھے۔ اول تو  
 اس وقت حضرت خالدؓ کی شخصیت ایسی اہم نہ تھی لیکن وہ بڑی سے بڑی  
 شخصیت کے مالک بھی کیوں نہ ہوتے جنہوں نے ضرور مواخذہ فرماتے  
 اور قانون اسلام کے مطابق سزا دیتے۔ لیکن اس کے خلاف ہم دیکھتے ہیں  
 کہ سزا نے معمولی طور پر دریافت حال کے بعد پورا پورا اطمینان ظاہر فرمایا  
 اور خالدؓ بدستور تبلیغی مہموں میں مصروف رہے۔

در اصل یہ افسوسناک واقعہ خود بنی حذیمہ کی بے وقوفی اور غور نہی  
 کے باعث وقوع پذیر ہوا۔ اگر وہ سکتا کی جگہ صبا کا لفظ استعمال نہ کرتے

تو مسلمانوں کے ہاتھوں یقیناً محفوظ رہتے۔

## غزوہ حنین

(حنین مکہ سے تین دن رات کی مسافت پر ایک وادی ہے) فتح مکہ کے بعد دو قبیلے ہوازن و ثقیف - بنو ہوازن کے سردار مالک بن عوف کی زیرکمان ایک جماعت کثیر فراہم کر کے مسلمانوں سے جنگ کے لئے نکلے۔ چند اور قبائل بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس لشکر میں چار ہزار آزمودہ کاردلان عرب تھے۔ جو حنین کی جانب روانہ ہوئے جب آنحضرتؐ سرور کائنات کو اس لشکر کی خبر پہنچی۔ تو آپؐ سولہ ہزار غازیان اسلام کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے اور ۱۲ شوال ۶۰۰ کی شام کو وادی حنین میں پہنچ گئے۔

بعض صحابہؓ نے دشمن کی فوج کو حقیر سمجھ کر بڑے غرور اور فخر سے کہا "ہمارا لشکر اس قدر جرار ہے۔ کہ دشمن ہم پر ہرگز فتیاب نہیں ہو سکتا" یہ الفاظ آنحضرتؐ کو ناگوار گزرے اور خدا کو بھی مسلمانوں کا یہ غرور پسند نہ آیا چنانچہ اس جنگ کے شروع میں جو نہر بیت مسلمانوں کو ہوئی وہ اسی غرور کی سزا تھی۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ فتح و نصرت محض فضل ایزدی پر منحصر ہے۔ لشکر کی کثرت پر موقوف نہیں ہے۔

غزوہ حنین میں آنحضرتؐ صلعم نے ہاجرین کا ایک علم حضرت عمر فاروقؓ کو اور دوسرا علیؓ کو دیا۔ اور قبیلہ اوس کا علم اسید بن خفیر کو اور خزرج کا ایک

نشان جناب بن منذر کو اور دوسرا سعد بن عبادہ کو مرحمت فرمایا اور حضرت  
خالد کو بنی اسد کے ایک سو سواروں کا کماندار مقرر کیا۔

واوی جنین سے گزرنے میں تنگی راہ مار لی۔ تو لشکر کے چھوٹے

چھوٹے ٹکڑے مختلف راستوں سے گزرنے لگے۔ لیکن خالد بن ولید جو

بنی سلیم کے پیشوا تھے سمٹ سمٹا کر اپنی پوری جماعت کے ساتھ ایک ہی راہ

سے گزرے۔ قبیلہ ہوازن کے آدمی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے

بے خبری میں مسلمانوں پر تیر برسوں کے شروع کر دیے۔ ادھر تو بنی سلیم کے پاس

بھیجا رہا بھی کم تھے اور دوسرے وہ دشمن کی طرف سے غافل تھے۔ چنانچہ اسی

بجیل میں وہ کفار قریش جو ہم عہدی کے باعث مسلمانوں کے ہمراہ تھے بدحواس

ہو کر بھاگنے لگے۔ ان کے پیچھے مسلمانوں نے بھی بھاگنا شروع کر دیا۔

حضرت خالد نے بنی سلیم کی مدد سے دشمن کو روکا لیکن بنی سلیم بھی حملے

کی تاب نہ لاسکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب خالد بن ولید اکیلے رہ گئے

لیکن آفرین ہے کہ آپ کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی۔ تن تنہا

دشمن کے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ اس طرح آپ نے بے شمار کفار کو تہ تیغ کیا۔ آپ کو

بھی بے بسیوں زخم آئے لیکن آپ اس وقت تک لڑتے رہے جب تک

کہ دشمن مغلوب نہیں ہو گیا۔

اوپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گنتی کے چند صحابہ رہ گئے

چند مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تن تنہا کفار پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن حضرت ابو سفیان

ابن عمارت آپ کے اونٹ کی ہمار کھینچ لینے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ

روک لیتے۔

جب آنحضرت صلعم نے دیکھا کہ مسلمان میدان چھوڑ کر بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا۔ کہ باوازملبذ مسلمانوں کو پکارو۔ چنانچہ حضرت عباسؓ کے پکارنے پر مسلمان لبتیک لبتیک کھتے ہوئے واپس آگئے اور لڑائی پھر گرم ہو گئی۔

(یہاں بھی حضرت خالد بن ولیدؓ پیش پیش تھے اور دشمن پر شدید حملے کر رہے تھے۔ جب لڑائی خوب زور شور سے جاری تھی۔ تو آنحضرت صلعم نے دشمنوں سے مخاطب ہو کر فرمایا :-

انا للہی لا کذب ان ابن  
عبدالطلب الاحمسی ابوطیس  
میں نبی ہوں بھوٹا نہیں ہوں میں عبدالطلب کا  
کا بیٹا ہوں۔ ہر شیار ہوجاؤ کہ اب (لڑائی کا) تورا گرم ہو گیا  
یہ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ سے اتر پڑے اور ایک  
مٹھی بھر ریت دشمنوں کی طرف پھینکی۔ ریت پھینکنے کی دیر تھی کہ دشمنوں کے  
پاؤں اکٹڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

معتبر روایات سے ثابت ہے۔ کہ قبیلہ ہوازن کا کوئی شخص باقی نہ  
رہا۔ جس کی آنکھ میں وہ خاک نہ پہنچی ہو۔ چنانچہ اس واقعہ کے متعلق قرآن  
میں ارشاد ہوتا ہے :-

و ما دمیت اذ دمیت و  
لکن اللہ دہی  
جو کچھ خاک و لکڑیاں کفار کی طرف آپ نے  
پھینکیں۔ وہ آپ نے نہیں پھینکیں۔ بلکہ

اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں۔

(اس وقت کفار کو یہ معلوم ہوا کہ آسمان وزمین کے درمیان سفید پوش آدمیوں کی ایک بڑی جماعت گھوڑوں پر سوار ہے اور وہ خوف کی وجہ سے ان کی طرف نظر نہیں کر سکتے۔

کافر اس واقعہ سے سرسبز ہو کر بھاگے۔ وہ لڑائی کے بعد ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ یا رویہ تو بتاؤ کہ جو لوگ گھوڑوں پر ہوا ہو کہ ہمارے لشکر کو قتل کر رہے تھے وہ لوگ کون تھے اور کہاں سے آئے تھے۔ مسلمانوں کے صحیح میں تو بھی ہم نے ان کو نہ دیکھا تھا؟

(غزوہ حنین میں حضرت خالد کو بہت زخم آئے تھے۔ آنحضرتؐ خود آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور آپ کے زخموں پر دم کیا۔ جس کی برکت سے حضرت خالد زخم بہت جلد شفا یاب ہو گئے۔)

طائف مکہ معظمہ سے ۱۸ میل کے فاصلے پر ایک سرسبز و شاداب قطعہ زمین ہے۔ جہاں بچوں کے

## طائف کا محاصرہ

باغات بکثرت ہیں۔ قبیلہ ہوازن و ثقیف کے گروہ حنین سے ہزیمت خوروہ ہو کر حصار طائف میں پہنچے اور مسلمانوں سے لڑنے کے ارادے سے سامان حرب کی درستی کرنے لگے۔ آنحضرتؐ صلعم کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے طائف کا قصد فرمایا۔ اور خالد بن ولید کو ایک ہزار فوج کے ساتھ لشکر کے مقدمہ میں رکھا۔ جب مقام لبیہ میں پہنچے جہاں مالک بن عوف کا مکان تھا تو معلوم ہوا کہ وہ گھر خالی کر کے طائف کے حصار میں چلا گیا ہے اور ہمسندوں کا سردار بنا ہوا ہے۔ آنحضرتؐ صلعم کے حکم سے طائف کے قلعے کا محاصرہ کر لیا گیا۔



مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے قلعہ والوں نے اپنے آپ کو خوب محفوظ کر لیا تھا اور ایک سال کا سامانِ خورد و نوش قلعہ میں جمع کر کے مطمئن ہو گئے تھے لشکرِ اسلام نے اٹھارہ روز قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اس اثنا میں کفار کے تیروں کی بارش سے بہت سے مسلمان زخمی اور شہید ہو گئے بالآخر وہاں سے ایک بلند مقام کی طرف لشکر کو ہٹایا گیا جہاں اب مسجد طائف واقع ہے۔ بعد نزولِ وحی، اٹھارہ دن کے بعد محاصرہ اٹھایا گیا حضور نے فرمایا کہ اس سال حصارِ طائف فتح نہ ہوگا۔ چنانچہ لشکرِ اسلام ایک دن کی فریڈ لڑائی کے بعد وہاں سے روانہ ہو گیا۔

قلعہ طائف کے محاصرہ کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا پیالہ دودھ کا میرے سامنے ہے۔ ایک مرغ نے چوبچ مار لی جس سے دودھ گر گیا۔ آپ نے صدیق اکبر سے یہ خواب بیان کیا۔ حضرت صدیق نے عرض کیا کہ یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہوگا۔ آپ کو انکی بات پسند آئی اور محاصرہ اٹھانے کا حکم دیا۔ لیکن بعد میں مالک بن عوف کے مسلمان ہونے سے قلعہ طائف خود بخود فتح ہو گیا۔ سب ہوازن مسلمان ہو گئے اور انہوں نے ثقیف کو بھی مسلمان کر لیا۔

۱۰ھ میں قبیلہ بنی مصطلق میں سے عارت

ابن ضرار مسلمان ہو گئے تھے۔ احکام شریعت

روزہ نماز سے واقف ہونے کے بعد جب

آپ اپنے قبیلہ کو واپس ہونے لگے تو آنحضرت سے عرض کیا: حضور میں

حضرت خالد بن  
بنی مصطلق کے پاس

اپنی قوم میں جاتا ہوں۔ ان کو مسلمان کر کے ارکانِ اسلام سکھاؤں گا اور جو مسلمان ہوگا۔ اس سے زکوٰۃ لے کر جمع کرتا رہوں گا۔ آپ کچھ مدت کے بعد میرے پاس کسی کو بھیج دیجئے گا۔ جو مال جمع ہوگا۔ خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ۹ھ میں آنحضرتؐ نے ولید بن عقبہ کو زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا۔

ولید چلے تو گئے۔ مگر راستہ میں خیال آیا کہ ایامِ جاہلیت میں مجھ میں اور بنی مصطلق میں جانی دشمنی تھی۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ مجھے مار دیا۔ یہ شبہ ہوتے ہی ان کے دل میں خوف سما گیا اور ان کا قدم سست پڑ گیا۔ جب بنی مصطلق کی بستی کے قریب پہنچے تو وہ اس خیال سے کہ شاید حضور صلعم نے ہمیں فراموش فرما دیا۔ مدینہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے انہوں نے اپنی بستی سے نکلنے ہی ولید کے آنے کی خبر سن لی تھی اور ان کے استقبال کے لئے خوشی خوشی آرہے تھے۔ لیکن ولید کے دل میں خوف تھا۔ وہ یہ سمجھے کہ یہ لوگ میرے قتل کو آرہے ہیں۔ اُلٹے پاؤں وہاں سے پلٹے اور دربارِ نبوی میں پہنچ کر عرض کی: یا رسول اللہ! وہ تو سب کے سب مرند ہو گئے ہیں اور ایک بڑا لشکر لے کر آپ سے لڑنے آرہے ہیں۔ آنحضرتؐ کو ولید کے اس کلام سے تعجب ہوا اور خالد بن ولید کو دریافت حال کیلئے بھیجا اور سمجھایا کہ خبردار جلدی نہ کرنا۔ پہلے خوب سوچ سمجھ لینا اور ان کے رویے کو غور سے دیکھنا ایسا نہ ہو کہ تم سے کوئی غلطی ہو جائے۔

جب خالد بنی مصطلق کے قریب پہنچے۔ تو ان کے سامنے

وہاں اذان کی آواز سُنی اور حضرت خالد کو مطلع کیا۔ کہ یہ بچے مسلمان ہیں۔  
حضرت خالد نے انہیں شعاثر اسلام کا پابند پایا تو فوراً وہاں سے مراجعت  
کر کے آنحضرت صلعم کو صورت حال سے مطلع کر دیا۔

## غزوہ تبوک مسراجی ملت

آنحضرت سرور کائنات کا یہ آخری غزوہ ہے۔ جو ۶۳۰ء میں ہوا۔ اسے اہل  
حضور فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تو حجاب کے پینے میں  
ماک شام سے ایک قافلہ روغن زیتون اور ارڈ سفید لے کر مدینہ میں بجا  
کے لئے آیا اور بیان کیا کہ ہر قتل نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے ایک  
بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے۔ بہت سے قبائل اور بے شمار عرب بھی اس کی  
امداد کے لئے آگاہ ہیں اور غمگین مدینہ پر چڑھائی ہوگی۔ بلکہ اس کے  
لشکر کا مقدمہ بلقا ذک آ پہنچا ہے۔ یہ بھی مشہور ہو گیا کہ عرب کے کسی  
نے ہر قتل کو لکھا ہے کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا وہ فوت ہو گیا  
ہے۔ اب اس کے صحابہ میں تفریق و انتشار ہے اور مدینہ میں قحط اور  
تنگی ہے۔

قافلہ والوں کا یہ بیان سارے مدینہ میں مشہور ہو گیا۔ آنحضرت نے  
خبر پائی تو مسلمانوں سے فرمایا: "سامان سفر درست کرو اور دشمن کو راستہ  
ہی میں روک لو۔"

قبائل کو اس حکم کی اطلاع دی گئی اور سامان سفر و دست ہونے لگا۔ آنحضرتؐ نے اس سفر کی کیفیت سے مسلمانوں کو اچھی طرح سے آگاہ فرما دیا تھا تاکہ ہر شخص پوری تیاری اور انتظام کے ساتھ چلے۔

جب سامان سفر کی تیاری سے فراغت ہوئی تو جب ۹ مہینے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیل کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے لشکر اسلام مدینہ کے باہر ثنیۃ الوداع کے میدان میں جمع ہوا۔ اس اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔ جس میں دس ہزار سوار تھے حضور صلعم نے لشکر کے مقدمہ پر حضرت خالد بن ولید کو مہینہ پر طلحہ بن عبد اللہ کو اور میسرہ پر عبد الرحمن بن عوف کو مامور کیا۔

عبداللہ بن ابی منافق مع اپنی جماعت کے مقام حرت سے اپس ہو گیا اور کہا: مجھے بنی اصرار کے مقابلہ کی تاب نہیں ہے، لیکن پھر بھی منافقین کی ایک جماعت مال غنیمت کے لالچ میں مسلمانوں کے ساتھ رہی۔ لیکن یہ لوگ غازیان اسلام کو لڑائی سے ڈراتے ہی رہے۔

مقام تبوک میں حضور اقدس کے رونق افزہ ہونے کے بعد ہر قیل نے لشکر اسلام کے حالات معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی کو بھیجا۔ اس نے خفیہ طور پر لشکر کے تمام حالات معلوم کر لئے اور ہر قیل سے بیان کیا کہ آنحضرتؐ صدقہ نہیں لیتے۔ ہدیہ قبول فرماتے ہیں۔ اہل لشکر بڑے رعب ڈاکے ہیں۔ اسلام کے لئے ہر وقت جان قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی ہر قیل کے ہوش و حواس گم ہو گئے اور وہ اپنا لشکر لیکر واپس چلا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس روز تک تبرک میں قیام فرمایا۔  
یہاں آپ نے ایک مسجد تعمیر فرمائی اور اس پاس کے علاقہ میں تبلیغ اسلام  
کے لئے بعض صحابہ کو روانہ کیا۔ اس تبلیغ کے اثر سے بہت سے عرب سواروں  
نے جو رومیوں کے ماتحت تھے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔

ایہ حکام و چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
اقدس میں حاضر ہوا اور ضربہ سے کرمعاہدہ کر لیا۔ اسی طرح جرجا اور اورج  
کے عیسائی مسلمانوں کی امان میں آگئے۔

بیس دن کے بعد حضرت عمر کی رائے کے مطابق  
**اکبیر کی سرکوبی** لشکر اسلام مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ واپسی کے  
وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو چار سو سواروں کے ساتھ  
دو تہا نجد بھیجا۔ یہ مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک پہاڑی قلعہ تھا۔ اس کا  
حاکم اکبیر بن عبد الملک رومیوں کا حلیف تھا۔

ایک مشہور روایت کے مطابق آنحضرت نے حضرت خالد سے فرمایا۔  
”اکبیر نیل گائے کا شکار کرتا ہوا ملے گا۔ اسے گرفتار کر کے لئے اور جب  
حضرت خالد اکبیر کے قلعہ کے قریب پہنچے تو رات ہو چکی تھی اور قلعے کا  
دروازہ بند تھا اور اکبیر اس وقت اپنی بیوی رباب بنت ایف کے ساتھ  
بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ناگاہ ایک پہاڑی گائے قلعے کے دروازے پر  
مکریں مارنے لگی۔ عورت نے اپنے شوہر کو یہ تماشا دکھایا۔ رات کا وقت تھا  
اور چاندنی چمکی ہوئی تھی۔ اکبیر کو نیل گائے کے شکار کا بہت شوق تھا

فوراً اپنے بھائی اور چند خدمتگاروں کو اپنے کرتکار کو نکل پڑا۔ لیکن قلعہ سے باہر نکلا ہی تھا کہ حضرت خالدؓ کی اس پر نظر پڑی۔ آپ نے بڑھ کر اس کی مشکبیں کس لیں۔ اکبیر کے بھائی حسان اور دیگر ہمراہیوں نے لانے کا ارادہ کیا۔ حسان تو مارا گیا اور باقی لوگ بھاگ نکلے۔

حضرت خالدؓ اکبیر کو زندہ گرفتار کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے اور اس طرح حضورؐ کا ارشاد مبارک پورا ہوا۔ آنحضرت نے ازراہ کرم اس کو امان دی اور عہد نامہ لکھ کر جزیہ مقرر فرمایا اور اس کی حکومت پر اس کو برقرار رکھا۔

مکہ میں فتح ہو چکا تھا۔ لیکن اس سال حج کا اہتمام مشرکین ہی نے کیا۔ اگلے سال رسول کریم ﷺ نے یقیناً ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امارت میں تین سو حجاج کا ایک قافلہ روانہ فرمایا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں نے سنت ابراہیمی کے مطابق حج ادا کیا۔

خانہ کعبہ حضورؐ کے دست مبارک سے بتوں سے بالکل پاک ہو گیا تھا۔ اب زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں بھی بند کر دی گئیں اور اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔

مکہ میں مکمل طور پر امن قائم کرنے اور اسلام کی تبلیغ کے لئے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ ان قبیلوں اور سرداروں کا زور توڑا جائے جو اپنے اقتدار اور اختیارات کو بہ قیمت باقی رکھنا چاہتے تھے اور جنہیں

مسلمانوں کی ترقی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔

چنانچہ ضروری انتظامات سے فارغ ہو کر حضور صلعم نے اس طرف توجہ فرمائی اور خالد بن ولید کے ہمراہ ایک لشکر بنی اسد بن خزیمہ کی طرف روانہ کیا جب بنی اسد کو خبر ہوئی کہ رسول خدا نے ہماری طرف لشکر بھیجا ہے۔ تو وہ مقابلہ کے لئے میدان میں پہنچ گئے مگر حضرت خالدؓ کے مقابلے میں ان کے پاؤں نہ جم سکے۔ اور سخت نقصان اٹھا کر لپسا پڑا پڑا۔ اور حضرت خالدؓ فتحیاب ہو کر مدینہ لوٹ آئے۔

ہجرت کے دو سو سال آنحضرت صلعم نے حضرت خالدؓ کو ایک جماعت کے ساتھ قبیلہ بنی النوارث کی طرف روانہ کیا۔ کیونکہ ان لوگوں کی شرابیتیں

بنی النوارث کی  
جماعتیں روانی

اور ظلم حد سے تجاوز کر چکا تھا۔ حضرت خالدؓ کو یہ حکم ہوا کہ تم وہاں پہنچ کر زنی کے ساتھ دعوت اسلام دینا۔ اور بہت آہستگی سے سمجھانا۔ اگر اس کے بعد بھی وہ لوگ نہ مائیں تو تلوار سے کام لینا۔

آپ نے وہاں پہنچ کر ارشاد نبوی کی تعمیل کی اور خدا کے فضل سے وہ سب لوگ راہ راست پر آگئے۔ حضرت خالدؓ نے ان سب کا حال لکھ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں ارسال کیا۔ حضورؐ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اے خالدؓ! ان کو بہشت کی بشارت سنا کر اور دوزخ کے عذاب سے ڈرا کر اللہ تعالیٰ کے وعدے و وعید سے خوب آگاہ کر دو اور جب یہاں اور تو ان میں سے ایک جماعت کو اپنے ساتھ لاؤ۔

اس فرمان کے موصول ہونے پر حضرت خالدؓ ایک جماعت کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔ جس وقت بنی الحارث کے لوگ دربارِ نبویؐ میں حاضر ہوئے تو با اوب سلام کر کے کہنے لگے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ آنحضرت صلعم نے ان کے سلام کا جواب دے کر ارشاد فرمایا کہ میں بھی خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کے برحق ہونے پر گواہی دیتا ہوں۔“

پھر آپ نے بنی الحارث کے اس گروہ سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ ایامِ جاہلیت میں اپنے دشمنوں پر کس وجہ سے غالب آتے تھے؟ انہوں نے عرض کی ہم لوگ جو کام کرتے تھے متفق ہو کر کرتے تھے اتفاق کو پاس نہ آنے دیتے تھے۔ اس پر رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا ”تم سچ کہتے ہو۔ آئندہ بھی ہمیشہ اتفاق سے کام لینا اور نفاق سے اجتناب کرنا۔“ جس وقت یہ لوگ مدینہ سے نجران کو واپس ہوئے۔ تو آپ نے پہلے تیس ابنِ حصین کو اور پھر ان کے بعد عمرو ابنِ حزم کو عامل بنا کر نجران بھیجا اور بتا دیا کہ وہاں کے صدقات و زکوٰۃ کا اہتمام رکھنا اور ان کو مساکین میں صرف کرنے کا بخوبی بندوبست کرنا۔ چنانچہ حضرت عمرو ابن حزم حضور کے نائب و قائم

بنک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

اس کے بعد آنحضرت صلعم نے سالِ دہمِ ہجری کے ربیع الاولِ پہلویٰ الثانی میں حضرت خالد بن ولید کو عبدالمدان کے پاس نجران بھیجا عبدالمدان میں ایک قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت صلعم کی حیات مبارک میں خالدؓ کا یہ آخری سفر تھا۔



میسری زندگی کا مقصد ترک دین کا سزا زنی  
 دین اس کے لیے مسلمانوں میں سے اس لیے غمناک  
**باب دوم**

## مشرکین اور مدعیان نبوت کی سرکوبی

جہاں مسلمان ہونے والوں میں ایسے لوگوں کی اکثریت تھی۔ جو  
 اسلام کو دنیا اور آخرت میں فلاح کا ذریعہ سمجھ کر مسلمان ہوئے تھے وہاں  
 کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے لالچ یا خوف کی وجہ سے اسلام قبول  
 کیا تھا۔ شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں ان لوگوں کو منافق کہا جاتا ہے  
 حضور صلعم کی زندگی میں تو منافقین کو بے تک ہلانے کی جرات نہ ہوئی۔  
 لیکن حضور کے بعد ان لوگوں نے پر پرزے نکالنے شروع  
 کئے اور طرح طرح کی تحریکیں چلا کر اسلام اور مسلمانوں کو ضعف پہنچانے  
 کی کوشش کی۔ منافقین کی ان ریشہ ورائیوں میں دو تحریکیں خاص طور  
 پر قابل ذکر ہیں۔

(۱) نبوت کا جھوٹا دعویٰ (۲) ارتداد،

۱۔ میلہ کذاب۔ طلحہ۔ اسود عثی اور سجاد بن جابر بن ابی اسود

وغیرہ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

ان میں سے اسود عنسی تو حضور صلعم کی حیات مبارک میں ایک

شخص فیروز نامی کے ہاتھوں کیفر کروا کر پہنچ گیا تھا۔ باقیوں کو حضرت

ابوبکر صدیق کے زمانہ خلافت میں حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں ہنرا ملی۔

اس جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اسلام قبول کرنے والے افراد

اور قبیلوں میں کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے مسلمانوں کی شجاعت کے

سامنے پس ہوا اور نبی وی فائدوں کے خیال سے اسلام قبول کر لیا تھا

چنانچہ حضور صلعم کے وصال کے بعد مسلمانوں کو خلافت کے مسئلے میں

انجھا ہوا دیکھ کر ان لوگوں نے خیال کیا۔ اب مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہو جائیگا

اور ہم پہلے کی طرح من مانی کر سکیں گے۔ اس لئے انہوں نے زکھلم کھلا

اسلام کے خلاف بغارت کا اعلان کر دیا۔ مرتد ہونے والے قبیلوں میں

بنی عبس، ذبیان اور کنانہ وغیرہ پیش پیش تھے۔ انہوں نے ارتداد کا اعلان

اس طرح کیا۔ کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور عوام کو اسلام اور مسلمانوں

کے خلاف منظم کرنے میں مصروف ہو گئے۔

مسلمانوں کے لئے یہ صورت حال بے حد شوشناک تھی۔ ایک

طرف حضور صلعم اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا صدمہ۔ دوسری طرف خلیفہ کے انتخاب

کے مسئلہ پر آپس میں اختلاف۔ اور سب سے بڑھ کر مرتدین اور مدعیان نبوت کی

ریشہ دوانیاں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اسلام کا وہ سرسبز و شاداب چمن جسے حضور

صلعم اور صحابہ کرام نے اپنے خون سے سنبھالا تھا۔ مڑھکا کر رہ جائے گا۔ ہر طرف

یابوسی اور یاس کی گھٹا ٹوپ تارکیاں چھائی ہوئی تھیں۔ مشرکین کی طرح خود مسلمانوں میں سے بھی بعض لوگوں کو اسلام کا مستقبل تاریک نظر آتا تھا۔

ایسے یاس کن حالات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سچے یون کی بیباکی اور جرأت کے ساتھ مخالفوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے صاف نفلوں میں اعلان فرمادیا۔ کہ مشرکین اور مرتدین کو کسی قیمت پر بھی مٹا نہ کیا جائے گا۔ آپ نے مرتدین اور مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لئے حضرت اسامہ بن زید کو روانہ کیا۔ اسامہ نے فتنہ ارتداد کو نہایت کامیابی کے ساتھ دبا دیا۔ اور بہت سماں غنیمت لے کر شام سے واپس آگئے۔ آپ نے اسامہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کر کے زبہ کی طرف کوچ کیا۔ اور بنی عیس، ذبیان اور کنانہ کو بمقام ابرق شکست دے کر پھر واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین و منحرفین کی سرکوبی کے لئے گیارہ لشکر تیار کئے۔ اور ہر لشکر کے لئے ایک ایک سردار اور ایک ایک نشان مقرر کیا اور حکم دیا کہ ہر قبیلے سے چند مسلمانوں کو حفاظت کے لئے چھوڑ کر باقی سب کو اپنے ہمراہ لے کر اہل ردت کا مقابلہ کیا جائے تاکہ وہ پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

ان میں سے ایک لشکر کی سرداری حضرت خالدؓ کو ملی اور حکم ملا کہ پہلے طلحہ مدعی نبوت پر چڑھائی کرو۔ اس کے بعد مالک بن نویرہ مرتد پر بطاح میں حملہ کیا جائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ہر لشکر کے امیر کو ایک ایک

فرمان دیا۔ جس کی عبارت یہ ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هٰذَا عَهْدٌ مِّنْ اَبِي بَكْرٍ

خَلِیْفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلٰی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفُلَانِ بَعِثَ فِیْهِمْ

بَعِثَهُ لِقِتَالِ مَنْ رَجَعَتْ اِلَیْهِ

وَعَهْدٌ اِلَيْهِ اِنْ یَّتَّقِی

اللّٰهُ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ اَمْرٍ

كَلَّهِ وَسِرَّةٌ وَجَهْرَةً وَامْرَةً

بِالْحِجْدِ فِیْ اَمْرِ اللّٰهِ وَمَجَاهِدَةً

وَمَنْ تَوَلَّیْ عَنْهُ وَرَجِعَ عَنِ

الاسلام الی امان الشیطان

بعد ان یعدّ بهم

فیدعوهم بد عایة الاسلام

فان اجابوا امساک منهم

وان لم یرجیبوه شدّ غاوتہ

حتی یقرّوا لہ ثم

ینبئہم بالتذی علیہم

والتذی لہم

توحید۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ

ابوبکر کا عہد ہے۔ فلان شخص سے جبکہ اسکو

روانہ کیا ان لوگوں کے ساتھ جن کو اس نے

ان لوگوں سے لڑنے کے لئے بھیجا ہے جو

اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں اور اس سے اس

امر کا عہد لیا ہے کہ وہ جتنا لامکان اپنے مکمل

امور میں خفیہ و علانیہ اللہ تعالیٰ سے درتار بیگا

اور اسکو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں ان لوگوں

کے مقابلہ میں کوشش کرنے اور لڑنے کا حکم

دیا ہے جنہوں نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اور

اسلام سے مڑ کر شیطان کی پناہ میں چلے گئے۔

اول تو ان سے تمام حجت کی جائے اور انکو

اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔ پس اگر وہ اسلام

قبول کر لیں تو ہاتھ روک لیا جائے اور اگر وہ

اسکو قبول نہ کریں تو ان پر متواتر حملے کئے جائیں

تا انکو وہ اسلام کا اقرار کریں۔ بعد ازاں وہ اپنے

فرائض اور حقوق سے آگاہ کئے جائیں۔ پس جو

فرائض اور حقوق سے آگاہ کئے جائیں۔ پس جو

ان پر فرض ہے وہ ان سے پورا کرایا جائے اور ان کے حقوق انکو دیئے جائیں۔ اس میں رعایت نہ کی جائے اور مسلمان اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑائی سے نہ ہٹے جائیں۔ جو شخص اللہ عزوجل کے حکم کو قبول کرے اسکا اقرار قابل پذیرائی ہے اور جس نے امر حق آنے کے بعد اللہ پاک کے ساتھ کفر کیا اس سے لڑائی کی جائے جس نے دعوت اسلام قبول کر لی اس پر کسی قسم کا الزام نہ پڑے اور بعد اسلام کے جو کچھ اس نے چھپایا ہے اللہ پاک اس سے محاسبہ کرے گا۔ اور جو شخص خدائی دعوت کو قبول نہ کرے اس سے جنگ و جدال کیا جائے خواہ وہ کسی جگہ ہو اور کہیں بھی بھاگ کر پہنچا ہو اللہ تعالیٰ کسی سے کچھ بجز اسلام کے قبول نہیں کریگا۔ پس جس شخص نے اسلام قبول کیا اور اقرار کیا وہ قبول کیا جائیگا اور اسکی رعایت کی جائیگی اور جس شخص نے انکار کیا اس سے لڑائی کی جائے پس اگر اللہ عزوجل ان پر غلبہ عنایت فرمائے تو وہ سب قتل کئے جائیں بعد ازاں وہ مال جو اللہ تعالیٰ ان سے دلایا ہے وہ جس کے علاوہ تقسیم کیا جائے

فياخذ ما عليهم ويعطيهم  
الذي لهم لا ينظرهم  
ولا يرد المسلمين من  
قتال عدوهم فمن اجاب  
الي امر الله عزوجل واقترله  
قبل ذلك منه واعانه عليه  
بالمعروف وانما يقاتل من  
كفر بالله على الاقرار بها جاء  
من عند الله فاذا اجاب الدعوة  
لم يكن عليه سبيل وكان الله  
حسيبه بعد فيما استبره ومن  
له يجب الي داعية الله قتل و  
قتل حيث كان وحديث بلغ مدائة  
لا يقبل الله من احد شيئا من  
اعطى الا الاسلام فمن اجاب واقتر  
قبل منه واعانه ومن ابى قاتله  
فان اظهر الله عليه عزوجل قتلهم  
فيه كل قتلته بالسلاح والنيوان ثم  
قسم ما انا الله عليه الا الخمس

فانہ یبلغناہ ویمنہ اصحاب اور خمس ہمارے پاس بھیج دیا گیا اور ہدایت کی  
 من العجلۃ والفساد وان لا یدخل جاتی ہے کہ اپنے ہمراہیوں کو فساد اور محبت سے  
 فیہم خشوا حتی یعرفہم ویعلم منع کرے اور کسی غیر کو اپنے میں داخل نہ ہونے دے  
 ماہم لئلا ینکروا عبودنا ولیدلوا یتقی المسلمون من قبلہم وان یتفقد  
 بالمسلمین ویرتق بہم فی البصر بلا یا ہوا اور یہ کہ مسلمانوں سے اچھا سلوک کرے  
 والمنزل ویفقہم ولا یجعل بعضہم اور روانگی و قیام کی حالت میں ان کے ساتھ  
 عن بعض ولینتوحی بالمسلمین فی حسن زمی سے پیش آئے اور ان پر رحم کرے

الصحبۃ ولین القول (واقعی کامل)

**طلیحہ** | آنحضرت سرور کائنات کے زمانہٴ حیات میں طلیحہ مرتد ہو کر سبیرہ میں  
 آکر مقیم ہو گیا تھا اور نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ بنی اسرائیل کے چند  
 فرقے اس کے تابع ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی  
 سرکوبی کے لئے حضرت ضرار بن ازور کو چند مسلمانوں کے ساتھ روانہ فرمایا۔  
 لیکن ابھی طلیحہ کی سرکوبی نہ ہونے پائی تھی کہ حضور سرور عالم وصال فرما گئے۔  
 جس سے طلیحہ کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ قبائل غطفان اور ہوازن وغیرہ اس کے  
 ساتھ ہو گئے اور ضرار فرامع اپنے ساتھیوں کے مدنیہ پہلے آئے،

قبیلہ غطفان کے وفد حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں معافی اور  
 ترکِ زکوٰۃ کے لئے حاضر ہوئے آپ نے انکار کیا اور ذوالفقہ میں ان پر حملہ  
 کر کے ان کو شکست دی۔ اس لشکر کے بعد غطفان و بنی اسد براعظم میں طلیحہ سے

اگر مل گئے اور طے نے بھی ایسا ہی کیا۔ بنو ہوازن و عامر خاموشی کے ساتھ نتیجہ کا  
انتظار کرتے رہے۔ حضرت خالد بن ولید ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے بڑھے  
آپ کی روانگی سے قبل عدی بن حاتم قبیلہ طے کی طرف روانہ کئے گئے تھے۔  
آپ کی کوششوں اور مدبرانہ حکمت عملی سے قبیلہ طے طلحہ کی ہمراہی سے علیحدہ  
ہو کر پھر دارۃ اسلام میں داخل ہو گیا۔

اسی اثناء میں خالد بن ولید بھی براخہ پہنچ گئے۔ جمال طلحہ اور عینہ  
بن حصین مرتدین کے گروہ کے ساتھ متقیم تھے۔ لشکر اسلام سے عکاشہ بن حصین  
اور ثابت بن اقرم انصاری پٹرول دو کیمپ جمال کے لئے نکلے۔ اتفاق سے  
طلحہ اور اس کے بھائی جبال نے غفلت کی حالت میں عکاشہ اور ثابت  
کو شہید کر دیا۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کو سخت مدد ملے۔ خالد بن ولید  
نے انصاری پر ثابت ابن قیس اور طے پر عدی بن حاتم کو امیر مقرر کر کے  
طلحہ سے مقابلہ کیا۔

عینہ بن حصین قبیلہ بنی فزانہ کے سرداروں کے ساتھ خالد کے  
مقابلہ میں میدان جنگ میں لڑا تھا اور طلحہ لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے  
انتظارِ وحی میں بیٹھا تھا جس وقت مرتدین کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑتے  
نظر آئے عینہ لوگوں کو میدان جنگ میں لڑنا چھوڑ کر طلحہ کے پاس دوڑا  
ہوا آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس میرے بعد کوئی آیا تھا؟ عینہ کا  
مقصد اس سوال سے یہ تھا کہ کیا تیرے پاس میرے بعد وحی آئی تھی؟ طلحہ نے  
نفی میں جواب دیا۔ عینہ یہ سن کر پھر میدان جنگ میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے

بعد وہ پھریحہ کے پاس آیا اور وہی سوال پوچھ کر دوبارہ میدانِ جنگ میں  
چلا گیا۔ چند ساعت کے بعد وہ پھر بھاگ کر طلحہ کے پاس آیا اور دریافت  
کیا طلحہ نے کہا۔ "ہاں جبرائیل آئے تھے" عینہ نے پوچھا۔ کیا کہا؟ طلحہ  
نے کہا۔ "وہ مجھ سے کہہ گیا ہے۔ تیرے لئے وہی ہوگا۔ جو تیری قسمت میں  
لکھا ہے۔"

عینہ نے یہ سن کر کہا۔ "اے نبی فرارہ! یہ شخص کا ذب کے تمڑائی  
سے کنارہ کش ہو جاؤ۔" عینہ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا۔ کہ مرتدین  
میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ بہت سے مرتد جنگ میں کام آئے۔ کچھ ایمان لائے  
میدانِ جنگ سے فرار کے وقت طلحہ نے عینہ سے دریافت کیا کہ تو کہاں جا رہا  
ہے عینہ نے جواب دیا کہ ہماری جنگ تو ختم ہو چکی۔ اب تو جبرائیل سے کہہ  
دے کہ وہ میدانِ جنگ میں آکر لڑیں؟

نبی فرارہ کے فرار کے بعد حضرت خالد نے دشمنوں کی صفوں میں

شکست ڈال دیا۔ چنانچہ نبی اسد و غطفان بھی دم دیا کر بھاگے۔ طلحہ مع اپنی  
بیوی کے گھوڑے پر سوار ہو کر ملکِ شام میں ملکِ بنی عسنان کی طرف چلا گیا۔  
حضرت خالد نے نبی فرارہ کا تعاقب کیا اور وادیِ احزاب میں ان کو شکست  
دے کر عینہ و قرہ بن مسلم کو گرفتار کر لیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت  
میں مدینہ بھیج دیا۔

(طلحہ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایمان لایا اور لشکرِ اسلام کے ساتھ

ہو کر دشمنانِ اسلام سے خوب لڑا۔ قبیلہ بنی اسد و غطفان بھی مسلمان ہو گئے)



حضرت خالد بن ولیدؓ کی اہراب کی لڑائی سے فتحیاب ہو کر واپس ہوئے  
اس زمانہ میں بنی عامر اسلام کی طرف رجوع کرنے میں پس و پیش کر رہے تھے  
اور ان کو زیادہ تر طلیحہ کی لڑائی کے نتائج کا انتظار تھا۔

جب خالد بن ولیدؓ نے بنی اسد و غطفان پر حملہ کر کے ان کو زبرد  
کر دیا۔ تو قبائل ہوازن، سلیم و عامر جو ان قبائل کے انجام کا انتظار کر رہے  
تھے حضرت خالدؓ کے سامنے آ کر اسلام لے آئے اور حضرت خالدؓ نے  
ان سب لوگوں کو ایمان دے دی۔ بجز ان چند اشخاص کے جنہوں نے  
زمانہ روت میں مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔ ایسے لوگوں کو حضرت خالدؓ نے  
ایک ایک کر کے قتل کر دیا۔

اس کے بعد قبائل غطفان و سلیم وغیرہ کے باقی ماند  
لوگ سلمی بنت مالک بن حذیفہ کے پاس صواب

## سلمی بنت مالک

میں جمع ہوئے اور اُسے اپنا پیشوا بنا لیا۔ سلمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے زمانہ حیات میں قید ہو کر آئی تھی اور ام المومنین حضرت عائشہؓ نے اس کو  
آزاد کر دیا تھا۔ ایک دن رسول خدا تشریف لائے تو سلمی عورتوں کے ساتھ  
حضرت عائشہؓ کے مکان میں موجود تھی۔ آپ نے سلمی سے مخاطب ہو کر اُسے  
اس کے ازندہ اور اسلام دشمنی سے آگاہ کیا چنانچہ حضور کی پیشینگوئی کے مطابق  
اسلام لانے کے بعد وہ مرتد ہو گئی اور بنو غطفان، ہوازن، سلیم اور اسد اسکے  
گرو جمع ہو گئے جب حضرت خالدؓ کو اس کی اطلاع ملی۔ اس وقت آپ  
مرتدین سے لڑ رہے تھے۔ اس محاذ سے فارغ ہو کر آپ سلمی کے مقابلے

کے لئے گئے۔ سلامی ایک ناقہ پر سوار ہو کر لوگوں کو لڑا رہی تھی۔ سو آدمی اسکے  
 ناقہ کی حفاظت کرتے ہوئے مارے گئے جب اس کا ناقہ زخمی ہو کر  
 گر پڑا۔ اور یہ بھی ماری گئی۔ زمرتدین کا گروہ میدان جنگ سے بھاگ گیا۔  
 اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

سجاء بنت الحرث بن سوید ایک نصرانی  
 عورت تھی اور اپنی فصاحت و بلاغت

کی وجہ سے بہت مشہور تھی۔ حضور سرور کائنات کے زمانہ حیات میں تو وہ  
 خاموش رہی۔ لیکن آپ کے وصال کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کیا  
 اور مرصع و مستحج کلام بنا کر لوگوں کو دھوکہ دینے لگی۔ بہت سے قبائل نے اسکا  
 اتباع کر لیا اور یہ انہیں لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئی۔

اتفاق سے اثنائے راہ میں حضرت خالد بن ولید کے لشکر سے  
 ٹھٹھ بھیر ہو گئی۔ اس کی جماعت اسلامی لشکر کو دیکھ کر منتشر ہو گئی اور وہ خود  
 جزیرہ میں جا کر بنی تغلب میں مقیم ہو گئی۔ حمام المجاعة (قحط سالی) میں امیر معاویہ  
 اسے اس کے قبیلہ بنی عقیان کے کوفہ میں لے آئے۔ اسی زمانہ میں سجاء  
 ایمان لے آئی اور باقی زندگی عہدگی سے گزار دی۔

سجاء کا فتنہ ختم کرنے کے بعد حضرت خالد  
 بن ولید بالک بن زبیرہ کی طرف متوجہ ہوئے

جو سجاء کا حلیف اور اس کے تابعین میں سے تھا۔

جب لشکر اسلام اس جانب روانہ ہوا۔ تو بعض انصار نے مخالفت کی

اور کہا کہ جب تک خلیفہ المسلمین کا حکم نہ آئے ہمیں آگے نہیں بڑھنا چاہیے  
لیکن بعد میں وہ بھی ہمراہ ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر مجاہدین مرتدین پر  
فتحیاب ہو گئے تو ہم اس نیکی سے محروم ہو جائیں گے اور اگر اس مقصد میں  
ناکام رہے۔ تو ہم پر ان کی ادا و نذر کرنے کا الزام عائد ہو گا۔

حضرت خالد بن ولید نے بطاح میں پہنچتے ہی ایک دستہ روانہ کیا اور اس  
کو یہ ہدایت کر دی۔ کہ لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیں اور جو زیادتی  
کریے یا مزاحم ہو۔ اسے گرفتار کر کے لے آئیں چنانچہ مالک بن نویرہ صبح  
چند اشخاص کے گرفتار کر لیا گیا۔

حضرت خالد بن ولید کے پاس پہنچ کر اہل لشکر میں مالک بن نویرہ  
کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعضوں کا یہ کہنا تھا کہ مالک بن نویرہ مسلمان  
ہے۔ ہم نے اسے اذان دیتے اور نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ یہ کہنے والوں  
میں ابو قتادہ بھی تھے۔ اور بعضوں نے کہا کہ ان لوگوں نے نہ تو اذان  
دی اور نہ نماز پڑھی۔

اس اختلاف کے باعث حضرت خالد نے کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے اور  
مجبور ہو کر ان لوگوں کو حضرت ضرار بن انور کی نگرانی میں دسے دیا۔ رات  
اندھیری تھی اور بارش ہوتی ہی تھی۔ ان کے منادی نے اوفتواؤں سے  
کی نداوی جس کا مطلب ہے "اپنے قیدیوں کو گرم کرو" کہنا ہے کہ طور پر  
اہل عرب اس جملے کا مطلب یہ بھی نکالتے تھے۔ کہ "قیدیوں کو قتل کرو"۔ اس کے  
سننے ہی ضرار نے قیدیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا حضرت خالد بن ولید

شور و غل سن کر باہر آئے۔ لیکن ضرار اس سے پیشتر ہی قیدیاں کے قتل سے  
فادغ ہو چکے تھے۔

ایک روایت یوں بھی ہے۔ کہ جب مالک بن نویرہ کو اس کے  
بہنوئیوں کے حضرت خالدؓ کے روبرو پیش کیا گیا۔ تو دوران گفتگو میں باہر  
پار حضرت خالدؓ کے دل میں شبہ ہوتا تھا کہ یہ شخص مرتد ہے اور اس شبہ کو  
اس وجہ سے اور تقویت ہو گئی۔ کہ جب مالک حضرت سرور کائنات صلعم  
سے کوئی روایت بیان کرتا تو یہ کہتا تھا حال وجہ کہ کذا یعنی تمہارے  
آدمی نے ایسا کہا جب چند مرتبہ مالک نے اسی طرح کلام کیا۔ تو حضرت خالدؓ  
نے جھٹکا کر کہا۔ اے کئے! پیغمبر ہمارا ہی مرد تھا تیرا نہ تھا؟ اور پھر اس کے  
قتل کا حکم دے دیا۔

بعض اشخاص حضرت خالدؓ بن ولید پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ  
مالک کی عورت خوبصورت تھی۔ خالدؓ نے اسے حامل کرنے کے لئے  
بے گناہ قتل کرا دیا۔ اور اس کی بیوی کے ساتھ خودکشی کر لیا۔ لیکن اتفاقاً  
سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خالدؓ نے اسے اس وجہ سے قتل نہیں کر لیا  
تھا کہ وہ اس کی بیوی سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔

ابن خلدون اور تاریخ کی دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ جس  
وقت مالک بن نویرہ گرفتار ہو کر آیا اور اپنی سریرہ نے اذان و نماز کی بابت  
احکامات کیا تو خالدؓ بن ولید نے مالک بن نویرہ کے قرب و جوار کے گھوڑے  
والوں سے اس بارے میں دریافت کیا۔ چنانچہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی

کہ مالک نے رسول خدا صلعم کے انتقال کی خبر سن کر بڑی خوشی منائی تھی اور یہ امر اس کے ارتداد کو ثابت کرتا تھا۔ اس کے علاوہ مالک بن نویرہ کے قتل ہونے کے فوراً بعد ہی حضرت خالدؓ نے اس کی بیوی سے نکاح نہیں کیا تھا تاہم میں اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ بلکہ علامہ ابن خلدون نے اس واقعہ کو لکھا تک نہیں۔ اور اگر یہی مان لیا جائے کہ فوراً ہی نکاح کر لیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مالک نے ایک مدت ہوئی۔ اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی لیکن رسم جہالت کے مطابق اسے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا اور یہ بات اس لئے قریب قیاس ہے کہ اگر صورت حال اس کے خلاف ہوتی تو شریعت اسلامی کی رو سے عدت کا عرصہ گزرے بغیر حضرت خالدؓ اس کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے تھے۔

روایات بالا سے مالک کا قتل دو طرح پر ثابت ہے۔ یا تو وہ ضرار بن ازور کے ہاتھ سے حضرت خالدؓ کے علم و اجازت کے بغیر قتل ہوا۔ حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے پہلے اس کا کام تمام ہو چکا تھا۔ اس صورت میں حضرت خالدؓ اس کے قتل کے ذمہ دار نہ تھے۔ یا اس کی نسبت حتمی طور پر یہ ثابت ہو چکا تھا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے جو خود اس کی گفتگو سے بھی ثابت تھا اور اس صورت میں اس کا قتل مناسب تھا۔ غرض خالدؓ بن ولید اس الزام سے ہر حالت میں بری ہیں۔

مالک کے قتل اور خالدؓ کے نکاح کی خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا۔ کہ خالدؓ نے بوقتادہ کی گواہی کے باوجود کہ مالک

اور اس کی قوم مسلمان ہے اسے قتل کر دیا ہے۔ خالد کو امارت لشکر سے معزول کر دینا چاہیے حضرت ابوبکرؓ نے جواب میں فرمایا کہ میں خالد کو معزول نہیں کر سکتا۔ جس کو رسول خدا صلعم نے سیف اللہ کا خطاب دیا ہے اور کفار کی سرکوبی کے لئے مخصوص کیا ہے۔ میں اس تلوار کو نیام میں نہیں کر سکتا۔ آخر حضرت عمرؓ کے اصرار پر ایک قاصدین صحیح کراکشاف حالات کے لئے حضرت خالدؓ کو مدینہ بلا یا گیا۔

جب خالد بن ولید مدینہ طیبہ پہنچے۔ تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ تم نے مالک کو اسلام کی حالت میں قتل کیا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ تم سے مالک کا قصاص لیا جائے گا لیکن صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے خالدؓ کو بے گناہ قرار دیا اور ان سے اس سلسلے میں کوئی مواخذہ نہ کیا گیا۔

اس بات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مالک کے قتل کے سلسلے میں حضرت خالدؓ بالکل بے گناہ تھے۔ صرف غیر مسلم مورخین نے انہیں بدم کرنے کے لئے رائی کو پھاڑنے کی کوشش کی ہے۔

**مسئلہ کذاب**  
 مسیلمہ بنو حنیفہ کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا حضور صلعم کی حیات میں بنو حنیفہ کا وفد دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ مسیلمہ بھی ساتھ آیا۔ اہل قبیلہ نے مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک جنگ قیام کیا اور مسیلمہ کو سامان وغیرہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر خود آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضورؐ نے اپنے پاکیزہ دستور زندگی اور بلند اخلاق

کی وجہ سے اہل وفد کو تحفے تحائف سے نوازا۔ اور ان میں سے بعض لوگوں نے اپنا اپنا حصہ لے کر میلہ کا ذکر بھی کر دیا۔

حضور صلعم نے یہ سن کر فرمایا: "کیونکہ میلہ تمہارے اسباب کی خفایت کر رہا ہے۔ اس لئے اس کی جگہ تمہاری جگہ سے بڑی نہیں" اور اس کا حصہ عنایت فرما دیا۔

یہ بات سن کر میلہ نے نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے حضور کے اس ارشاد کی یوں تاویل کی۔ کہ حضور نے میری جگہ اور اپنی جگہ کو برابر قرار دیا ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ میں نبوت میں حصہ دار ہوں۔ اسکے بعد اس نے قرآن شریف کی آیات کے مقابلے میں مقفی اور مسیح عبارتیں پڑھ پڑھ کر سنانی شروع کیں اور شراب اور زنا کو حلال قرار دے دیا۔ مثل مشہور ہے کوڑھی کو کوڑھی سوکوس کا چکر کاٹ کے ملتا ہے میلہ کتاب کے گروہی ایسے بہت سے آدمی اکٹھے ہو گئے اور انہی میں ایک شخص ہمارا الرجال بن عمرو تھا۔ اس شخص نے ہجرت کے بعد مدینہ میں حاضر ہو کر حضور کی نگرانی میں دینی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس لئے بنو حنیفہ اسکا کافی اعتبار کرتے تھے۔

کسی نہ کسی طرح میلہ نے ہمارا الرجال کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور اس سے یہ گواہی دلوائی کہ پیغمبر اسلام صلعم نے میرے ساتھ کہا کہ میلہ کو میرے ساتھ نبوت میں شریک کر دیا گیا ہے۔ اور گروہ کے قبائل پر اس بات کا بہت اثر ہوا اور حضور سے ہی دنوں میں میلہ کے ماننے والوں کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عکرمہ بن ابوہل کو مسیلہ کے مقابلے کے لئے پیامہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ اور انہیں حکم دیا تھا کہ جب تک شرجیل بن حسنہ ہماری مدد کے لئے نہ پہنچ جائیں۔ حملہ نہ کرنا۔ لیکن عکرمہ بن ابوہل نے عجلت کر کے حضرت شرجیل کے آنے سے قبل مسیلہ سے لڑائی پھیر دی جس میں انہیں ہزیمت ہوئی۔ اس ہزیمت کی خبر جب صدیق اکبرؓ کو ہوئی تو آپ نے عکرمہ کو لکھا۔ "تم خود تو استخوان نہیں اور شاگردی کو غیب جانتے ہو۔ شرجیل کے پہنچنے سے پہلے تم نے کیوں حملہ کیا۔ اب تم مدینہ کا رخ نہ کرنا بلکہ خلیفہ یوسف کے پاس چلے جاؤ اور ان کی ماتحتی میں مہرہ اور اہل عمان سے لڑو۔" اسی اثنا میں حضرت خالدؓ مالک بن نویرہ کے قتل کی جواب دہی کے سلسلے میں مدینہ پہنچ گئے۔ اور مصلحت ہو کر حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو مسیلہ کی طرف روانہ کیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ روانگی کا حکم پاتے ہی پیامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بنی حنیفہ کا اس وقت بہت زور شور تھا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ چالیس ہزار سپاہی پیامہ کے دیہات اور وادیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ عکرمہ کی طرح حضرت شرجیل نے بھی عجلت کر کے لڑائی شروع کر دی تھی۔ اور ناکامی کے آثار نمایاں تھے۔ اتنے میں حضرت خالدؓ پہنچ گئے۔ اسکے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک اور گروہ حضرت خالدؓ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

ایک تو خود مسیلہ کے پاس کثیر جمعیت تھی۔ اس کے علاوہ سجاجع کی



باقی ماندہ فوج بھی اس سے اکڑ ل گئی۔ اس لئے ان کے حوصلے بہت بلند تھے۔

انہوں نے حضرت خالدؓ کے آنے کی اطلاع پائی۔ تو جنگ کے قصد سے پیامہ سے نکل کر صف آرا ہوئے حضرت خالدؓ نے نثر جمیل کو مقدمہ الجیش پر مقرر کر کے آگے بڑھنے کو کہا۔ اتفاق سے رات کے وقت مجاہد سے جو چالیس یا ساٹھ آدمیوں کی جماعت کے ساتھ تھا۔ مڈ بھیر ہو گئی نثر جمیل نے مجاہد پر حملہ کر دیا اور مجاہد کے سوا سب کو خاک و خون میں لٹا دیا۔ اسکے بعد خالدؓ آگے سیکہ کذاب و بنی حنیفہ نے مع چالیس ہزار فوج کے حضرت خالدؓ کا مقابلہ کیا۔ حضرت خالدؓ کے ساتھ صرف تیرہ ہزار مجاہد تھے۔

سیکھ کی فوج کے مقدمہ پر رجال تھا۔ اور اپنی فوج کو نہایت ہوشیاری سے لڑا رہا تھا۔ یہاں تک کہ پہلے حملہ میں تو بنی حنیفہ لڑتے لڑتے حضرت خالدؓ کے خیمہ تک پہنچ گئے۔ اس خیمہ میں ام تمیم زوجہ حضرت خالدؓ بھی تھیں۔ حضرت خالدؓ بن ولید عمار بن یاسر اور عبدالرحمن بن ابی بکر نے نہایت جانبازی سے مقابلہ کیا اور دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ اللہ جل شانہ کی عنایت سے مرتدین کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے انہیں مارنے مارنے حدیقہ تک پہنچا دیا۔ جہاں سیکھ مقیم تھا۔ تھوڑی دیر تک حدیقہ کے دروازہ پر لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار اسلامی لشکر حدیقہ کی دیواریں توڑ کر اندر گھس گیا۔ لوگوں نے سیکھ سے کہا۔ کہ وہ تیرا وعدہ کہاں ہے جو تیرا خدا تجھ سے کیا کرتا تھا؟ سیکھ نے کہا۔ ہر شخص اپنے اہل و عیال کے لئے

بڑے۔ یہ موضح ان باتوں کے دریافت کرنے کا نہیں۔

حضرت خالدؓ وہاں پہنچے۔ تو محکم بن طفیل نے اس ملک کے مشاہیر کو طلب کر کے کہا کہ خالدؓ بن ولید تمہاری تخریب اور بربادی کے لئے ایسی فوج کے ساتھ آیا ہے جو حیاتِ ابدی کے لئے اپنی جان عزیز کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ اہالیانِ یمامہ نے جواب دیا: "لڑائی میں ہم ایسی بہادری دکھائیں گے کہ خالدؓ اپنی جرأت پر ناوم ہوں گے۔ اور اگر موت کے پنجہ سے رہائی پانے کے تو دنیہ پہنچ کر ہی دم لیں گے۔ کہیں راستہ میں نہ ٹھہریں گے۔" محکم بن طفیل نے ان کی تعریف کی اور کہا تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے یمامہ میں پہنچ کر شکرِ اسلام سے بائیں نفر کو بجا کر کے حکم دیا کہ گرد و نواح میں جاؤ اور مرتدین میں سے جو کوئی ہاتھ لگے گرفتار کر لاؤ۔ چنانچہ اس تک و دو میں دو آدمی ایک مجامعہ اور دوسرا ماریہ بن عامرؓ ایک جماعت کے ان کو بے مسلمانوں کے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا: ہم بنی حنیفہ میں سے ہیں۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور حضرت خالدؓ کی خدمت میں لے آئے۔

حضرت خالدؓ نے ان سے سبیلہ کی بابت دریافت کیا۔ انہوں نے مجامعہ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے مجامعہ سے استفسار کیا۔ تو اس نے کہا کہ "میں اور ساریہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں موتہ پہنچ کر دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے اور آپ کی خدمت میں رہے تھے لیکن اپنے مال و عیال کے

مخلع ہونے کے خوف سے ہم نے اس کا ذب سے موافقت کر لی۔ کیونکہ ہم کھلم کھلا اس کی مخالفت کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ پھر ساریہ نے کہا: اگر تم دربارِ پیامبر کو اپنے تصرف میں لانا چاہتے ہو تو مجھے اور مجاہدہ کو اپنی پناہ میں لے لو چنانچہ حضرت خالدؓ نے ان دونوں کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔

انگلے روز صبح کو سپہ سالارِ پیامبرؐ متلبے کو آیا اور کچھ دیر تک لڑنے کے بعد عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مشرکین نے یکبارگی حملہ کیا۔ جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ لیکن حضرت خالدؓ نے نہایت دلیری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا "خدا سے ڈرو۔ البیانہ ہو کہ بزودی کا وہیہ تمہارے اس پر لگ جائے اور خدا اور رسولؐ کی نگاہ میں ذلیل ہو جاؤ۔ اگر اسلام کی لاج رکھنا چاہتے ہو تو اپنی جگہ دشمن کے حوالہ نہ کرو۔" اس پر اسلامی فوج نے نہایت جوش کے ساتھ دشمنوں پر متواتر حملے کئے۔ اور ان کی صفوں کو ہلا دیا۔

اس اثنا میں ایک کافر نے ابو جہانہ پر حملہ کیا۔ لیکن آپ نے اس کا وار خالی دے کر تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر دوسرے سوار کو مارا۔

رافع بن خدیج انصاری سے روایت ہے کہ اس دن کی لڑائی ایسی سخت اور بدیتناک تھی کہ ہم پر آیتہ سستدعون الی قوم اولی باس شدت (ترجمہ: غنقریب تم ایسی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے جو لڑائی میں نہایت سخت اور شدید ہوگی) کے معنی اور مطالب ظاہر ہو گئے۔ دشمنوں کی ثابت قدمی سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہوگی۔ مگر حضرت رب الارباب کی تائید سے

کفار کے جہاد ننگوں ہو گئے۔ لانغداد کا قریب جہنم رسید ہوئے اور مسیلہ  
بقیۃ السیف کو لے کر باغ میں گھس گیا۔ جس کو حدیقۃ الرحمن کہتے تھے اور  
بعد میں حدیقۃ الموت کہلانے لگا۔

حضرت خالدؓ نے مسلمان شہداء کو دیکھا تو فرماتے لگے۔ کہ آج سے  
بدتر اور سخت دن میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے لشکر اسلام کو جہاد کی غیب  
دی۔ چنانچہ مسلمانوں نے مسیلہ کے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ مسیلہ نے اپنی نجات کی  
کوئی صورت نہ دیکھی تو مجبوراً زرہ پہن کر اور اپنے منتخب ساتھیوں کو ساتھ  
لے کر لڑتا ہوا نکلا۔ اس داروگیر میں ایک تیرہ کے ایسا لگا کہ وہ اپنی جگہ  
سے حرکت بھی نہ کر سکا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ ایک خیال یہ ہے کہ ابن عمار نے  
نہایت جرأت کے ساتھ اس کے سر پر ایک تلوار ماری۔ جس سے وہ واصل  
جہنم ہو گیا۔

جب حضرت خالدؓ بن ولید نے مسیلہ کی نعش کو مقتولین میں دیکھنا  
چاہا تو مجاہد آپ کے ہمراہ تھا حضرت خالدؓ کی نظر ایک عظیم الجثہ نعش پر پڑی۔  
تو آپ نے مجاہد سے پوچھا۔ کیا یہی مسیلہ ہے؟ مجاہد نے کہا۔ نہیں یہ شخص  
ہمارے سردار سے ہزار درجہ بہتر تھا۔ پھر خالدؓ نے مسیلہ و اہلنہس کو دکھا کر  
کہا۔ کیا تیرے سردار ہی تھے جو تجھ پر حکومت کرتے تھے؟ مجاہد نے کہا  
”مسیلہ ہی ہے۔ اور یہ لوگ ایسے ہی تھے۔ لیکن آپ ان کے قتل پر نازاں نہ  
ہوں۔ ان سے زیادہ دلاور اور جنگ جو ابھی قلعہ میں موجود ہیں۔ ایک مدت  
ان کے مغلوب کرنے کے لئے درکار ہوگی۔ آپ مجھے چھوڑیں اور مجھ سے

اور میری قوم سے مصالحت کر لیں۔ تو میں ان کو آپ کے ساتھ صلح کرنے پر آمادہ کر سکوں گا۔

خالد بن ولید چونکہ فوج کو آرام کرنے کا حکم دے چکے تھے اسلئے مجاہد سے کہا: میں تمہیں قید سے رہا کئے دیتا ہوں۔ تم اپنی قوم میں جا کر لوگوں کو صلح کرنے پر آمادہ کرو۔ میں ان سے فقط ان کے نفوس کی بابت صلح کر لوں گا۔

مجاہد حضرت خالد کی قید سے رہا ہو کر قلعہ میں گیا اور شہر کی فصیل پر مسلح عورتوں کو کھڑا کر کے خالد کے پاس واپس آیا اور کہا: وہ لوگ محض اپنی جانوں پر مصالحت نہ کریں گے۔ خالد نے قلعہ کی طرف دیکھا تو اس کی فصیلیں ہتھیاروں سے جھکتی نظر آئیں اور لشکر اسلام کی یہ کیفیت تھی۔ کہ ۳۶ آدمی انصار میں سے اور اسی قدر مہاجرین اور اسی قدر تابعین میں سے شہید ہو چکے تھے اور جو باقی تھے۔ ان میں زخمیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ لشکر کی موجودہ حالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت خالد نے نہایت نرم شرائط پر صلح نامہ لکھ دیا۔

صلح کے بعد قلعہ کھولا گیا۔ تو لوگوں اور عورتوں کے ہوا اور کوئی نظر نہ آیا۔ خالد نے مجاہد سے کہا: تو نے فریب دے کر مجھ سے صلح نامہ لکھایا ہے۔ مجاہد نے عرض کی: اگر میں یہ جیل نہ کرتا تو میری قوم میں کسی قسم کی انتقام باقی نہ رہ جاتی۔ آپ مجھے معاف فرمائیں۔ میں نے اپنی قوم کی رسوائی کے خیال سے یہ سب کچھ کیا۔ حضرت خالد یہ سن کر خاموش ہو گئے اور صلح نامہ کو قائم رکھا۔

مجاہد کے یہ کہنے پر اس کی قوم سے سات آدمی نکلے اور حضرت خالدؓ سے صلح کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور جس خیال پر وہ اس سے پیوستہ تھے اس سے بیزاری ظاہر کی لیکن سلمہ بن عمیر کے دل میں خالدؓ کی جانب سے خلش رہی اور اس نے ان کے ساتھ دغا بازی کا قصد کیا۔ مگر سلمہ کے ہمراہیوں نے خالدؓ کو اس کے بے ارادوں سے آگاہ کر دیا جس کی پاداش میں حضرت خالدؓ نے اسے قید کر لیا۔ پھر یہ قید سے نکل بھاگا۔ لیکن لوگوں نے اسے گرفتار کر کے مار ڈالا۔

حضرت خالدؓ نے بوحنیفہ میں سے ایک گروہ کو بطور ووزیرح اپنے خط کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جس میں انہوں نے قتلِ مسلمہ اور فتحِ یمامہ کا مفصل حال لکھا۔ حضرت صدیق اہلِ وفد سے کمالِ عزت و احترام سے پیش آئے۔ اور ان لوگوں سے مسلمہ کے بنائے ہوئے فقرا دریافت کئے۔ انہوں نے جو کچھ یاد تھا سنا دیا۔ حضرت صدیقؓ نے سن کر کہا: بھلا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہو سکتا ہے۔ جاؤ اپنی قوم میں رہو اور اسلام پر ثابت قدمی دکھاؤ۔ جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ خوش ہوں گے۔

فتحِ یمامہ سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ فرزندِ ولید نے بحرین کی ایک وادی کی طرف رخ کیا

## رقتِ حطم و اہلِ بحرین

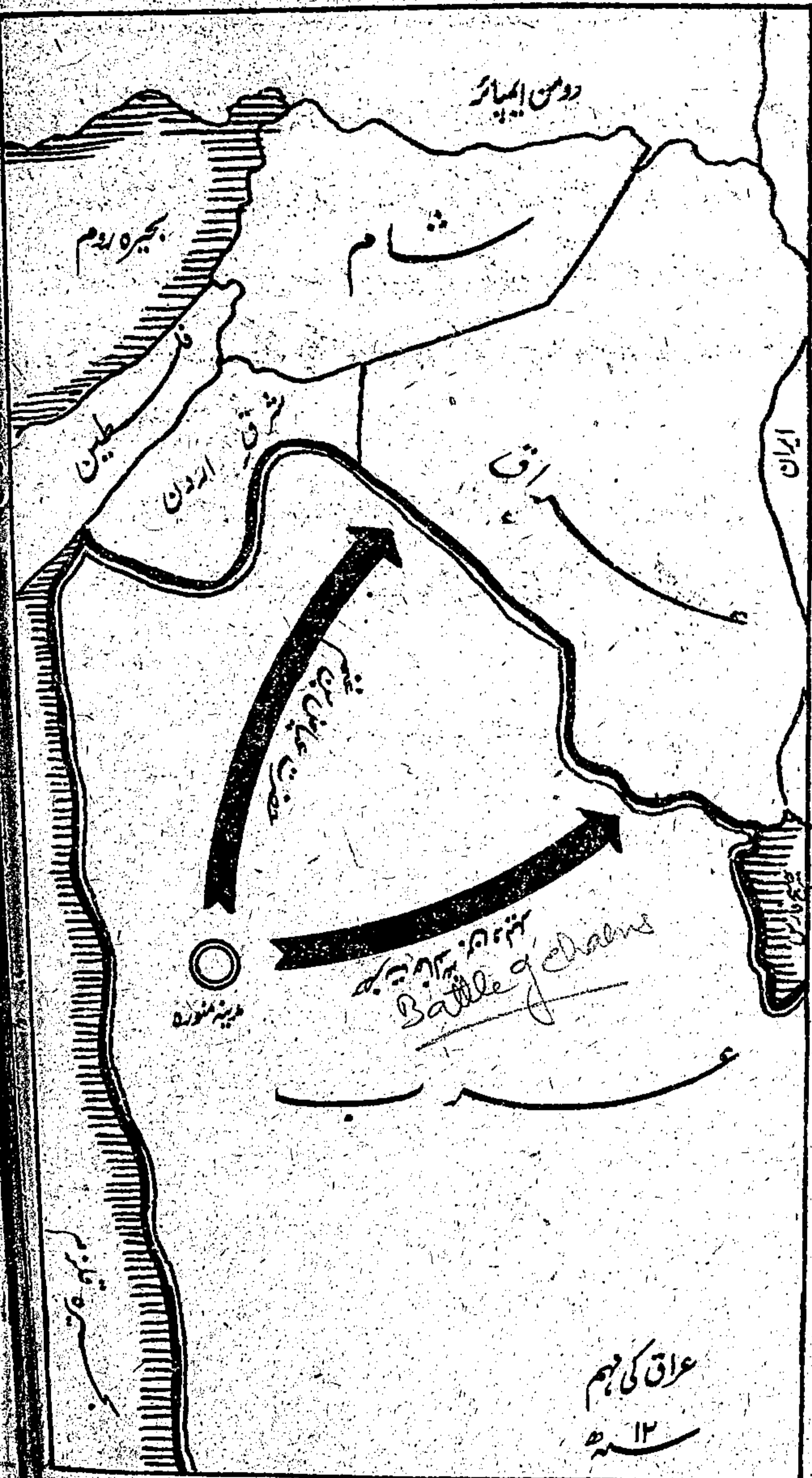
جہاں عبد القیس و بکر بن وائل وغیرہ جمع ہو رہے تھے۔ یہ لوگ بھی مرتدین میں سے تھے۔ عبد القیس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تک مسلمان رہا۔ جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی تو وہ اور اس کے ساتھی مرتد ہو گئے اور یہ

کہنے لگے کہ اگر محمد نبی ہوتے تو وفات نہ پاتے۔ ایک شخص جا رو بن احسبی  
 نے کہا: تمہاری غفلوں پر کیا پتھر پڑے ہیں۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ  
 نے محمد صلعم سے پہلے بھی بہت انبیاء دنیا میں بھیجے۔ وہ لوگ بھی اپنا اپنا زمانہ حیات  
 پورا کر کے رحلت فرما گئے۔ محمد صلعم بھی نبی تھے اور جب ان کا زمانہ حیات ختم ہوا  
 تو وہ بھی واصل بحق ہو گئے۔

عبدالقیس کے دل پر ان کلمات کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے فوراً توبہ  
 کی اور اسلام پر ثابت قدم رہا اور اس طرح بغیر کسی جنگ کے یہ لوگ راہِ راست  
 پر آگئے۔

M. Aslam

اے ہزاروں سالے عالم! ہمیں اپنے اسلاف کا ایمان  
 غلط کر بھارا ہے اور ہمارے سوا کس کے سامنے نہ ٹھوکتے اور  
 بھارا دل پڑے سوا کس سے سرعوب سنو اور اے ہمارے  
 رب ہمارے قوم کو خالد بن ولید سے بھی عفت لہو  
 محمد بن قاسم کا عزم زے ہمیں





9  
 copy  
 Joca copy may

# باب سوم

## فتوحات ملک عراق

عراق پر فوج کشی کے اسباب

ظہور اسلام کے وقت روم اور ایران میں دو زبردست سلطنتیں قائم تھیں۔ جن کا سیاسی غلبہ قریب قریب ساری دنیا پر تھا۔ عربوں کے متعلق ان دونوں حکومتوں کا رویہ یہ تھا۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے اس آزاد قوم کو اپنی غلامی کی زنجیریں پہنا دیں۔ لیکن عربوں کی فطری شجاعت، آزادی سے محبت اور صحرا سے عرب کی جغرافیائی پوزیشن کے سامنے ان کا بس نہ چلتا تھا۔ ۲۳ ق۔ م میں ایک رومی جنرل ایلپوسی گلیس نے ایک بڑی فوج کے ساتھ عربوں کی آزادی پر بھرپور وار کیا بھی تھا۔ لیکن اسے عبرتناک ہزیمت کا منہ دے کر پڑا تھا اور اس کے رومی سپاہیوں کو اندرون عرب تک قدم بڑھانے کا نہ ہوا تھا۔

یہی حال ایرانیوں کا تھا۔ ان کی طرف سے کسی بار کوشش ہو چکی

تھی۔ کہ دنیا کی دیگر اقوام کی طرح عرب بھی ان کے حلقہ گروش بن جائیں لیکن  
رومیوں کی طرح وہ بھی اپنے مقصد میں ناکام رہے تھے۔

عربوں کے مقابلے میں اپنی فوجی طاقت کو بے کار سمجھتے ہوئے  
ان دونوں سلطنتوں نے حکمت عملی اور سیاسی داؤں گھمات سے عربوں کو  
بے بس بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ خزاعہ۔ جہنیہ۔ ہی۔ کلب۔ سخم۔  
غسان۔ بہراؤز نوح وغیرہ عرب کے شمالی علاقوں میں بسنے والے عرب  
قبیلوں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی اپنی سرحدوں پر حیرا اور غسان در نیم آزاد  
ریاستیں قائم کر دی تھیں۔ جن میں سے ہر ایک کی حیثیت بفر سٹیٹ کی تھی۔  
حیرا کی ریاست جس کا اثر و اقتدار پورے عراق پر پھیلا ہوا تھا۔  
ایرانیوں کی پروردہ تھی۔ گویا اس طرح عراق عرب پر ایرانیوں کو سیاسی غلبہ  
حاصل تھا۔

حضرت خالد بن ولید نے مسلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں

کی بہر کوئی کر کے عرب کے اندرونی علاقوں میں منافقین اور مرتدین کا زور  
ٹوڑ دیا تو ان اسلام دشمن طاقتوں نے حیرا اور غسان کا رخ کیا (اور ایرانیوں  
اور رومیوں نے اسلام کے ان باغیوں کی پشت پناہی کی اور انہیں  
اکسایا کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

ایک تو اس لئے کہ مفرد منافق اور مرتد اپنی تخریبی سرگرمیوں کی  
وجہ سے سرحدوں کے قریب بسنے والے مسلمانوں کے لئے مصیبت ثابت  
ہو رہے تھے۔ (دوسرے مسلمانوں کے سیاسی وقار کا تقاضا تھا کہ فساد کی

اس جنگاری کو دامن تک پہنچنے سے پہلے بچھاو یا جلنے پر چنانچہ خلیفہ اول  
حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حالات کا پوری طرح جائزہ لینے کے بعد حضرت  
خالد بن ولید اور عیاض بن غنم دو جرنیلوں کو عراق کی ہم کے لئے منتخب فرمایا  
حضرت خالدؓ کو حکم ہوا کہ وہ ابلہ کی ایرانی چھاوئی پر حملہ کریں اور

عیاض بن غنم کو شمالی طرف صحیح کے مقام پر حملہ کرنے کا حکم دیا جب یہ  
دونوں فوجیں اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہو گئیں تو غوث حمیری اور  
قعقاع بن عمرو کو ان دونوں سرداروں کی انداو کے لئے فوجیں دے کر  
روانہ کیا۔

(3) اس موقع پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ کچھ عرصہ پیشتر ایران کے شہنشاہ  
خسرو پرویز نے اپنی نانا قبیلہ اندیشی کے سیدی جیرا کے عرب سردار نعمان  
بن ثابت کو قتل کر کے اس یارت کا کل انتظام خود سنبھال لیا تھا۔

حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو تین  
حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے

CHAINS  
ایرانیوں کے ساتھ پہلا معرکہ

پیشنی کو سالار مقرر کر کے مقدمہ الجیش کے طور پر آگے روانہ کیا۔ دوسرا حصہ  
عدی بن حاکم کی کمان میں دسے کرشنی کے پیچھے روانہ کیا اور بقیہ فوج کو  
اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔ یہ تینوں لشکر الگ الگ راستوں سے روانہ  
ہوئے۔ طے یہ پایا کہ حفر کے مقام پر سب اکٹھے ہو جائیں۔ غالباً یہ حکمت عملی  
اس لئے اختیار کی گئی کہ دشمن کو حملے کا صحیح مقام معلوم نہ ہو سکے اور وہ اپنی  
طاقت کو تین مقامات کی طرف منتقل کرنے پر مجبور ہو جائے۔

اہلہ کی چھاؤنی کا گورنران دنوں ہرمنز نامی ایک ایرانی سردار تھا۔ اس نے اسلامی لشکر کی آمد کی اطلاع پا کر اور شیر شہنشاہ ایران کو صورت حال سے اطلاع دی اور خود اپنی فوجوں کو منظم کر کے کو اظم کے مقام پر پہنچا۔ جو بصری سے دو منزل کے فاصلے پر ایک ساحلی مقام ہے۔ اس کے بعد جب اسے اطلاع ملی کہ مسلمان فوجیں حنیفرہ کے مقام پر جمع ہو رہی ہیں تو اس طرف کا رخ کیا۔ لیکن حضرت خالدؓ نے کو اظم کی طرف کوچ کر دیا اور ہمز کو پھر پلٹنا پڑا۔

ہمز کو اس بات کا پوری طرح احساس تھا کہ ایرانی سپاہی مسلمانوں کی شجاعت سے بہت مرعوب ہیں۔ اس لئے اس نے یہ تدبیر کی۔ کہ لڑنے والے سپاہیوں کو لمبی لمبی زنجیروں سے ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیا۔ تاکہ کوئی بھاگنا چاہے تو بھاگ نہ سکے۔ اسی لئے اس جنگ کو جنگ ذات السلاسل بھی کہتے ہیں۔

فریقین نے ایک میدان میں صف آرائی کی۔ اسلامی لشکر ایسے مقام پر اپنے خیمے نصب کرنے لگا۔ جہاں پانی نہ تھا۔ حضرت خالدؓ کے ہمراہیوں نے کہا "اسلامی لشکر پانی کے بغیر مر جائے گا۔" آپ نے جواب دیا "صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ اسباب الاسباب ہے۔" یہ سن کر لوگ خاموشی کے ساتھ خیمے نصب کرنے اور اسباب آوار نے میں مصروف ہو گئے۔ غفوری دیر کے بعد بادل کا ایک ٹکڑا آیا جس کے برسے سے ارد گرد کے سب خیمے لبریز ہو گئے۔

صفیں مرتب ہونے کے بعد حضرت خالدؓ میدان میں آئے اور اپنے مقابل کو لڑائی کے لئے طلب کیا۔ ہرگز ان کی آواز سن کر میدان میں آیا اور حضرت خالدؓ نے نہایت آسانی سے اس کی تلوار چھین لی۔ یہ واقعہ دیکھ کر ہرگز کی فوج کا ایک دستہ مدد کے لئے بڑھا لیکن حضرت خالدؓ نے اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ہرگز کا کام تمام کر دیا۔

یہ ہولناک واقعہ دیکھ کر لشکرِ فارس کی کمر بھرت ٹوٹ گئی اور وہ میدان سے بھاگ نکلا۔ تھوڑی دُور تک مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور جب اطمینان ہو گیا کہ دشمن پلٹ کر حملہ نہیں کرے گا۔ تو اپنے مقام کی طرف پلٹ آئے۔

لڑائی کے بعد اہل غنیمت میں سے خمس نکال کر دربارِ خلافت میں روانہ کیا گیا۔ خمس میں ہرگز کی بیش قیمت ٹوپی بھی شامل تھی جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ دستور کے مطابق حضرت خالدؓ ہرگز کا تمام سامان اپنے پاس رکھ سکتے تھے کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

”جو شخص کسی دشمن کو جہاد میں قتل کرے وہی اس کے سامان کا حقدار ہے۔“

لیکن حضرت خالدؓ نے وہ ٹوپی دربارِ خلافت میں بھیج دی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ خالدؓ کے ایشارے سے بہت خوش ہوئے اور ٹوپی انہیں پس کر دی۔

یہاں سے روانہ ہو کر حضرت خالدؓ بصرے پہنچے۔ مثنیٰ ابن عارثہ کو

بصرے کی طرف روانگی

ہزیمت خوردہ ایرانیوں کے پیچھے روانہ کیا۔ چنانچہ مثنیٰ نے حصن المرآة کا

محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ انہی ایام میں خالد بن ولید نے معقل بن مقرن کو ایلہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ لیکن اس کو عقبہ غزوہ ان نے زمانہ خلافتِ عمرؓ میں فتح کیا۔ خالد اور ان کے ہمراہیوں نے کاشت کاروں کے بموجب حکم خلیفہ رسول اللہ ﷺ پر تعرض نہ کیا۔

اوروشیر نے ہرمز کی اطلاعی عرضداشت پر جس میں خالدؓ کی آمد کے متعلق لکھا تھا، قارن بن قریانس کی قیادت میں ایک لشکر لک کے لئے روانہ کیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ہرمز مارا جا چکا تھا اور اس کے ہمراہی میدانِ جنگ سے بھاگ چکے تھے۔ مقامِ مدائن میں قارن کی ہرمز کے ہزیمت خوردہ لشکر سے ملاقات ہوئی۔ قارن نے ان لوگوں کو دم دلاسا دے کر اپنے ہمراہ لے لیا اور لشکرِ اسلام سے مقابلہ کرنے کے لئے تہر پر آکر ٹھہرا۔

خالد بن ولید یہ خبر پاتے ہی قارن کے مقابلہ کو آئے۔ یہاں مسلمانوں اور ایرانیوں میں نہایت سخت مقابلہ ہوا۔ اثنائے جنگ میں معقل بن الاعش نے قارن کو اور عاصم نے اوشجان کو اور عدی نے قباؤ کو ایک ہی حملہ میں مار ڈالا۔ چنانچہ لشکرِ فارس کو شکست ہوئی اور وہ میدانِ چھڑ کر بھاگ گئے۔ ایرانیوں کی بدحواسی کا صرف اسی ایک بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بھاگنے والوں میں سے تقریباً تین ہزار نہیں ڈوب کر مر گئے۔ کاشت کاروں نے جزیرہ دے کر اسلامی علمِ حکومت کے سایہ میں

پناہ لی۔

## جنگ ولجہ

اس نہایت کے بعد اور شیر نے اندازہ کر لیا اور وائے کیا  
جو ایک نامی شہسوار تھا۔ اور اس کے پیچھے ہمیں جاوے

کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اندازہ نے علاوہ اپنی ہمراہی فوج  
کے خیرہ و کسر کے درمیانی علاقے سے دو ہفتوں کی ایک بڑی تعداد کو  
فوج میں بھرتی کر لیا۔ اس لشکر نے ولجہ میں صفت آرائی کی جو کسر کے قریب  
ایک اہم فوجی مقام ہے۔

حضرت خالد بن ولید نہر عبور کر کے اسکے مقابلہ کو آئے اور صف <sup>۵۱۲</sup>  
میں لڑائی شروع ہو گئی۔ لڑائی سے پہلے حضرت خالد نے اپنی فوج کا  
ایک حصہ کمین گاہوں میں پوشیدہ کر رکھا تھا۔ بقیہ لشکر کو دو حصوں میں منقسم  
کر کے صفیں درست کیں۔ دشمن کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں بہت  
زیادہ تھی۔ اس لئے حضرت خالد نے ایک فوجی چال چلی۔ آپ اسلامی  
لشکر کو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹاتے ہوئے ایرانیوں کو اس جگہ لے آئے جہاں  
مسلمان سپاہی چھپے ہوئے تھے۔ یکایک اس پوشیدہ لشکر نے عقب سے حملہ  
کر دیا۔ اور وہ اسلامی فوج جو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ سینہ سپر ہو کر  
سامنے ڈٹ گئی۔ حضرت خالد نے ایک کوس کا چکر کاٹ کر وائیں بازو سے  
لشکر فارس پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملہ سے ایرانی بدحواس ہو گئے اور سرنگی  
کی حالت میں راہ فرار اختیار کی۔ ہزاروں آدمی کام آئے۔ اندازہ لڑتے  
لڑتے شدتِ تشنگی سے مر گیا۔

## جنگ الیسیں و اعیشیا

جنگ و لوجہ میں عرب کے ایک عیسائی قبیلے  
بکر بن حوئل کے بہت سے آدمی مارے

گئے تھے اور ان کے دوسرے جبار بن کسر اور ابن عبدالاسود مسلمانوں کے  
ہاتھ گرفتار ہو گئے تھے۔ اس لئے بنی وائل کے نصرانی برہم ہو کر مسلمانوں کے  
مقابلہ کے لئے الیسیں میں حجاج ہوئے اور عبدالاسود عجمی کو اپنا سردار بنا لیا۔  
اردن میں ان کی لہروں کے لئے اپنے مشہور جبریل مہین جبار ویر کو ایک  
عظیم لشکر کے ساتھ بھیجا۔ خالد بن ولید بھی اپنی فوجوں کے ساتھ بڑے بڑے  
گھمسان کی لڑائی ہوئی اور یہاں بھی ایرانی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے  
مورخین کے اندازے کے مطابق اس لڑائی میں نوے ہزار ایرانی کام آئے  
الیسیں کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے اعیشیا کا رخ کیا عیسائی  
پہلے ہی شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس لئے بغیر کسی نراحت کے  
یہاں مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

## فتح حیرہ

اس نام سے فراغت کے بعد حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر  
اور اسباب کے ساتھ کشتیوں پر سوار ہو کر حیرہ کو روانہ ہوئے

حیرہ کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک قدیم شہر تھا۔ جسے بخت نصر کے زمانے  
میں عرب بادشاہوں کا دار الحکومت ہونے کی عزت حاصل تھی۔ حیرہ کے گورنر  
مرزبان نے حیرہ سے غریبیں میں پہنچ کر لشکر مرتب کیا اور اپنے لڑکے کو خالد  
کے مقابلہ پر روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ اسلامی لشکر خشکی پر قدم نہ رکھنے  
پائے۔ خالد بن ولید نے اس سے فرات باوقلہ پر مقابلہ کیا اور مع اس کے



کل ہمارا ہیوں کے قتل کر کے حیرہ کی طرف بڑھے۔

اہل حیرہ خالدؓ کی آمد کی خبر سن کر قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے اور مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ طویل محاصرہ سے محصورین بھوک پیاس سے مرنے لگے تو انہوں نے قلعہ سے دو موز زین شہر ایاض بن قبیصہ اور عمرو بن عبدسبح کو صلح کا پیغام دے کر بھیجا۔ وہ لوگ محاصرہ سے اس قدر تنگ آ چکے تھے کہ عبدسبح اپنے ساتھ زہر کی شیشی لے کر آیا۔ کہ اگر مسلمانوں سے صلح نہ ہو سکے تو وہ زہر کھا کر مر جائے۔ حضرت خالدؓ نے ایک لاکھ نوے سے ہزار دینار جزیرہ لے کر اہل حیرہ سے صلح کر لی۔

حیرہ کے گرد و نواح کے دیہات و قصبات اور چھوٹے چھوٹے شہروں کے لوگ جو دور سے حیرہ کا انجام دیکھ رہے تھے۔ فتح حیرہ کے بعد حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور اسلام کی پناہ میں آ گئے۔

حضرت خالدؓ نے ضرار بن ازور۔ ضرار بن خطاب۔ قحطاع بن عمرو اور مثنیٰ بن حارثہ و عینیہ بن اشماس امراء لشکر کو سوا د حیرہ کی طرف بھیج کر حکم دیا کہ اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں یا جزیرہ دینا منظور کر لیں۔ تو ان سے تعرض نہ کرنا ورنہ لڑائی کے سوا چارہ نہیں۔ ان لوگوں نے حیرہ سے دریائے وحلہ تک کا علاقہ فتح کر لیا۔

اسی اثنا میں حضرت خالدؓ نے بلوک فارس کو اس مضمون کا خط

لکھا :-

اما بعد فالحمد لله الذی جمعنا لهذا الخلق لئلا یخلفنا

حل نظامكم وهدت  
 عبداكم وفرق  
 كلمتكم ولو لم تفعل  
 ذلك كان شررا لكم  
 فادخلوا في امرنا قد علم  
 وارضكم ونبؤكم الى غيركم  
 والآن كان ذلك فانتم  
 كارهون على ابيدي  
 قوم يحبون الموت كما  
 تحبون الحيات -

تمہارے سوا لیے پست کرو گے اور تمہارے  
 مکر کو سست کر دیا اور تمہارے گروہ کو  
 متفرق کر دیا اور اگر ہم ایسا نہ کرتے یعنی حملہ  
 نہ کرتے تو تمہارے لئے برائی ہوتی۔ پس  
 تم لوگ تمہارے مطیع ہو جاؤ ہم تمہیں اور  
 تمہارے ملک کو چھوڑ دیں گے اور دوسروں  
 کی طرف چلے جائیں گے یعنی تم سے تعرض  
 نہ کریں گے ورنہ یہ ہو گا کہ تم ایسے لوگوں کے  
 ہاتھ میں ہو گے جو موت سے اتنی ہی محبت  
 رکھتے ہیں جتنی تم حیات سے۔

اس کے علاوہ لوگ فارس کے مرزبانوں کے پاس ایک گشتی مرا

اس مضمون کا بھیجا۔

جمع ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے  
 تمہاری شیخت اور حیرت اہٹ کو توڑ دیا اور  
 تمہارے گروہ کو متفرق کر دیا اور تمہاری  
 بے حسرتی کی اور تمہاری شان و شوکت  
 خاک میں ملا دی پس اسلام لاؤ تمہارا  
 رہو گے یا ہماری پناہ میں آ جاؤ اور جبر  
 ادا کرو ورنہ ہمیشہ میں ایسی قوم کو تم پر

اما بعد فالحمد لله الذي  
 فضح حدتكم وفرق  
 كلمتكم وجعل حركم  
 وكسر شوكتكم  
 فاسلموا تسلموا  
 فالادعوا لى  
 النعمة وادوا الجزية والادعوا

جنتکم بقوم بی حیون  
 الموت کما ت حیون  
 شرب الخمر۔  
 لایا ہوں جو موت کو ایسا ہی دوست  
 رکھتی ہے جیسے تم لوگ شراب نوشی کو  
 دوست رکھتے ہو۔

اگرچہ اس زمانے میں عجم میں ارد شیر کی موت کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن باوجود طوائف الملوک کے خالد بن ولید کے مقابلہ کے لئے وہ سب متفق ہو گئے۔ کیونکہ خالد کا خطرہ سب کو یکساں لاحق تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر مرتب کیا۔

بغداد کے مغرب میں دریائے فرات کے کنارے ایک خوبصورت شہر آباد تھا جس کا

## فتح انبار و عین التمر

نام انبار تھا۔ چہرہ پر قبضہ کر لینے کے بعد حضرت خالد انبار کی طرف روانہ ہوئے۔ مقدمتہ الحیش پر اقرع بن حابس کو مقرر کیا۔ ادھر شیرزاد والی سا باط لشکر انبار کا افسر اعلیٰ تھا۔ اس نے شہر کی فصیلوں کی مرمت وغیرہ کرنے کے علاوہ چاروں طرف گہری خندق کھدوا دی تھی۔ تاکہ مسلمان فصیل تک نہ پہنچ سکیں۔

حضرت خالد نے انبار پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور شہر کی فصیلوں کے مقابلہ پر مٹی کے دھڑے تعمیر کر کے شہر پر تیر اندازی شروع کی۔ زرہ پوش ایرانی سپاہیوں کی لڑائی کے طور طریقے دیکھنے کے بعد حضرت خالد نے اپنے تیر اندازوں کو حکم دیا۔ جہاں تک ہو سکے دشمن کی آنکھ کو نشانہ بناؤ۔ چنانچہ مسلمانوں کی تیر اندازی سے ہزاروں ایرانی سپاہیوں کی آنکھیں بیکار ہو گئیں

اسی وجہ سے اس لڑائی کو ذات العیون بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد کمزور اور  
 بوڑھے اونٹوں کو ذبح کر کے خندق کو بھرو یا گیا۔ اور اس پر سے حضرت خالد  
 اسلامی لشکر کو لے کر انبار کی فصیل تک پہنچ گئے۔

اس مقام پر مسلمانوں اور کفار میں خونریزی لڑائی ہوئی۔ اہل انبار نے  
 ہر چند اسلامی لشکر ریساکر کے کشش کی۔ لیکن وہ بجائے پیچھے ہٹنے  
 کے دم بہ دم آگے بڑھا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلامی فوج کا ہر سپاہی موت  
 سے ہم آغوش ہونے کے لئے شرط شوق سے والہانہ طور پر آگے بڑھ رہا ہے  
 بہادری اور جرات کے اس حیرت انگیز نظارے سے شیرزادوں کے خوف کے  
 کانپتے لگا۔ اور لاچار ہو کر حضرت خالد کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ حضرت  
 خالد نے اس شرط پر کہ شیرزادوں کو چند خاص آدمیوں کے صرف تین روز کا  
 کھانا لے کر شہر چھوڑوے۔ صلح کرنا منظور کر لیا۔ چنانچہ شیرزاد اس شرط کے  
 مطابق شہر چھوڑ کر بہمن جادویہ کے پاس چلا گیا۔ اور حضرت خالد منظر منظر  
 شہر انبار میں داخل ہو گئے۔

اس کامیابی کے بعد خالد نے زبقان پر ہر کو انبار کا حاکم بنایا  
 اور عین التمر پر حملہ کیا۔ عین التمر میں عمران بن بہرام عمیل کا ایک گروہ عظیم اور  
 عقیقہ بن ابی عقیقہ عرب کے کثیر التعداد آدمیوں کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے علاوہ  
 گروہ فواج کے عرب بلی عمر تغلب زیاد وغیرہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے  
 آئے ہوئے تھے عقیقہ نے ابن بہرام سے کہا کہ ہمیں خالد سے لڑنے دو کیونکہ  
 ہم اور وہ دونوں عرب ہیں اور عرب کی لڑائی کو عرب ہی خوب سمجھتا ہے۔

ابن ہرثم نے کہا: تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ بے شک لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔  
ابن ہرثم نے یہ جواب دے کر عقیقہ کو خالد بن ولید کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ خالد نے  
تنہا عقیقہ پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ یہ دیکھ کر عقیقہ کا لشکر بغیر لڑے میدان  
جنگ سے بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے ان کے ہرتے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔

ابن ہرثم پر اس واقعے سے ایسی سہیت طاری ہوئی کہ میدان جنگ  
میں تو اس نے کالیا ذکر وہ قلعہ بھی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ عقیقہ کے ہزیمت خوروں  
ہمراہوں نے قلعہ میں پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔ حضرت خالد بن ولید نے لشکر کو  
حکم دیا کہ سختی سے محاصرہ کریں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چارہ ہی روز میں محصورین نے  
غاجرا کر محمد سپہ سالار سے اس کی درخواست کی۔ لیکن خالد بن ولید نے  
امان دینے سے انکار کیا اور بزور شمشیر انہیں قلعہ سے باہر نکال کر قلعہ پر  
قبضہ کر لیا۔ اس کامیابی کے بعد خمس اور فتنہ کی خبر دے کر ایک قاصد  
حضرت ابوبکر صدیق کے پاس روانہ کیا گیا۔

فتح عین التمر کے بعد حضرت خالد بن ولید کے پاس عیاض  
بن غنم کا خط آیا۔ جو نصرانیوں اور مشرکین عرب ہرا  
کلب عسکان۔ تنوح اور صنجانم سے دوتہ الجندل میں لڑ رہے تھے۔ دوتہ  
سے مدیہ منورہ کی طرف سفر کریں تو ساتویں منزل پر دوتہ الجندل آتا ہے  
عیاض نے نصرانیوں اور مشرکین عرب کے مقابلہ میں حضرت خالد بن ولید سے مدد  
کی درخواست کی تھی۔

دوتہ الجندل میں دو عیسائی رئیس تھے۔ ایک اکید بن عبد الملک

اور دوسرا جو دی بن ربیعہ۔ اکبیر نے حضرت خالدؓ کی آمد کی خبر پا کر اپنے  
ہمراہیوں سے صلح کے لئے کہا۔ انہوں نے انکار کیا۔ تو اکبیر ان کا ساتھ  
چھوڑ کر چلا گیا۔

اکبیر کا تنوک میں حضرت خالدؓ سے مقابلہ ہو چکا تھا۔ حضرت خالدؓ  
اسے گرفتار کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گئے تھے۔ آنحضرت نے  
اسے رہا کر دیا تھا۔ اکبیر حضرت خالدؓ کی شجاعت اور عسکری قابلیت سے لہجی  
طرح واقف تھا۔ اور جانتا تھا۔ کہ حضرت خالدؓ کا مقابلہ کرنا اس کے بس  
کی بات نہیں۔

جب حضرت خالدؓ دو تہ الجندل پہنچے۔ تو حضرت عیاض پہلے ہی  
سے کفار کے ساتھ برسر پیکار تھے۔ آپ نے دوسری جانب سے حملہ کر کے  
دو تہ الجندل کا محاصرہ کر لیا۔

ادھر ایرانی سپہ سالار جو دی بن ربیعہ نے اپنی فوج کے ایک حصہ  
کو عیاض کے مقابلہ کے لئے چھوڑا اور خود دوسرے حصہ کو لے کر حضرت  
خالدؓ کے مقابلہ کو نکلا۔ حضرت خالدؓ نے لشکر سے نکل کر جو دی کو لگا رہا۔ جس وقت  
جو دی میدان میں آیا۔ تو آپ نے اس کے حملہ کرنے سے پیشتر ہی دوڑ کر اسے  
گرفتار کر لیا۔ حضرت خالدؓ کی بہجرت دیکھ کر جو دی کے ہمراہی بھاگ کھڑے  
ہوئے۔

ادھر حضرت عیاضؓ نے اپنے فریق مقابل کو شکست دے کر پیا  
کر دیا۔ مخالفین نے ہر دو جانب سے مغلوب و مفتوح ہو کر قلعہ کی راہ لی۔ اور

دروازہ بند کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے قلعہ پر دھاوا کر کے اسے بزورِ شمشیر فتح کر لیا۔

اہلِ فارس نے حضرت خالدؓ کے  
دو تہ الجندل چلے جانے کے بعد ایک

## جنگِ حصید و خنافس

بار پھر حیرہ کو واپس لینے کی کوشش کی چنانچہ سپاہِ سالار زرہرا اور روزبہا  
کی طرف بڑھتے ہوئے حصید و خنافس تک پہنچ گئے۔ قنقاع بن عمرو نے  
جن کو حضرت خالدؓ نے بطور نائب حیرہ میں مقرر کیا تھا۔ یہ خبر سکر اپنی فوج متعاقب  
کو روانہ کی جو حصید و خنافس کے درمیان رلیف میں حائل ہو گئی۔

اسی اثناء میں خالدؓ بقصد مدائن حیرہ کی جانب واپس آ رہے تھے  
آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی قنقاع بن عمرو اور ابو لیلیٰ حصید میں اہلِ فارس  
سے بھڑکے اور ایک شدید جنگ کے بعد فتح حاصل کی۔ اس لڑائی میں  
عمیوں کے لشکر کا دو تہائی حصہ تہ تیغ ہوا اور باقی ماندہ ایک تہائی خنافس  
کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں ان لوگوں کا ایک مشہور و نامور شہسوار مہوزان  
لشکر لئے ٹھہرا ہوا تھا۔ ابولیلیٰ نے ان کا تعاقب کیا اور مہوزان مع گروہِ مشرکین  
خنافس سے نکل کر مصنیخ کی طرف بھاگا۔ مصنیخ میں ہزبل بن عمران و ربیعہ  
بن بکیر جزیرۃ العرب کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ امداد کے لئے موجود تھے

حضرت خالدؓ نے یہ واقعہ سن کر قنقاع و ابولیلیٰ کو تہ تیغ  
کی کہ فلاں روز اور فلاں وقت مصنیخ کے قریب پہنچ

## فتحِ مصنیخ

جاؤ۔ جس وقت یہ لوگ حسبِ ہدایت مصنیخ کے قریب پہنچے تو حضرت خالدؓ  
نے ہذیل اور اس کے ساتھیوں پر تین طرف سے حملہ کر دیا حضرت خالدؓ کا

یہ منصوبہ اس قدر کامیاب رہا کہ ہذیل صرف چند آدمیوں کو ساتھ لے کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکا۔ اس لڑائی میں عبدالعزیز بن ابی رحم اور ولید بن جریر بھی کام آئے۔ چونکہ یہ سلمان ہو گئے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق نے ان کے اسلام کی تصدیق کی تھی۔ اس وجہ سے ان کا خون بہا اور کیا گیا اور ان کی اولاد کے ساتھ ستمین سلوک کی ہدایت کی گئی۔

ہذیل فرار ہو کر عتاب بن اسید کے پاس لیسیر میں جا پہنچا اور حضرت خالد نے قحطایع اور ابولعیلیٰ کو دو مختلف راستوں سے ربیعہ بن جبیر ثعلبی پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ خود ایک دوسرے راستہ سے روانہ ہوئے اور ایک خاص وقت اور جگہ پر جمع ہونے کا فیصلہ کیا۔ ربیعہ بن جبیر ثعلبی ثنیہ میں جو صافہ کے مشرق کی جانب ہے۔ اہل فارس کی مدد کے لئے ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کے ہمراہ ایرانیوں اور عربوں کا ایک بڑا گروہ تھا۔ خالد نے اپنے ہمراہوں کو ربیعہ پر تین طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر مشرکین اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔ عورتوں اور بچوں کے سوا ایک متنفس بھی نہ بچا اور سب کے رب مارے گئے،

قبل اس کے کہ ربیعہ کا واقعہ کسی کو معلوم ہو۔ خالد بن ولید مہم ثنیہ سے فارغ ہو کر نہایت تیزی سے لیسیر میں عتاب بن اسید کے سر پر جا پہنچے۔ جہاں ہذیل نے جا کر پناہ لی تھی۔ اپنے چاروں طرف سے انہیں گھیر کر ان کا قلع قمع کیا اور بعد ازاں صافہ کی طرف بڑھے لیکن آپ کے پہنچنے سے پہلے ہذیل بن عقبہ اور اس کے

**جنگِ فرض**



ہمراہی منتشر ہو کر بجاگ گئے تھے۔ لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ پھر صفائے سے زینا اور فراض کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ دونوں مقام شام۔ عراق اور جزیرہ کی سرحد پر واقع ہیں۔ یہاں فارس۔ عرب اور جزیرہ کی مدد کے لئے رومی لشکر قبائل تغلب، نمر اور ایاد کی بہت بڑی جماعتوں کے ساتھ موجود تھا۔ عراق پر حملے سے پہلے رومی ایرانیوں کے سخت دشمن تھے۔ لیکن اسلام کی لافیت کے جذبے نے ان دونوں کو اکٹھا کر دیا تھا۔ ایرانیوں کی پے در پے شکستوں کا حال دیکھ کر رومیوں نے فیصلہ کیا کہ ایران کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو شکست دیں اور اسی جذبے کے ماتحت وہ فراض میں جمع ہوئے تھے۔ حضرت خالد نے فراض میں پہنچ کر روزانہ لڑائیوں اور سفر کی وجہ سے رمضان کے روزے قضا کئے۔ رومی لشکر نے فرات کے کنارے پہنچ کر کھلا بھیجا۔ کہ یا تیم فرات کو عبور کر کے آؤ۔ یا ہمیں عبور کر کے آنے کی ہمت دو۔

حضرت خالد نے جواب دیا کہ تم خود فرات کو عبور کر کے آؤ۔ اس پر رومی لشکر نے درخواست کی کہ آپ ذرا ہمارے راستے سے مہٹ جائیں حضرت خالد نے اس کا نفی میں جواب دیا۔ چاروں چار رومی فرات کی کوششی جانب سے عبور کر کے حضرت خالد کے مقابلہ پر آئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ رومی اور ان کے ہمراہی ایک آخری فیصلہ کن لڑائی لڑ رہے تھے اسلامی لشکر اگرچہ آٹھ دن کی لڑائیوں سے تھکا چکا تھا اور مجاہدین اسلام زخموں سے چور تھے۔ لیکن اللہ اکبر کے نعروں کی صدا میں انکی رگڑ پے میں

جوش کی بجلیاں دوڑا دیتی تھیں اور جہاد کے لئے ان کے جسموں کو تروتازہ کر کے ان کی ہمتوں کو بلند کرتی تھیں۔ مسلمان بھیرے ہوئے شہروں کی طرح اس جوش و خروش کے ساتھ دشمنوں پر وار کرتے تھے کہ بڑے بڑے نامی سرداروں کو ان کے مقابل ہونے کی جرات نہ پڑتی تھی۔

آخر کی روز کی مسلسل لڑائی کے بعد رومی میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اور ان کے بھاگنے پر دیگر قبائل بھی بھاگ گئے۔ یورخین کے انداز کے مطابق اس لڑائی میں دشمن کے ایک لاکھ آدمی قتل ہوئے۔ کفار کی لاشوں سے میدان جنگ پٹا پڑا تھا۔ خدا پرستوں کی مجاہدانہ اور ان تھک کوششوں نے اصنام پرستوں کی جماعتوں کا جو اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے خدا کے نور کی روشنی کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بچانا چاہتے تھے قلع قمع کر دیا۔ فراض عراق کی آخری دفاعی چوکی تھی۔ اسے سر کرنے کے بعد حضرت خالد ضروری انتظامات کی طرف متوجہ ہوئے اور مفتوحہ علاقوں کا خاطر خواہ بندوبست کرنے کے لئے لشکر کے مختلف سرداروں کو مقرر فرمایا۔

جنگ کے ختم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ آٹھ ماہ ذیقعدہ تک فراض میں مقیم رہے اور جب اس ماہ کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی رہ گئیں۔ تو حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو واپس ہونے کا حکم دیا اور ساقہ کے ساتھ شمر طہ بن الاعز کو روانہ کیا۔ خود فراض سے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر خفیہ طور پر حج کے لئے روانہ ہوئے اور حج کر کے اس عجلت کے ساتھ واپس آئے کہ حیرہ میں اسلامی لشکر سے آئے کسی متشنس کو

سفر حج

بجراں کے جنہیں پہلے سے معلوم تھا۔ آپ کے آنے جانے کا حال معلوم نہ ہوا۔  
 حضرت ابو بکر صدیق نے اس زمانہ میں حضرت خالد کو عراق سے شام کی ہم پر جانے  
 کا حکم دیا اور آپ خلیفہ المسلمین کے حکم کی تعمیل میں شام کی ہم پر روانہ ہو گئے  
 حضرت خالد محرم ۱۲ھ سے صفر ۱۳ھ تک کل ایک سال دو ماہ عراق میں  
 رہے اور اپنی بے مثال شجاعت اور تدبیر سے اس ملک پر مکمل قبضہ کر لیا۔

Azad  
 College Student,  
 Lahore.  
 7/11/57.



Love → LIFE

Love → WIFE

Wife → KNIFE

باب پہلا

## فتوحاتِ ملکِ شام

شام پر فوج کشی کے اسباب

کسریٰ کی طرح قیصر کی حکومت کا وجود بھی مسلمانوں کے لئے سر پر لٹکی ہوئی تلوار کے مترادف تھا۔ بلکہ ایک طرح تو رومی ایرانیوں سے بھی زیادہ خود ناک دشمن تھے۔ مصر اور شام پر قبضہ کرنے کے بعد رومیوں کے حوصلے اس قدر بڑھ چکے تھے کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کو اپنے مقابلے میں حقیر سمجھنے لگے۔ خاص طور پر عربوں کے متعلق تو ان کے خیالات نہایت ہی پست تھے۔ اس جزیرہ نما کے باشندوں کو وہ جانوروں کی طرح حقیر سمجھتے تھے۔

ظہور اسلام کے بعد عرب قوم کی رگوں میں زندگی کے نئے خون کی گردش دیکھ کر رومیوں کا قومی تعصب اور زیادہ ہو گیا اور قیصر اور اسکے سواروں نے اس بات کے لئے اپنے تمام ذرائع وقف کر دیئے تاکہ

جس طرح بھی ہو سکتا ہے مسلمانوں کو کھل دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک طرف ان عرب سائل کی مدد کی جو مسلمانوں کے لئے پریشانی کا سبب بنے ہوئے تھے اور دوسری طرف ایرانیوں سے ساز باز کر کے بغیر کسی وجہ کے فراض کے میدان میں حضرت خالد بن ولید کے مقابلے پر فوجیں بھیج دیں۔ گویا بغیر کسی وجہ کے مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ مسلمان اپنے اس زبردست دشمن کے مقابلے پر آتے۔

اس کے علاوہ شام پر حملہ کی ایک وجہ یہ بھی قرار دی جاسکتی ہے کہ قومی عصبیت کے اندھے جوش کی وجہ سے رومیوں نے شام کے باشندوں کی زندگی دشوار کر رکھی تھی۔ سلطان العنان شہنشاہیت کے ساتھ جس قدر نا انصافیوں اور بے رحمیوں کے تصورات وابستہ کئے جاسکتے ہیں قیصر کی حکومت ان سے کم نہیں بڑھ چرھ کر تھی۔ اس وقت کا ایک عام رومی باشندہ آج کے ہٹلر اور موسولینی سے کم نہ تھا۔ ایک رومی کو قومی طور پر اس بات کا حق پہنچتا تھا کہ وہ دوسری قوم کے کسی بھی شخص کی جان، مال اور آبرو کو جس طرح چاہے پا مال کیے۔

اسلام کے بنیادی اصول "دنیا میں امن اور انصاف قائم کرانا ہر مسلمان کا اولین فریضہ ہے" خلیفۃ المسلمین کا فرض تھا کہ وہ شام کے مظلوم باشندوں کو رومیوں کے استبداد سے نجات دلانے کے لئے مؤثر اقدام کرتے۔ چنانچہ ۳۳ھ میں حضرت ابوبکر صدیق نے تسخیر شام کے لئے چار

فوجیں روانہ کیں۔ ایک فوج کی کمان یزید بن ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی انہیں دمشق کی طرف روانہ کیا گیا۔ دوسری فوج کی کمان شہزادہ جبریل بن حسنہ کے ہاتھ میں تھی انہیں شرقِ اردن کی طرف روانہ کیا گیا۔ تیسری فوج کی کمان حضرت ابوعبیدہؓ کے ہاتھ میں تھی۔ انہیں حمص کی طرف روانہ کیا گیا۔ چوتھی فوج کی کمان عمرو بن عاص کے ہاتھ میں تھی۔ انہیں فلسطین کی طرف روانہ کیا گیا۔ ان سب فوجوں کا سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ کو مقرر کیا گیا۔

جب یہ فوجیں شام میں داخل ہوئیں۔ تو ہرقل والے روم نے ایک بہت بڑی فوج ان کے مقابلے کے لئے جمع کی۔ اس کا ارادہ تھا کہ ہر ایک اسلامی لشکر کا مقابلہ الگ الگ کیا جائے۔ اور انہیں آپس میں ملنے نہ دیا جائے۔

دشمن کی اتنی کثیر تعداد دیکھ کر مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ہم شاید نروا فرداً اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مشورہ طلب کیا۔

قاعد نے دربارِ خلافت میں پہنچ کر سب حالات بیان کئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو تشویش پیدا ہوئی اور انہوں نے سوچا کہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے خالدؓ سے موزوں کوئی جرنیل نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ سب نے یہ جواب دیا۔ جو آپ کو بہتر معلوم ہو وہ کریں۔

حضرت ابو بکرؓ نے ایک خط حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس مضمون کا

لکھا :-

یہ خط ہے۔ از طرف عبد اللہ عتیق بن ابی  
فحافہ جانب خالد بن ولیدؓ کے۔

سلام ہو تم پر۔ سب تعریف اللہ کی ہے

ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ

بھیجتا ہوں اسکے نبی محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم پر تحقیق میں نے عساکر

مسلمین پر رمیوں کی لڑائی کے لئے

تم کو سزا مقرر کیا۔ پس اللہ غالب اور

بزرگ کی خوشنودی کے لئے جلد روانہ ہو

جاؤ اور دشمنان خدا سے لڑو اور تم ان

لوگوں میں سے ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کی

راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کیا ہے۔

پھر لکھا کہ اے مسانوا! کیا میں تمہیں یہی

تجارت نہ بتاؤں جو تم کو دردناک غناب

سے نجات دے اور یہ تحقیق میں نے

تم کو ابو عبیدہ اور ان کے لشکر پر سزا

مقرر کیا۔ والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من

عبد اللہ عتیق بن ابی فحافہ الی

خالد بن ولید۔ السلام علیک فانی

احمد اللہ الذی لا الہ الا هو

اصلى على نبیہ محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وانی

قد ولیتک علی جیوش المسلمین و

امرتک لقتال الروم فسارح الی مرفقا

اللہ عن رجل وقاتل اعداء اللہ و

کن من جاهد فی سبیل

اللہ حق جہادہ۔

یا ایہا الذین آمنوا اهل ادکم

علی تجارة تنجیککم من عذاب

الیم وقد جعلتک الامیر علی

ابی عبیدہ ومن معہ من

المسلمین۔ والسلام



جس وقت نجم بن مفرج الکنافی حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پر خط لے کر حضرت  
خالدؓ کی خدمت میں پہنچے تو آپؓ قادیسیر کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن خط  
دیکھتے ہی آپؓ نے فرمایا کہ خدا اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سب  
سے افضل ہے۔

آپؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی ہدایت کے مطابق  
شام کی طرف روانگی

نصف لشکر مثنیٰ بن حارثہ کی ماتحتی میں عراق  
میں پھوڑا اور باقی لشکر کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہو گئے اور ایک خط  
حضرت ابوعبیدہؓ کو عامر بن طفیل دوسی کے ہاتھ اس مضمون کا روانہ کیا :-

قد ولاتی ابوبکر علی  
جیوش المسلمین فلا تبوم  
من یرکفک حتی اقدم  
علیک۔ والسلام علیک۔  
تحقیق حضرت ابوبکرؓ نے مجھ کو مسلمانوں  
کے لشکر میں پسر وار نفر کیا ہے پس جب  
تک میں نہ آؤں۔ آپؓ اپنی جگہ سے جدا  
نہ ہوں۔ والسلام

حضرت خالدؓ جس وقت حدروا میں پہنچے تو اہل حدروا نے راستہ  
نہ دیا۔ اور لڑائی پرتل گئے خالدؓ نے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست  
دے کر مصیج میں جاڑتے۔ مصیج میں بنی تغلب کا ایک گروہ اسلامی لشکر  
کو روکنے کے لئے جمع ہو رہا تھا۔ خالدؓ بن ولید ان سے بھی بڑھ گئے۔ صبح  
سے دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی۔ ظہر کے قریب بنی تغلب میدان جنگ سے  
بھاگ نکلے۔ بہت سامان غنیمت اور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔  
قیدیوں میں صہبان بنت حبیب بن بکر، بھی تھیں جنہیں حضرت علیؓ نے

مولے لے لیا۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ سے روانہ ہو کر قیدیہ غار کے ایک چشمے تراقیر پہنچے۔ یہاں سے آپ شام کے سرحدی مقام سوی پہنچا جاتے تھے۔ سوی کو در راستے جاتے تھے۔ ایک صحرا کے گرد چکر کاٹ کر اور دوسرا صحرا کے درمیان سے گزر کر۔ پہلا راستہ بے خطر تھا لیکن بہت طویل تھا۔ اس لئے حضرت خالدؓ نے دوسرا راستہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا اور رافع بن عمیرہ الطائی کو رہبری کے لئے بلایا اور ان سے راستہ کا حال معلوم کیا۔ رافع نے کہا: آپ اس راستے کو اس لشکر و اسباب کے ساتھ طے نہیں کر سکیں گے۔ ایک تنہا سوار بھی اس راستے کو طے کرتے ہوئے خوف کھاتا ہے۔ کیونکہ آپ کو اس راستے میں پانچ دن تک پانی نہیں ملیگا۔ حضرت خالدؓ نے کہا: مجھے یہ راستہ ضرور طے کرنا ہے اس لئے تیار وہ ضروری کام اور کیا ہو گا کہ میں مسلمانوں کی امداد کے لئے جا رہا ہوں کیا تمہارا مقصد یہ ہے کہ میں ان کی امداد کو نہ جاؤں۔ میں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں وقف کر دی ہے۔ یہ لشکر رافع خاموش ہو گئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے لشکر کی رہنمائی حضرت رافع کے سپرد کر دی۔ روانگی سے پہلے آپ نے لشکر سے تیس اونٹ لے کر ان کو سات راتوں تک پیاسا رکھا۔ پھر ان کو اچھی طرح پانی پلایا اور ان کے منہ باندھ دئے۔ اور اہل لشکر نے اپنی چھاگوں اور مشکیزوں کو اچھی طرح بھر کر سفر کا آغاز کیا۔

جس منزل پر آپ قیام کرتے تھے۔ دس اونٹ ذبح کرنے اور ان کے پیٹ کا پانی ٹھنڈا کر کے گھوڑوں کو پلا دیتے تھے اور گوشت خود کھا لیتے تھے۔ اسی طرح تیس اونٹ تین منزلوں تک ذبح ہو گئے اور باقی دو منزلیں بغیر پانی کے طے کیں۔

پانچویں منزل پر حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھی پانی نہ ملنے سے بے حال ہو گئے جب علمین کے قریب پہنچے تو حضرت خالدؓ نے رفع سے کہا: "پانی کا کوئی چشمہ تلاش کرو۔" رفع نے جو کہ آشوب چشم کے عارضہ میں مبتلا تھے جواب دیا: "عروج کے درخت (اراک) کو دیکھو۔" مسلمانوں نے دیکھا۔ تو نہ پایا۔ پھر رفع نے آگے چلنے کو کہا۔ چنانچہ کچھ فاصلے پر اراک کا درخت نظر آیا۔

رفع اپنا عمامہ اوپر کر کے اِدھر اُدھر چلے۔ یہاں تک کہ اس درخت کی جڑ کے قریب پہنچ کر لوگوں سے زمین کھودنے کو کہا۔ ابھی گز بھر گڑھا کھودا تھا کہ پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ تمام لشکر اور ریشیوں نے آسودہ ہو کر پانی پیا اور رب توں اور مشکیزوں کو پانی سے بھر لیا۔ پھر ان مسلمانوں کو جو پیاس کی شدت سے ماندہ ہو کر پیچھے رہ گئے تھے۔ لا کر پانی پلایا۔ وہاں سے تھوڑی دیر چلنے کے بعد سوئی میں پہنچ گئے۔

سوئی کے لوگ عیش و عشرت میں مست تھے مسلمانوں نے نہایت آسانی سے ان پر فتح پالی اور اراک کی طرف کوچ کیا۔

جب حضرت خالدؓ اراک میں پہنچے تو وہاں کے باشندے مسلمانوں کی

ہمدیت سے قلعہ بند ہو کر بیچڑ رہے اور اپنے مذہبی پیشوا حکیم شمعان سے  
مشورہ کیا۔ سب لوگ اسے معتبر اور صاحبِ رائے سمجھتے تھے حکیم نے  
کہا: "میں نے آسمانی کتابوں میں دیکھا ہے۔ کہ پہلا اسلامی نشان عراق  
سے آئے گا۔ اور وہ سیاہ رنگ کا ہوگا۔ اس لشکر کا سردار تومذرا اور چچک رو  
ہوگا۔ جس کے دونوں کندھوں کے درمیان بہت فاصلہ ہوگا اور وہی  
ملکِ شام کا فاتح ہوگا۔"

لوگوں نے کہا: "مسلمانوں کے سردار کا بالکل یہی حلیہ ہے۔ جو  
تم نے بیان کیا ہے۔" یہ سن کر حاکم ارک نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے  
صلح کر لی۔

ابھی حضرت خالد نے وہاں سے کوچ نہیں کیا تھا کہ اہلِ سخنہ  
و تدمر نے بھی صلح کر لی۔ تدمر سے مصالحت کی یہ صورت ہوئی۔ کہ جب  
حاکم تدمر نے یہ سنا کہ ارک و سخنہ کے باشندوں نے مسلمانوں سے صلح کر  
لی ہے۔ تو اس نے اپنی رعیت کو بلایا کر کے کہا: "مسلمان ہر جماعت پر  
غالب آتے جا رہے ہیں۔ ہم میں ان سے لڑنے کی طاقت نہیں اور  
لڑائی کی صورت میں وہ ہمارے ورثت بھی کاٹ ڈالیں گے اور ہمیں  
سخت نقصان پہنچے گا۔ مصالحت اسی میں ہے کہ ہم ان سے صلح کر لیں۔  
اگر ہر فن ان پر غالب آ گیا۔ تو ہم صلح توڑ دیں گے۔ ورنہ ان کی حفاظت  
میں رہیں گے۔ یہ لوگ عاقل اور صالح ہیں۔ صلح میں ہمارا کچھ نہ بگڑے گا  
چنانچہ سب لوگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔"

اس کے بعد اہل تدمر حضرت خالد بن خالد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور  
معتول شرائط پر صلح کر لی۔

حضرت خالد بن ولید یہاں سے روانہ ہو کر قرینین میں پہنچے۔  
وہاں کے باشندوں نے مزاحمت کی۔ لشکر اسلام ان کو شکست دے کر  
حوارین میں پہنچا۔ وہاں بھی قرینین کی سی صورت پیش آئی اور وہی نتیجہ  
نکلا۔ یہاں سے اسلامی لشکر فتحیابی کے ساتھ عصر کے وقت روانہ ہو کر دوسرے  
روز ظہر کے قریب قصبہ پہنچا۔ یہاں قبیلہ قزاعہ سے بنی شجرہ رہتے تھے ان  
لوگوں نے حضرت خالد سے صلح کر کے اپنا جان و مال بچا لیا۔ بعد ازاں  
اسلامی لشکر مرج رہط میں پہنچا۔ اسی دن غسان پر حملہ کیا۔ اہل غسان نے  
شکست کھائی۔ غسان سے روانہ ہو کر لشکر اسلام بصری پہنچا۔ جو اس زمانے  
میں ایک معمولی سی تھی۔ بعد میں مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی بننے کی وجہ سے  
بے حد اہمیت حاصل ہوئی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بصرے  
پہنچنے سے قبل حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے

**جنگ بصری**

چار ہزار سواروں کا ایک لشکر حضرت شمر بن ذی الجوشن کی قیادت میں بصری  
روانہ کیا تھا۔ وہاں کے حاکم کا نام روماس تھا جو یزید کا ایک بہادر اور  
نامور عالم تھا۔ وہ ہر سال کچھ روزوں کے لئے باہر نکل کر لوگوں کو پند و نصائح  
کیا کرتا تھا۔ اور اس زمانے میں ایک ابوہ کثیر اس کے لشکر کے  
لئے جمع ہو جاتا تھا۔ چنانچہ شمر بن ذی الجوشن نے اسی زمانے میں جب کہ خلافت کا عہد

اس کے پاس جمع تھا۔ بصری میں پہنچے۔ بصری میں بارہ ہزار جنگی سواروں کی خدمت میں رہتے تھے۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر شکر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی سپاہ کی طرف آیا اور پکار کر کہا۔ کہ "میں روماس حاکم بصری ہوں اور تمہارے سواروں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اس پر تیزبیل بن حسنہ اس کے قریب آئے اور روماس کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں۔"

اس نے پوچھا "کیا وہ بقید حیات ہیں؟"

حضرت تیزبیل بن حسنہ نے جواب دیا "وہ رحلت فرما گئے اب صدیق اکبر ان کے خلیفہ ہیں۔"

روماس نے کہا "میں سمجھتا ہوں۔ تمہارا دین برحق ہے اور تم شام و عراق کے مالک ہو جاؤ گے۔ لیکن اس وقت یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ ہماری جماعت بہت زیادہ ہے اور تم بہت تھوڑے ہو۔ اب اگر صدیق اکبر دوست ہیں۔ اگر وہ موجود ہوتے تو میرا کتنا مان لیتے۔"

حضرت تیزبیل بن حسنہ نے جواب دیا "یہ ابوبکر کا خانگی معاملہ نہیں ہے۔ جس میں انہیں اپنی خواہش کے مطابق عمل کرنے کا اختیار ہو۔ یہ خدائی احکام کی تعمیل ہے۔ جس میں ابوبکرؓ اور مسلمان یکساں ہے اور اس کے سر انجام دینے سے کوئی بھی انحراف نہیں کر سکتا۔ اگر ابوبکرؓ کے بیٹے یا بھتیجے دین کی مخالفت کریں تو ابوبکرؓ ان کو بھی معاف نہیں کر سکتے۔"

اللہ تعالیٰ نے ہم کو تم سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے یا تو تم اسلام لائو یا جزیہ ادا کر کے ہماری امان میں آ جاؤ۔ ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

رواس نے کہا: میں واپس جا کر اپنی قوم کو سمجھاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ انہیں کیا منظور ہے۔

رواس نے واپس جا کر اپنی قوم کو جمع کیا اور کہا: ان عربوں نے ارضِ فلسطین میں ہرقل کے بہت بڑے لشکر کو اپنی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ بھگا دیا۔ اور ان کے ایک سردار خالد بن ولید نے کہا کہ منجھہ جو ران اور تدمر وغیرہ کو فتح کر لیا ہے اور وہ عنقریب یہاں آنے والا ہے اس لئے مصلحت اسی میں ہے کہ تم ان سے صلح کر لو۔

یہ سن کر لگ رواس پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے اور کہا: تمہیں بزدل بنانا ہے؟ اس نے بات بناتے ہوئے کہا: میں تو تمہارا جوش دیکھنا چاہتا تھا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور سب سے آگے رہوں گا۔

اس گفتگو کے بعد رومی لشکر نے مسلمانوں کے مقابلہ میں صف آرائی کی۔ رومیوں کی کثیر تعداد کے سامنے اسلامی سپاہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے سیاہ اونٹ کے پہلو میں ایک تل کی سفیدی۔ حضرت ثمر بن جہل بن حسنہؓ دلاورانِ اسلام کو جہاد کی ترغیب دے رہے تھے اور مسلمان موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ لڑائی کی گراگرمی میں دو پہر ہو گئی مسلمان پورا استقلال سے لڑ رہے تھے۔ اس وقت ثمر بن جہل بن حسنہؓ نے ہاتھ اٹھا کر خدا اور رسولؐ

سے فتح و نصرت کی دعا مانگی۔ عسکری ذریعہ میں دیکھا۔ کہ حوران کی طرف سے  
ایک اخبار آندھی کی طرح چلا آ رہا ہے۔ اس کے بعد نشان اور ٹھکانے دکھائی  
دئے اور دو سو سواروں کا ایک دستہ جس کے آگے آگے حضرت خالد  
بن ولید تھے آ پہنچا۔ پھر بقیہ فوج آگئی۔

جس وقت رومیوں نے حضرت خالدؓ کی آمد کی اطلاع سنی۔ تو  
ان کے ہوش و حواس اور ہمت نے جواب دے دیا۔

حضرت خالدؓ نے حضرت شریک بن حسنہ سے کہا: "کیا تمہیں معلوم  
نہ تھا کہ اس موسم میں اس بھرتی کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے  
ہیں۔ پھر تم نے اپنے ساتھیوں اور نفس پر کیوں غور کیا؟"  
حضرت شریکؓ نے جواب دیا: "میں حضرت ابو عبیدہؓ کے حکم کی  
تعمیل میں یہاں آیا ہوں۔" حضرت خالدؓ نے کہا کہ وہ نیک و سادہ آدمی  
ہیں۔ لڑائی کے ڈھنگ سے واقف نہیں ہیں۔"

اس روز حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کو آرام کا حکم دیا جب دو سہرا  
دن ہوا۔ تو رومی لشکر صفت آرام ہوا۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ یہ لوگ ہم کو  
تھکا ماندہ سمجھ کر لڑائی میں جلدی کر رہے ہیں۔ تم لوگ خدا کے نام پر جلد  
سبح ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ نے سینہ پر رقع بن عمیرہ الطائی کو۔ سیرہ پر ضرار بن  
ازور کو جو ابھی کسین تھے اور پیدل فوج پر عبدالرحمن بن حمید کو مقرر کیا اور  
کچھ لشکر پر سید بن غلبہ اور مذکور بن غانم کو امیر کیا اور سب کو یہ حکم دیا کہ  
میرے ساتھ حملہ کرو۔



مسلمانوں کی صف آرائی کے بعد رومی صفوں میں سے پہاڑ سے  
 ٹیل ٹوٹ کر ایک زرہ پوش پہلوان جھومتا جھومتا آگے آیا۔ یہ روماس تھا۔  
 اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر یوں کہتا تھا۔ "تم اپنے سردار کو میرے مقابلہ کے لئے  
 بھیج دو۔"

چنانچہ حضرت خالدؓ نے نکل کر اس کے سامنے آئے اس نے  
 پوچھا۔ "کیا تم ہی اسلامی فوج کے سپہ سالار ہو؟"  
 آپ نے فرمایا۔ "لوگ مجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ جیت تک کہ میں  
 اطاعت خدا اور رسولؐ پر ثابت قدم ہوں۔ اور جب اس سے انحراف  
 کروں گا۔ تو میری سرداری ان پر باقی نہ رہے گی۔"  
 روماس نے کہا۔ "میں روم کے سرداروں اور واناؤں میں سے  
 ہوں۔ حق بات و دشمنی سے پوشیدہ نہیں رہتی۔ میں نے آسمانی کتاب  
 میں پڑھا ہے کہ آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے عرب میں ایک نبی کو جن کا  
 نام محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے مبعوث کرے گا۔"

حضرت خالدؓ نے کہا۔ "ہم انہی کے نام لیا ہیں۔"  
 روماس نے کہا۔ "میں خوب جانتا ہوں کہ تم لوگ حق پر ہو۔ میں  
 نے تمہاری طرف سے اپنی قوم کو بہت ڈرایا۔ لیکن وہ نہیں مانٹی۔ اب  
 میں اس سے خوفزدہ ہوں۔"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ "تو کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جا  
 پھر تیرا اور ہمارا حال یکساں ہو جائے گا۔"

اُس نے کہا: "مجھے اپنی قوم سے خطرہ ہے۔ کہ میرے اسلام کی خبر پا کر وہ مجھے مار ڈالیں گے اور میرے اہل و عیال کو قید کر لیں گے اسلئے میں پھر اپنی قوم کو بچانے اور ڈرانے جاتا ہوں۔ شاید وہ آہ راستہ پر آجائے۔"

حضرت خالدؓ نے کہا: "بغیر طے مت جا۔ ورنہ تیری قوم شبہ کرے گی۔ میں تجھ پر حملہ کرتا ہوں اور تو مجھ پر حملہ کر۔ تاکہ تیری قوم تجھ پر مجھ سے ساز باز کر لینے کی تہمت نہ لگا سکے۔"

اس گفتگو کے بعد دونوں نے لڑائی کے داؤ پیچ دکھائے۔ اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ روماس نے کہا: کہ مجھ پر شدت کے ساتھ حملہ کرو تاکہ میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤں۔ لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہے۔ کہ درحیجان جسے باوشاہ نے میری اداؤ کے لئے بھیجا ہے تم سے لڑے گا۔

حضرت خالدؓ نے کہا: "اللہ تعالیٰ مجھے اس پر غالب کرے گا۔" پھر حضرت خالدؓ نے روماس پر سخت حملہ کیا اور وہ بھاگ کر اپنی قوم میں پہنچ گیا اور ان سے مسلمانوں کی بہاوری کا حال سنا کر کہا: کہ ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان شام پر قابض ہو جائیں گے۔"

اس پر رومیوں نے اسے دھمکایا اور مار ڈالنے کا قصد کیا اور کہا کہ اگر تو لڑنا نہیں چاہتا۔ تو یہاں سے چلا جا۔ روماس تو پہلے ہی یہ چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ وہاں سے چلا گیا۔

اس کے بعد در بجان کو اہل بصری نے اپنا سردار بنا کر کہا کہ جنگ کے بعد ہم روماس کی معزولی اور تیری تقرری کی سفارش کریں گے۔ تو اپنی مردانگی کے جوہر دکھا۔ چنانچہ در بجان مسیح ہو کر لشکر اسلام کی طرف بڑھا۔ اور صریح طلب کیا۔ ادھر سے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما آئے اور ایک نئے دوسرے پر وار کئے۔ بالآخر حضرت عبدالرحمن نے اسے بالیا لیکن وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور اپنے لشکر میں پہنچ کر فوج کو بیکاری حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت خالدؓ اس کی چال کو سمجھ گئے اور آپ نے لشکر اسلام کو لے کر بیکام حملہ کر دیا۔

مسلمانوں کے اس حملے سے کفار کو یہ معلوم ہوا۔ کہ شہر کی دیواریں بل رہی ہیں۔ وہ بلحاظ اور سردار سیمہ ہو کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور شہر پناہ کے دروازوں پر انہیں جا لیا۔ بعض لوگ جان بچا کر شہر میں گھس گئے اور دروازے بند کر لئے۔

جب ایک چوتھائی رات گزری۔ تو عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اور مالک اشترؓ نے ایک سو سو اوروں کی محیبت میں لشکر کی نگہبانی کیلئے گشت کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا۔ کہ ایک رومی کبیل کی سی پوشاک پہنے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ حضرت عبدالرحمن نے اسے گرفتار کرنا چاہا۔ تو اس نے کہا۔ ”مٹھرو۔ میں روماس حاکم بصری ہوں۔ اور تمہارے سردار سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“ آپ اسے حضرت خالدؓ بن ولید کے خیمے میں لے گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے پہچان کر استقبال کیا۔ روماس نے کہا  
 ”میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ میں نے اپنے غلاموں کی مدد سے  
 شہر نینوا کو ایک طرف سے کھو کر دروازہ نکال دیا ہے۔ اہالیانِ شہر اس  
 سے بے خبر ہیں۔ آپ میرے ساتھ اپنے چند معتبرین بھیج دیجئے۔ تاکہ  
 میں انہیں رات کے اندھیرے میں اپنے مکان سے شہر کے اندر دھکی  
 کر اڑوں۔ اس طرح ابو بکرؓ نے خرابہ ہوئے یہ شہر آپ کے ہاتھ آجائے گا۔“  
 حضرت خالدؓ نے شکر بہت خوش ہوئے اور سجدہ شکر ادا کیا۔  
 بعد حضرت عبدالرحمنؓ کو مع ایک سو مجاہدوں کے اس کے ساتھ روانہ کیا۔  
 یہ دستہ روماس کے ساتھ اس کے مکان میں داخل ہو گیا۔ اس نے  
 انہیں ہتھیاروں سے اور رومی لباس پہنا دیا۔ اور چھپ چھپ کر اویوں کو  
 شہر کے چاروں کونوں پر تعین کر کے شہر کا دروازہ کھول دیا۔ فرار یہ پایا  
 کہ جس وقت تکبیر کہی جائے سب ایک ساتھ حملہ کریں۔

تکبیر کی آواز سن کر حضرت خالدؓ پر وگرام کے مطابق فوج کے  
 شہر کے اندر داخل ہو گئے اور کھوڑی دیر میں مسلمانوں کا غلبہ دیکھ کر  
 بصری کے مردوزن چلا چلا کر امان مانگنے لگے۔ تو حضرت خالدؓ نے  
 ہاتھ روک لیا اور ان کو امان سے دی۔ جب صبح کو اہل بصرے حضرت  
 خالدؓ کے پاس صلح کے لئے جمع ہوئے تو نہایت لشیان تھے کہنے لگے  
 کہ پہلے سے صلح ہو جاتی تو ہم قتل و غارت سے محفوظ رہتے۔

## مخاوشام کے کمانڈر انچیف

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے حضرت صدیق اکبر نے  
فتح شام کے لئے چار نامور سرداروں کی قیادت  
میں الگ الگ چار لشکر روانہ فرمائے تھے۔

لیکن جب آپ اس بات سے آگاہ ہوئے کہ قبضہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ  
میدان جنگ میں آ رہا ہے اور قوت تعداد کی وجہ سے مسلمانوں کے چاہل  
لشکر الگ الگ مقابلہ کر سکیں گے تو آپ نے ایک طرف حضرت ابوعبیدہ  
اور شریک بن حسنہ وغیرہ چاروں سرداروں کو متحد ہو کر رومیوں کا مقابلہ  
کرنے کی تاکید فرمائی اور دوسری طرف حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ وہ عراق  
کے مخاوشام سے فوراً شام کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہاں پہنچ کر اسلامی  
فوج کی قیادت کا فرض انجام دیں۔

چنانچہ جس وقت حضرت ابوعبیدہؓ کو اس بابت کا علم ہوا کہ  
دربار خلافت نے حضرت خالدؓ کو مخاوشام کا سالار اعلیٰ مقرر کیا ہے۔  
تو خندہ پیشانی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں حضرت خالدؓ کے سپرد کر دیں۔  
حضرت خالدؓ نے اہل بصری سے مصالحت  
کر لی تھی۔ اور ایک شخص کو ان پر حاکم

## مشق کی جانب روئگی

مقرر کر دیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک خط حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح  
کو لکھا۔ جس میں فتح بصرے کی خبر دی۔ اور یہ بھی لکھا کہ میں یہاں سے  
مشق کی طرف کوچ کر رہا ہوں۔ آپ مجھ سے وہاں آئیں اور ایک خط  
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام اس عبارت کا لکھا۔

قد سوتُ الى الشام كما  
امر قتي وقد فتح الله على  
يدي قدم وادكه وحر دان  
وسخنه ولبصره وعيدهم ويوم  
كتبت اليك هذا الكتاب  
ارتحلت الى دمشق واسأل الله  
النصر والسلام عليك وعلى من  
معك من المسلمين ورحمت  
الله وبركاته۔

میں بوجیب آپ کے حکم کے شام کی طرف  
روانہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں  
پر تدمر اور کہ حوران، سخنہ اور بصری وغیرہ کو  
فتح کر دیا۔ جس دن میں نے آپ کو یہ خط لکھا  
ہے اسی دن میں نے دمشق کی طرف کوچ  
کر دیا، میں اللہ تعالیٰ سے امداد کا طالب  
ہوں۔ سلامتی و رحمت و برکت اللہ تعالیٰ  
کی آپ پر اور آپ کے ساتھ کے مسلمانوں  
کے شامل حال ہو۔

یہ دونوں خط ایک ساتھ روانہ کر کے حضرت خالد بن ولید نے بصری سے  
دمشق کی طرف کوچ کیا۔

جب ہرقل کو معلوم ہوا کہ خالد بن ولید نے ارکہ سخنہ۔ حوران۔ تدمر  
اور بصری فتح کر لیا ہے اور دمشق کی جانب روانہ ہو چکے ہیں۔ تو بہت  
پریشان ہوا اور اپنے سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ کون شخص خالد بن ولید  
کے مقابلہ کو جائے گا؟ جو کوئی یہ کام کرے گا میں اسے ان تمام شہروں  
کا محصول معاف کروں گا۔ جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔

کلوں نے جو ایک نامور اور بہادر سردار تھا۔ جواب دیا کہ میں  
مسلمانوں کے لئے کافی ہوں اور انہیں شکست دے کر بھاگوں گا۔  
چنانچہ ہرقل نے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ کلوں کو دمشق کی طرف روانہ

کیا۔ اس زمانے میں عزرائیل نامی ایک شخص وہاں کا حاکم تھا جب کلوں وہاں پہنچا تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے کہا:-

”تم لوگ عزرائیل کو اس شہر سے نکال دو۔ میں تمہارا دشمنوں کا مقابلہ کر کے ان کو بھگا دوں گا۔“

لوگوں نے کہا:- ”اس وقت جبکہ دشمن ہمارے سر پر ہے ہمیں تم جیسے دس ہزار بھی ہوں تو سب کی ادا کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہم اہل عزرا سے اچھی طرح مقابلہ کر سکیں۔ یہ وقت باہم خانہ جنگی اور نفاق کا نہیں ہے۔“

کلوں نے کہا:- ”اچھا۔ ایک دن میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نیکوں اور ایک دن عزرائیل نکلے۔ دونوں میں سے جو شخص مسلمانوں کو بھگا دے وہی اس شہر کا حاکم ہوگا۔“

اہل شہر نے کلوں کی یہ رائے پسند کی اور اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید ریغوطہ میں اترے۔ تو تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے دیکھا کہ رومیوں کی فوج نڈی دل کی طرح چلی آ رہی ہے چنانچہ آپ نے فوراً صفت آرائی شروع کر دی۔ بیمنہ پر رافع بن عمر الطائی کو۔ پیسہ پر سید بن سحیحہ الغزالی کو۔ دائیں بازو پر حضرت شہیل بن حسنہ کو۔ بائیں بازو پر حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر کو اور ساتھ پر سالم بن زوق کو مقرر کیا اور خود مع اپنے رفقاء کے قلب لشکر میں پھرتے سب سے اول آپ نے فرار بن ازور کو حملہ کا حکم دیا۔ انہوں نے دو حملوں

میں ایک ایک کر کے دس دس روٹیوں کو ختم کر دیا۔ پھر عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکریہ کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے میدان جنگ میں آئے اور مقابلے کے لئے آنے والے سردار کو جہنم صاف کر کے دشمن کو لگا سا "اگر ہمت ہے تو دس سواریوں کے مقابلے کے لئے آئیں لیکن دشمن نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔"

اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے میدان جنگ میں اپنے مقابل کو طلب کر رہے تھے

## کلوں سے مقابلہ

اور اُدھر زوال پذیر قوموں کے عام افراد کی طرح عزرائیل اور کلوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ عزرائیل کلوں سے کہہ رہا تھا۔ "تجھے بادشاہ نے شہر مقرر کر کے میری مدد کو بھیجا ہے اور تو نے یہاں آکر ایسے ایسے لڑنے کا اعلان بھی کیا ہے۔ اب تو مقابلہ کے لئے نکل۔ کیونکہ تجھے شہر اور رعیت کی حفاظت کا ذمہ دار بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

کلوں نے کہا: "تو اس شہر میں پہلے سے حکم ہے۔ اس لئے تو عربوں کے مقابلہ کے لئے نکل۔"

بالآخر عزرائیل اور کلوں نے قرعہ ڈالا اور قرعہ کلوں کے نام پر نکلا۔ کلوں بادل ناخواستہ مقابلہ کے لئے نکلا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر تم لڑائی میں میری جانب سے کچھ کمی پاؤ یا مجھے مغلوب ہونا دیکھو تو میری امداد کرنا۔ انہوں نے کہا: "تیری یہ بات کمزوری اور لپیٹ ہمتی کی دلیل ہے۔ پھر کلوں نے کہا: "میرا مقابلہ بدو کی ہے۔ میں اس کی



زبان سے ناواقف ہوں۔ اس لئے میرے ساتھ کسی ترجمان کو جانا چاہیے  
 چنانچہ جرجس نصرانی جو ایک دانشمند اور فصیح البیان آدمی تھا۔ ترجمانی کیلئے  
 اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ کلوں نے روانگی کے وقت جرجس سے کہا۔  
 کہ یہ عربی بڑا بہادر شہسوار ہے۔ اگر تم مجھے اس کے مقابلہ میں سست پڑے  
 دیکھو تو میری مدد کرنا۔ میں اس کے صلہ میں تمہیں اپنا مصاحب بناؤں گا  
 کل کو عزرائیل کی باری ہے۔ وہ مقابلہ کونسلے گا اور مارا جائے گا۔ مجھے  
 اس کے مارے جانے سے خوشی ہوگی۔

جرجس نے کلوں سے کہا: میں گفتگو میں تیری مدد کر سکتا ہوں  
 لیکن میں جنگجو نہیں ہوں۔

اس پر کلوں نے جواب دیا: افسوس ہے۔ تو یہ چاہتا ہے  
 کہ میں مارا جاؤں۔

جرجس نے کہا: تیری رضامندی اور اطاعت کی وجہ سے میں  
 اپنی جان قربان کر دوں۔ تو تیرا دیا ہوا انعام و اکرام میرے کس کام کا۔  
 اس گفتگو کے بعد کلوں مجبور ہو کر حضرت خالد بن ولید کے مقابلہ کو  
 بڑھا۔ جرجس اس کے ہمراہ تھا۔ کلوں نے جرجس سے کہا۔ کہ ہمارے  
 مد مقابل کو ہمارے دبدبہ اور کثرت سے خوفزدہ کر دو۔ اور ان سے ریاقت  
 کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔

جرجس حضرت خالد بن ولید کے پاس آیا اور کہا۔  
 "اے عربی۔ میں تم سے ایک کمال بیان کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ

ایک شخص کے پاس کچھ بکریاں تھیں جنہیں ایک چرواہا چرایا کرتا تھا لیکن  
 اس چرواہے کی غفلت اور کمزوری کی وجہ سے ایک درندہ روزانہ بکریوں  
 کو بھاڑ کر کھا جاتا جب مالک حقیقت سے آگاہ ہوا۔ تو اس نے ایک  
 دوسرا مضبوط اور مستعد چرواہا مقرر کیا۔ جو شب و روز گلہ کی نگہبانی کرتا  
 چنانچہ درندہ جو بکریوں کو بھاڑ کر کھا جانے کا عادی ہو چکا تھا۔ حسب  
 عادت آیا اور بکری کو اٹھانا چاہا۔ لیکن چرواہا اس کی تاک میں بیٹھا  
 تھا۔ اس نے فوراً حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اور پھر کوئی جانور گلہ کے  
 پاس تک نہ پھینکا اور بکریاں و زندوں کے نقصان سے محفوظ ہو گئیں،  
 ابتدائیں ہماری غفلت کی وجہ سے نہیں فتوحات حاصل ہوئیں  
 اور ہم نہیں عاجز اور خسہ حال سمجھ کر بے پرواہے جس کا نتیجہ یہ ہوا۔  
 کہ تم نے ہمارے بہت سے شہر فتح کر لئے تمہیں عمدہ غذا میں اور میوے  
 کھانے کے لئے اور اعلیٰ پوشاکیں پہننے کو ملیں۔ جو تمہیں اس سے  
 پیشتر کبھی نصیب نہیں ہوئی تھیں۔ تمہیں ملک گیری کی ہوس بے جا  
 نے اس مقام پر پہنچا دیا جہاں تم اب ہو۔ اور تمہارے حوصلے بڑھ گئے  
 اس لئے خیر خواہی کے طور پر میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا مثال کے  
 مطابق یہ شخص جو میرے پہلو میں کھڑا ہے۔ اس مضبوط اور مستعد چرواہے  
 کی مانند ہے اور یہ تم کو زیر کرنے اور مار ڈالنے کے لئے بہت کافی  
 ہے۔ اس شیر نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ تم اپنا دعایا مجھ سے بیان کرو کہ  
 کیا چاہتے ہو۔ پیشتر اس کے کہ تمہیں اس شیر سے وہ اذیت پہنچے جو

۵

اس منسوب و نگہبان سے اس درندے کو بھیجی تھی اور تم لوگ ایسے دریا میں  
گھس جاؤ۔ کہ جو شخص اس میں جاتا ہے وہ غرق ہو جاتا ہے اور جو اس کا  
پانی پیتا ہے اس کے معلق ہیں وہ پانی اٹک جاتا ہے۔" آقا

حضرت خالد نے جبریں کی باتیں سن کر فرمایا: "تو ہمارے سامنے  
امثال بیان کرتا ہے۔ واللہ ہم تمہیں لڑائی میں ان چڑیوں کی مانند سمجھتے  
ہیں۔ جو شکاری کے جال میں پھنس گئی ہوں اور شکاری ان کی کثرت کی  
کچھ پروا نہ کرتا ہو۔ بلکہ ان کی کثرت کے خوش ہوتا ہو اور ان کو جال کے اندر  
لے محابو ایسے بانٹیں اور اور پینچے سے پکڑ پکڑا کر ایسے قبضہ میں کر رہا ہو  
اور جو تو نے ہمارے شہر اور وہاں کی قحط سالی کا ذکر کیا ہے۔ تو وہ ٹھیک ہے  
لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کے عوض میں گندم اور کھجور کے عوض میں  
ترقازہ میوہ جات اور روغن و شہد عطا فرمایا ہے۔ اور یہ ملک ہماری زمین  
ہے۔ جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد علیہ وسلم کے ذریعے  
ہم سے کیا۔ اور جو تو ہمارا لہو چھتا ہے۔ تو ہم تین بانوں میں سے ایک  
چاہتے ہیں اور وہ یہ ہیں :-

"یا اسلام قبول کرو۔ یا جزیہ رو۔ یا لڑو۔ حتی یحکم اللہ  
بحکمہ و ہو خیر الحاکمین۔ تا انکہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے  
اور وہ سب بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔"

اور جو تو نے عظمت و بہادری اس شخص کی ہم سے بیان کی ہے۔  
سودہ ہماری نگاہ میں سب ذلیلوں سے ذلیل ہے۔ اگر وہ بادشاہ کا لہو

ہے۔ تو ہم دینِ حق کے پرستار ہیں اور خدا کے وحدہ لا شریک کے مطیع۔ ہم  
 ندم۔ ارکہ جو ران۔ سخنہ۔ بصرہ۔ قرظین کے حاکم ہیں اور میرا نام خالد بن ولید ہے  
 یہ سن کر جس پر خوف طاری ہو گیا اور وہ واپس چلا گیا۔ کلوں نے  
 پوچھا: "جانتے وقت تو یوں تھا جیسے شیر جھڑکتا ہے لیکن اب ڈر کر  
 بھاگ آیا ہے"

جس نے کہا: مجھے اپنے دین کی قسم ہے میں پہلے اس کو ناخیز  
 سمجھتا تھا لیونکہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ شخص اس قدر جبری ہے۔ اور یہ سردار  
 قوم ہے۔ اس قوم کا سردار جس نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے اور بڑوں  
 بڑوں کو سزوں کو سزوں کر دیا ہے۔ اب تو اس کی طرف متوجہ ہو اور اپنی شجاعت کے  
 جوہر دکھا۔"

جب کلوں نے حضرت خالدؓ کے متعلق یہ سنا تو ڈر گیا اور لڑے  
 بغیر شکر کی طرف بھاگنا چاہا لیکن حضرت خالدؓ نے کلوں پر حملہ کیا اور اسے  
 بھاگنے کا موقع نہ دیا۔ ناچار وہ بھی مقابلہ پر آیا۔ اور حضرت خالدؓ نے معمولی جھڑپ  
 کے بعد اپنے گھوڑے کو اس کے گھوڑے کے بالکل نزدیک کر کے اس کے  
 نیزہ کو بالکل بے کار کر دیا۔ اور لاجول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم  
 پڑھ کر اسے گورے پر سے کھینچ لیا۔

مسلمانوں نے بہاوری کے اس عدیم المثال کا نامہ کے نظارہ  
 سے خوش ہو کر نعرہ بکیر بلند کیا۔ آپ نے کلوں کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا اور  
 فرمایا: "اس کی شکستیں باندھ لو۔" کلوں حالت بیقراری میں بڑبڑا رہا تھا۔

حضرت خالدؓ نے روماس کو بلا کر پوچھا۔ کہ یہ کیا کتاب ہے؟  
 روماس نے بتایا۔ کہ یہ کتاب ہے: تم خیر لینا چاہتے ہو۔ تو میں تم کو  
 اس قدر مال دینے کو تیار ہوں جتنا تم لینا چاہتے ہو۔ پھر میری مشکبیں کیوں  
 کہتے ہو؟

حضرت خالدؓ نے کہا: مجھے یہ قوم کا سرور معلوم ہوتا ہے۔ اس کے  
 بعد آپ دو سکر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ جو حالک تدمر نے آپ کے پاس  
 بطور تحفہ بھیجا تھا۔ اور رومیوں پر حمد کا ارادہ کیا۔ حضرت خزازؓ نے آپ  
 کو روکا اور کہا: اس رومی سرور کے ساتھ لڑائی میں آپ بہت تھک  
 چکے ہیں۔ اب ذرا آرام کر لیجئے۔ میں آپ کی طرف سے حملہ کرتا ہوں۔  
 حضرت خالدؓ نے جواب دیا: "راحت و آرام صرف آخرت میں ہے اور  
 جو اس دنیا میں خدا کی راہ میں جہاد کر کے محنت اور مشقت اٹھائے گا وہی  
 کل راحت حاصل کرے گا۔ پھر کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔ یہ  
 کہہ کر حملہ کرنے کو بڑھے۔

کلوں نے چٹا کر کہا: "قسم ہے تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 کہ تم میرے پاس واپس آؤ۔"

مسلمانوں نے باواز بند حضرت خالدؓ سے کہا: کہ یہ رومی آپ کو  
 پکارتا ہے "حضرت خالدؓ لوٹ آئے اور روماس سے پوچھا: یہ کیا کتاب ہے؟  
 روماس نے بتایا کہ یہ کتاب ہے کہ میرے اور غزائیل کے درمیان بیٹے ہوا  
 تھا کہ پہلے آپ سے بیس لڑوں گا۔ بعد میں وہ لڑے گا۔ میں تو اپنا فرض پورا

کرچکا۔ اب آپ اسے مقابلہ کے لئے بلائیے۔ حضرت زبیرؓ کا فرکانا  
 یہ سنکر حضرت خالدؓ نے فرمایا: "صرف عزرائیل ہی نہیں۔ میں ہر  
 مشرک کو مقابلہ کے لئے پکارتا ہوں۔"

عزرائیل سے جنگ | جب ہجر میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ  
 کے خوف سے بھاگ کر آیا۔ تو رومیوں نے

پوچھا: "آخر کیا معاملہ ہے جو تم اس قدر خوف زدہ ہو رہے ہو؟" اس نے کہا: "میرے  
 پیچھے موت ہے جس سے بچنا ممکن نہیں اور وہ مسلمانوں کا سردار ہے۔ جو خود  
 لڑنے کے لئے آیا ہے وہ جہاں کہیں ہمیں پائے گا۔ مار ڈالے گا میں اپنی  
 جان بچا کر بھاگ آیا ہوں۔"

رومیوں نے کہا: "بڑول۔ تو نے ہمیں بھی ڈرا دیا۔ پھر فوج کے بعض  
 سرداروں نے عزرائیل سے کہا: "کہ کلو ص باوشاہ کا مصاحب تو قید ہو گیا اور  
 اس نے لڑنے میں کچھ کمی نہیں کی۔ تیرے اور اس کے درمیان یہ شرط طے پائی  
 تھی۔ کہ ایک دن تو لڑے اور ایک دن وہ لڑے گا۔ اس نے مقابلہ کر کے اپنی  
 ذمہ داری پوری کر دی۔ اب تو مقابلہ کے لئے نکل۔"

عزرائیل نے کہا: "مسلمانوں کا سردار مارا جائے گا۔ تو اس کی جگہ کوئی  
 دوسرا سردار مقرر ہو جائے گا۔ لیکن اگر میں مارا گیا تو تم بھیڑ بکریوں کی طرح بغیر  
 چرواہے کے رہ جاؤ گے۔ اس لئے میری یہ رائے ہے کہ تم سب مل کر بیکارگی  
 جتنا کرو۔"

رومیوں نے جواب دیا: "ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے بہت سے

لوگ مارے جائیں گے۔“

یہ جھگڑا ہو ہی رہا تھا کہ کلوں کے ہمراہی وہاں آئے اور چلا کر عزرائیل سے کہا۔ ”تو باوجود شاہ کو ہمارے سردار سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ اس نے تجھ سے جو عہد کیا تھا۔ پورا کر دیا اور گرفتار ہو گیا۔ اب تو مقابلے کے لئے نکل ورنہ ہم پہلے تجھ سے لڑائی کریں گے۔“

عزرائیل نے کہا۔ ”تم یہ نہ سمجھو کہ میں اس بدوی کے مقابلے سے ڈرتا ہوں۔ میں ابھی جاتا ہوں۔“

چنانچہ عزرائیل مسلح ہو کر میدان جنگ میں نکلا اور عربی زبان میں حضرت خالدؓ سے مخاطب ہوا۔ ”اے سردار! اتنی فوج ہوتے ہوئے آخر غم جو کیوں لڑتے ہو۔ اگر تم مارے گئے۔ تو ہمارے ساتھی بھڑکریں گی مانند بغیر گلہ بان کے تیر تیر ہو جائیں گے۔“

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ ”ابھی تو نے میرے دو ساتھیوں کی بہادری دیکھی ہے۔ انہوں نے تیری قوم کے کتنے آدمیوں کو مار ڈالا۔ اور اگر میں انہیں اجازت دے دیتا تو خدا کی مدد سے وہ تیری تمام صفوں کو زیر و زبر کر کے غارت کر دیتے۔ میرے ساتھی ایسے ہیں جو موت کو غنیمت جانتے ہیں اور زندگی کو عذاب۔ پھر حضرت خالدؓ نے پوچھا۔ ”تیرا نام کیا ہے؟“

اس نے کہا۔ ”میں شہسواروں کا سردار ہوں۔ اور میرا نام عزرائیل ہے۔“

حضرت خالد بن ولیدؓ جو اب سنکر مسکرائے اور کہا: "جس کے نام پر تیرا نام رکھا گیا ہے۔ وہ تیرا مشاق ہے۔ تاکہ تیری روح کو دوزخ میں پہنچائے۔" عزرائیلؑ کی بہاوری ملکِ شام میں زبانِ زوخاص و عام تھی۔ اس نے حضرت خالدؓ سے کہا: "میں اپنے دین کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اگر میں چاہوں۔ تو تم پر غالب آسکتا ہوں۔ مگر از روئے شفقت عہدِ اتم کو چھوڑے دیتا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے صلح کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم میری قید میں آجاؤ۔ اور میں تم کو اس شرط پر رہا کر دوں گا۔ کہ تم یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ اور جن شہروں پر تم نے قبضہ کیا ہے وہ ہمارے سپرد کر دو۔"

حضرت خالدؓ نے کہا: "تو تم سے ایسی امیدیں رکھتا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کا یہ گروہ جنہوں نے تدمر۔ ارکہ۔ حوران۔ سینحہ اور بصری فتح کیا ہے وہ گروہ ہے۔ جس نے اپنی جانوں کو بہشت کے عوض میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ کیا ہے اور عالمِ آخرت کو اس عالم پر ترجیح دی ہے۔ تجھے عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ کہ کون غالب آتا ہے۔"

پھر حضرت خالدؓ نے نہایت ہوشیاری سے عزرائیلؑ پر حملہ کیا۔ عزرائیلؑ خالدؓ کے دبدبے سے ڈر گیا اور پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ آپ نے اس کا تعاقب کیا۔ لیکن چونکہ اس کا گھوڑا تیز رفترا تھا۔ حضرت خالدؓ اس تک نہ پہنچ سکے اور ٹھہر گئے۔ عزرائیلؑ نے یہ سمجھا کہ خالدؓ مجھ سے ڈر گئے۔ اس لئے ٹھہر گیا۔ حضرت خالدؓ گھوڑا دوڑا کر اس کے قریب پہنچ گئے۔ تو عزرائیلؑ نے کہا: تم یہ سمجھے ہو گے کہ میں خوف سے بھاگا ہوں۔ بلکہ میں تو تمہیں تمہارے لئے ڈوڈا کر پناہ چاہتا



حضرت خالد اپنے گھوڑے سے اترے اور تلوار سے کراس کی طرف  
 بڑھ گیا اور بڑھ کر آپ کو پاپاؤہ و کیو کر گدھ کی طرح آپ کے گرد منڈلاتے شروع  
 کیا اور بڑھ کر آپ پر تلوار کا وار کرنا چاہا۔ لیکن حضرت خالد نے تلوار کی ایک  
 ضرب سے اس کے گھوڑے کی گود میں کاٹ ڈالی اور اسے گرفتار کر کے  
 مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔

غزرائیل کی گرفتاری کے بعد تو دمشق کا حاکم مقرر ہوا۔ تو ماباوشاہ کا  
 وانا اور معتمد تھا۔ جب اہل دمشق لڑائی کے لئے تیار ہوئے تو حضرت خالد  
 نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کہ رومیوں کے ویوں پر اسلام کا رعب طاری  
 ہو گیا ہے۔ اس لئے مصلحت یہ ہے کہ ہم دونوں مل کر ان پر حملہ کریں۔ حضرت  
 ابو عبیدہؓ نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا اور سب مسلمانوں نے تکبیر  
 کہہ کر حملہ کیا۔ جس سے دمشق کے در و دیوار کانپ اٹھے۔ حملہ کی شدت  
 اور حملہ کی تاب نہ لاکر رومی میدان سے بھاگ نکلے۔ مسلمان مقام ویر  
 سے دمشق کے شرقی دروازہ تک انہیں مارے اور تعاقب کرتے چلے  
 گئے۔ اہل دمشق نے شہر میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے ساتھ جو لشکر آیا تھا۔ اس کی تعداد  
 ۳۷ ہزار تھی۔ اور حضرت خالدؓ کے ساتھ پندرہ سو آدمی تھے۔ چنانچہ حضرت  
 خالدؓ کے حکم سے نصف لشکر حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ باب جابہ پر  
 اور نصف حضرت خالدؓ کے ساتھ باب شرقی پر اترا۔ اور شہر کا محاصرہ کر لیا گیا۔  
 اس وقت حضرت خالدؓ نے کلوں اور غزرائیل کے سامنے اسلام پیش کیا۔

لیکن انہوں نے انکار کر دیا تب حضرت خالدؓ کے حکم سے حضرت رافع بن  
عمرہ الطائی نے کلوں کو اور حضرت ضرارؓ نے عذرائیل کو قتل کر دیا۔

اہل و عشق نے اپنے دونوں سرداروں کے قتل - اپنی نہریت اور  
محاصرہ کا حال ہر قتل کو بکھا۔ اور اس سے ملک کی درخواست کی۔ قاصد نے  
انطاکیہ پہنچ کر ہر قتل کو خط دیا تو وہ پڑھ کر بہت رویا۔ اور روانہ حاکم جمہس  
کو عربوں کے مقابلہ کے لئے بارہ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا اور اس  
کا کہنا کہ جب تو بلبک پہنچے تو رومیوں کے اس لشکر کو جو اجناوین میں جمع ہے  
یہ حکم دینا۔ کہ وہ لوگ ارض بلقا اور جبال سودا میں ٹھہرے رہیں اور کسی عرب  
کو آگے نہ آنے دیں تاکہ وہ اپنے ساتھیوں سے جو عمرو بن عاص کے ساتھ  
اسی نواح میں ہیں۔ نہ آئیں۔

وردان نے کہا۔ کہ میں خالد بن ولید کا سر لے کر واپس آؤں گا  
اور وہاں سے حجاز جا کر کعبہ اور مدینہ کو تاراج کروں گا۔

ہر قتل نے کہا۔ تو ایسا کہے گا۔ تو وہ شہر جو مسلمانوں نے فتح کیے  
ہیں۔ میں تجھے دے دوں گا۔ اور تو ہی میرے بید باوشاہ ہوگا۔

جب وردان کا یہ لشکر انطاکیہ سے روانہ ہوا تو ہر قتل اپنے امراء و  
حکام کے ساتھ دوڑ تک اسے سخت کرنے کے لئے آیا۔ وردان ہجرات  
کے راستے حجات پہنچا اور وہاں سے ایک قاصد اجناوین بھیجا اور وہاں کی  
فوج کو یہ حکم دیا۔ کہ وہ سب راستوں کی ناکہ بندی رکھیں اور عمرو بن العاص  
کے لشکر کو خالد بن ولید کے لشکر سے نہ ملنے دیں۔

یہ پہلے ذکر اچکا ہے۔ کہ کلوس اور غزائیل کے قتل کے بعد  
 حضرت خالد نے دمشق کا محاصرہ کر لیا تھا اور اس محاصرہ کو تقریباً بیس دن  
 گزر چکے تھے۔ جس وقت حضرت خالد کو معلوم ہوا کہ رومیوں کا ایک بڑا  
 لشکر اجنادین میں جمع ہو رہا ہے تو آپ نے حضرت ابو عبیدہ سے باب  
 حابہ پر جا کر مشورہ کیا اور کہا کہ میری رائے میں رومیوں کو یہاں پہنچنے کا  
 موقع دینے کی بجائے اجنادین میں جا کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ حضرت ابو عبیدہ  
 نے فرمایا: "اگر ہم یہاں سے جاتے ہیں۔ تو جو تنگی ہم نے دشمن پر ڈال  
 رکھی ہے۔ وہ دور ہو جائے گی اور وہ رسد وغیرہ کا انتظام کر کے نازہوم  
 ہو جائے گا۔"

حضرت خالد نے ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے روانگی  
 ملتوی کر دی۔ اور تمام سرداروں کو جو دمشق کے دروازوں پر متعین تھے  
 یہ حکم دیا کہ شدت سے حملہ کریں۔ چنانچہ مسلمانوں نے ہر طرف سے تار تار  
 حملے شروع کر دیے۔ یہ محاصرہ کی ایک بیس رات تھی۔ محاصرہ کی سختی سے  
 اہل دمشق کا حال تباہ ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ حبیب انہوں نے باؤشاہ کی  
 طرف سے کوئی کمک آنے نہ دیکھی۔ تو صلح کا ارادہ کر لیا۔ اور اس شرط کے  
 ساتھ صلح کا پیغام بھیجا کہ ایک ہزار اوقیہ چاندی۔ پانچ سو اوقیہ سونا اور یکھد  
 پارچات ریشمی لے کر مسلمان چلے جائیں۔ لیکن حضرت خالد نے یہ شرط  
 نہ مانی اور کہا بھیجا: "ہم سو نے چاندی کے لالچ میں یہاں نہیں آئے۔  
 ہمارے یہاں آنے کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ اس مشرکانہ نظام کی

جگہ ایک صالح نظام قائم کریں جس میں سب کو برابری کا درجہ حاصل ہو اور  
سب کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

انگے دن حضرت خالد بن ولید نے فوج کو لڑنے کا  
حکم دیا۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اہل دشمن شہر پہ  
جنگ بیت لہیا

پر تالیاں بجا کر بچوں کی طرح اچھل رہے ہیں اور پہاڑ کی جانب دیکھ کر  
خوش ہو رہے ہیں۔ اسی اثناء میں غلہ فروشوں نے اگر یہ خبر دی کہ ہم نے  
پہاڑ کی گھاٹی کی جانب روسیوں کا ایک بہت بڑا لشکر دیکھا ہے۔

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید نے فوجی سرداروں سے مشورہ کیا اور انہی  
مشورے سے قرار پایا کہ کسی ہوشیار اور دلیر سردار کو بائیں سو سواروں کے  
ساتھ اس لشکر کی خبر لانے کے لئے روانہ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت خالد  
نے حضرت ضراب بن ازور کو اس مہم کے لئے منتخب فرمایا اور سب نے  
اس کی تائید کی۔ چنانچہ حضرت ضراب بن ازور کو بیت لہیا کی جانب روانہ  
کیا گیا۔

حضرت ضراب بیت لہیا تک پہنچ گئے۔ کیونکہ انہیں ایسی لہی تھوڑی  
تھات کے سر کرنے کا بہت شوق تھا۔

مسلمانوں نے دشمن کے لشکر کو دیکھا کہ وہ پھیلی ہوئی ہڈیوں کی  
کی طرح پہاڑ کی گھاٹی سے اتر رہا ہے۔ تو مشورہ دیا کہ دشمن کی تعداد بہت  
زیادہ ہے۔ اور ہم تھوڑے ہیں۔ ہمیں واپس ہو جانا چاہیے۔ لیکن حضرت  
ضراب نے اپنے فرمایا۔ جب ہمارا مقصد ہی شہادت کا درجہ حاصل

کتاب ہے۔ تو دشمنوں کی کثرت و قلت کا کیا ذکر ہمیں کسی حالت میں بھی ملے پھر کر بھاگنا نہیں چاہیے۔ ہمیں تعداد کی وجہ سے فتح نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد و ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں صبر سے کام لینا چاہیے۔ چنانچہ حضرت ضرارؓ نے اپنے لشکر کو کہیں گاہ میں بٹھا دیا اور جس وقت دشمن کی فوج زدیں آگئی۔ تو مسلمان حملہ آور ہوئے اور شدت کی رٹائی ہونے لگی۔ حضرت ضرارؓ نے قلب لشکر میں گھس کر اس سوار کے جو صلیب پر اٹھا۔ ایسا نیزہ مارا کہ آریار ہو گیا اور وہ بے جان ہو کر گر پڑا اور صلیب اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ حیب وردان نے صلیب کی طرف دیکھا تو اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اس نے گھوڑے سے اتر کر صلیب اٹھانا چاہی لیکن مسلمانوں نے اسے گھیر لیا۔ وردان نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے حملوں سے خوفزدہ ہو کر قلب لشکر سے فرار ہونا چاہا۔ تو اس کے ساتھیوں نے پوچھا۔ کہاں جاؤ گے؟ اس نے حضرت ضرارؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ میں اس جری آدمی سے بھاگتا ہوں۔ کیا تم نے اس شخص سے یہاں ہینڈاگ اور ڈرانے والا کوئی دیکھا ہے؟

حضرت ضرارؓ نے وردان کو بھاگتے دیکھ کر اس کا تعاقب کیا لیکن وہ

حضرت ضرارؓ کی گرفتاری

بچ کر نکل گیا۔ اس کے بیٹے حمران نے ایک نیزہ حضرت ضرارؓ کے رانہ کے رانہ سے آپ کو معمولی زخم آیا۔ لیکن آپ نے حمران پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ حضرت ضرارؓ کی عادت تھی کہ آپ خطرے سے بے پروا ہو کر دشمن

کی صفوں میں دوڑناک گھس جاتے تھے۔ اس لڑائی میں بھی آپ اپنے  
 ساتھیوں کو چھوڑ کر بہت آگے بڑھ آئے تھے۔ جب رومیوں نے یہ  
 دیکھا۔ تو چاروں طرف سے رہیں لے کر گرفتار کر لیا۔ حضرت ضرار کی یہ  
 پہلی گرفتاری تھی۔ یہ گرفتاری لشکر اسلام پر بہت شاق گزری۔ چنانچہ  
 انہوں نے دشمن پر تباہی توڑنے کے لئے اور حضرت ضرار کو چھڑانے کی بہت  
 کوشش کی لیکن کوئی صورت ان کے چھڑانے کی نظر نہ آئی۔

جب حضرت خالدؓ کو حضرت ضرار کی گرفتاری اور مسلمانوں کی لڑائی  
 کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے میسرہ بن مسروق العبسی کو ایک ہزار سواروں  
 کے ساتھ اپنی جگہ متعین کیا اور خود لشکر لے کر دشمن کی سرکوبی کے لئے  
 روانہ ہو گئے۔ آپ نے لشکر کو حکم دیا کہ نیرے سیدھے کر لو اور جب دشمن  
 کے قریب پہنچو تو سب کیا رنگی حملہ کر دو۔ شاید اس تدبیر سے ہم حضرت ضرارؓ  
 کو چھڑانے میں کامیاب ہو جائیں۔

حضرت خالدؓ نے راستہ میں دیکھا کہ ایک شخص بلند قامت، گھوڑے  
 پر سوار۔ نیرہ ہاتھ میں اٹھلے بجا رہا ہے۔ اور گھوڑے کی زین پر ایسے  
 جھانڈیٹھائے گویا اس کے ساتھ چسپاں ہے۔ حضرت خالدؓ نے اس کے  
 متعلق معلوم کرنا چاہا لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔

آپ میدان جنگ میں اس وقت پہنچے جب رافع اور ان کے ہمراہی  
 استقلال کے ساتھ رومیوں سے لڑ رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ وہی سوا  
 رومی لشکر پر اس طرح حملہ کرتا ہے۔ جیسے بازار اپنے لشکر پر۔

حضرت رافع سمجھے کہ یہ خالد بن ولید ہیں۔ کیونکہ ایسے حملے بجز خالدؓ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن جب حضرت خالدؓ کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ یہ سوار کون ہے؟ انہوں نے کہا: "میں خود یہ جاننا چاہتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ سوار خون سے لہترتا ہوا باہر نکلا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ خولہ بنت ازور ہیں۔ انہوں نے حضرت خالدؓ کے اصرار پر اپنا نام بتایا اور کہا کہ میں قوم منجیہ کی عرب عورتوں میں سے بھی تھی۔ کہ مجھے اپنے بھائی ضرار کی گرفتاری کا علم ہوا۔ چنانچہ میں فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر اس طرف چل دی۔"

یہ سن کر حضرت خالدؓ نے انہیں تسلی دی اور کہا: "میں امید ہے کہ انشاء اللہ ہم تمہارے بھائی کو چھڑالائیں گے۔"

جب حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں سمیت حملہ کیا تو رومی لشکر پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ دروان نے اپنے لشکر کو سنبھالنا چاہا لیکن حضرت خالدؓ نے ایک حملہ اس شدت سے کیا کہ رومی لشکر کافی کی طرح پھٹ گیا۔ یہ لڑائی شام تک جاری رہی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی مگر اب تک حضرت ضرار بن ازور کا کوئی پتہ نہ چلا اور دونوں لشکر اپنی اپنی فرودگاہوں کو لوٹ گئے۔ حضرت خولہؓ اپنے بھائی کا پتہ نہ چلنے سے یاس ہو کر رہ گئیں۔ تو حضرت خالدؓ نے متاثر ہو کر پھر حملے کا ارادہ کیا۔ اسی اثنا میں انہوں نے دیکھا کہ رومی فوج کے مہینہ سے ایک گروہ سواروں کا ان کی طرف آ رہا ہے۔ مسلمان ان کے مقابلہ کو تیار تھے۔ لیکن انہوں نے

نزدیک آکر اپنے ہتھیار پھینک دئے اور گھوڑوں سے اتر کر امان طلب کی  
 حضرت خالدؓ نے پوچھا "تم کون ہو؟" انہوں نے جواب دیا کہ "ہم وردان  
 کے لشکر ہی اور حمص کے باشندے ہیں۔ ہم آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور  
 اس لئے آئے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے اہل و عیال کو امان دیں اور  
 ہمیں ان لوگوں میں شمار کریں جن سے آپ نے صلح کی ہے۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "جب ہم حمص پہنچیں گے تو صلح کر دیں گے  
 لیکن تم لوگ ہمارے ساتھ رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور دشمن  
 کے درمیان فیصلہ کر دے۔" پھر انہیں نگرانی میں رکھنے کا حکم دیا اور ان  
 سے پوچھا کہ تم نے ہمارے اس ساتھی کو بھی دیکھا ہے جس نے وردان  
 کے بیٹے کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا "وردان نے ان کو اونٹ پر  
 سوار کر کے ایک سو سواروں کی نگرانی میں حمص کی جانب ہرقل کے پاس روانہ  
 کیا ہے۔"

حضرت خالدؓ نے شکر بہت خوش ہوئے اور حضرت رافعؓ کو بلا کر کہا۔  
 "تمہاری دانائی اور تدبیر سے ہم نے ارضِ سماویہ وغیرہ کو باسانی طے کیا تھا  
 تم اس ہلاک کے راستوں سے خوب واقف ہو۔ اب مسانوں کو ساتھ لے کر  
 رومیوں کے پیچھے جاؤ۔ ممکن ہے کہ تم ضرارؓ کو چھڑالو۔"

یہ شکر حضرت رافعؓ ایک سو سوار کے ساتھ  
 حضرت ضرارؓ کی رہائی

روانہ ہو گئے۔ خوارزمت ازور بھی ان کے

بمراہ تھیں۔ جب سلمان سلیمیا میں پہنچے تو رافعؓ نے بومر اوھر دیکھا۔ مگر



دشمن کا کوئی نشان نہ پایا۔ تب انہوں نے مسلمانوں سے کہا: شاید رومی لشکر ابھی تک یہاں نہیں پہنچا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں کو ایک پوشیدہ مقام پر بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر میں رومی حضرت خزار بن ازور کو گھیرے میں لئے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ حضرت رافع اور ان کے ہمراہی نصرہ تکبیر کہہ کر کھینٹ گاہ سے نکلے اور کیدم دشمنوں پر جا پڑے اور ان کی آن میں ان کا صفایا کر کے حضرت خزار کو چھڑا لیا۔

حضرت رافع کی روانگی کے بعد حضرت خالد نے وردان کی فوج پر اس شدت سے حملہ کیا۔ کہ رومی لشکر اس سختی کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان سے بھاگ نکلا۔ وردان ان کے آگے آگے تھا۔ حضرت خالد اور آپ کے لشکر نے ولوی الحیات تک ان کا تعاقب کیا۔ وادی الحیات میں حضرت خالد کی حضرت خزار۔ رافع اور تمام مسلمانوں سے ملاقات ہوئی اور سب مظفر منصور و منشق کو روانہ ہوئے۔

جب وردان کی ہزیمت اور اس کے بیٹے کے مارے جانے کی خبر پھیل کر پہنچی۔ تو اس نے وردان کو لکھا کہ تیری وہ بیٹی کہاں گئی۔ جس کا تو نے روانگی کے وقت اظہار کیا تھا۔ ان بھوکے ننگے سروں نے تیرے بیٹے کو مار ڈالا اور تجھے میدان سے بھگا دیا۔ خیر جو بڑا سو ہوا۔ اب تو اجنادین کی طرف روانہ ہو جا میں نے عربوں کے مقابلہ کے لئے وہاں نوے ہزار فوج جمع کر رکھی ہے۔ تو اپنے سرداروں کے ذریعے ایسا انتظام کر کہ جو عرب فلسطین میں عمرو بن عاص کے ساتھ ہیں وہ مسلمانوں کے

سرور خالد بن ولید کے ساتھ دمشق میں ملنے نہ پائیں۔ وروان یہ خط لے کر ہی اجنادین کی طرف روانہ ہو گیا۔

خالد بن ولید اپنے ساتھیوں سمیت وروان کی ہم سے دمشق واپس آئے۔ تو اسی وقت عباد بن سعید خرمی حضرت ثمر بن حسانہ کے فرستادہ ہو کر بصری سے آئے اور حضرت خالد سے کہا کہ بصری نے اجنادین میں نوے ہزار فوج جمع کی ہے۔ حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ سے اس معاملہ میں مشورہ کیا اور طے پایا کہ مسلمان سرداروں کو لگو کر تمام اسلامی سپاہ ایک جگہ جمع کی جائے۔

چنانچہ حضرت ثمر بن حسانہ کو بصری سے حضرت معاویہ بن حنفیہ کو ارض حوران سے، یزید بن ابی سفیان کو ارض بلقاع سے، نعمان بن قازن کو تدمر سے اور عمرو بن العاص کو فلسطین سے خط لکھ کر بلا لیا گیا۔ تمام خطروں کا ایک ہی مضمون تھا جس کے الفاظ یہ تھے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اَمَّا بَعْدُ -	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - بَعْدُ مُحَمَّدٌ وَصَلَوٰةُ
فَاخَوٰنُکَ الْمَسٰلِیْمِیْنَ قَدْ اَعْوَدَا	مَطْلَبٌ یَّهَبُ کَکُمْ تَارَکَ بَعْدَ اَنْ یُّسَالُوا
عَلٰی الْمَسِیْرِ اِلٰی اجْنَادِیْنَ فَاِنْ هُنَاکَ	لِاَجْنَادِیْنَ کِیْ طَرَفِ رِوَاغِیْ کَا اِرَادَہُ کِیَا
مِنْ الْعَدُوِّ وَتَسْعِیْنِ الْفَاوْهَمِ	جہاں دشمنوں کی نوے ہزار فوج موجود ہے
یُرِیْدُوْنَ مَسِیْرَ الْبِیْطَانِ یَطْفُوْا نُوْرَ اللّٰہِ	جو ہماری طرف آنے کا قصد رکھتی ہے۔
یَا فَوَاہِمَ وَاللّٰہُ مَعَكُمْ نُوْرٌ وَّلَوْ کَرِهَ	تاکہ اللہ تعالیٰ کے نور کو پھینکوں سے مجھ
الْکٰفِرُوْنَ فَاِنْ وَّصَلَ الْبَلِیْءُ	وہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کھینچ لے گا

کتابی هذا فاقدم مع من معك من المسلمين الى اجنادين فانك تجدنا هنالك انشاء الله تعالى و السلام عليك وعلى من معك من المسلمين -

ہے۔ اگرچہ کفار اس سے کہتی ہی کراہت کریں پس جس وقت میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تم اپنے ہمراہی مسلمانوں کو منے کر اجنادین میں آ جاؤ۔ انشاء اللہ تم ہمیں بھی وہاں پاؤ گے اور سلام ہو تم پر اور تمہارے ساتھی مسلمانوں پر :

اس کے بعد لشکر اسلام کو کوچ کا حکم ہوا۔

**جنگِ شجورا**

جب مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوا تو اہل دمشق نے خوشیاں منائیں اور ایک دوسرے سے کہا کہ اگر مسلمانوں کا رخ بعلبک کی طرف ہے تو بلبک اور حمص کی فتح کا ارادہ ہے۔ اگر مرج شجورا کی طرف مسلمانوں کا رخ ہے تو سمجھو کہ مسلمانوں کیوں کے خوف سے حجاز بھاگے جا رہے ہیں پس سب لوگ بل کر باص کے پاس گئے جو بڑا بہادر اور بہر قیل کے نزدیک بڑا موقر اور ممتاز تھا اور اس سے کہا کہ اگر تو اس وقت ہمارے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے لشکر کے پچھلے حصہ پر حملہ کر کے قابو پا لے تو اس ملک میں بہت نامور ہو گا اور بادشاہ تجھ سے بہت خوش ہو گا۔ چنانچہ چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیدل سپاہ لے کر وہ حملہ کرنے کے لئے چل دیا اور اپنے بھائی پیرس کو پیدل سپاہ پر افسر مقرر کیا۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح مال و اسباب اور مستورات کی

حفاظت کے لئے لشکر کے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ اچانک آپ کے ایک ہمراہی کو دمشق کی طرف غبار نظر آیا۔ اس نے کہا کہ یہ دشمن کا لشکر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے کہا: "وہ یقیناً اہل دمشق ہیں۔ اور ہماری موجودہ حالت سے فائدہ اٹھانے کے لئے آئے ہیں۔ پس آپ ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ مستورات اور مال و اسباب کے اونٹن آپ سے آئے۔"

ٹھوڑی دیر میں بولص اور لپٹرس اپنا اپنا لشکر لے کر پہنچ گئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت خالد کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے حضرت رافع کو ایک ہزار سواروں سے کہ مستورات کی حفاظت کے لئے روانہ کیا۔ پھر ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ کو۔ ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت خرار کو اور ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت قیس بن ہبیرۃ المرادی کو یکے بعد دیگرے روانہ کیا۔ اس کے بعد آپ خود باقی لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ بولص سے لڑ رہے تھے۔ کہ مسلمانوں کا لشکر وہاں پہنچ گیا اور شکست دے کر بولص کو گرفتار کر لیا۔

جب بولص نے اپنے سواروں کے ساتھ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے لشکر پر حملہ کیا تھا۔ تو اس کے بھائی لپٹرس نے جو وہاں ہزار سوار اور سپہیل سپاہ کا افسر تھا۔ کچھ عورتوں کو گرفتار کر لیا اور ان کو لے کر نہر استریاق پر بولص کی لڑائی کا انجام دیکھنے کے لئے ٹھہر گیا۔

ان گرفتار شدہ عورتوں میں خولہ بنت ازور بھی تھیں۔ جب بولص کی لڑائی ختم ہوئی۔ تو حضرت ضرار کو معلوم ہوا کہ آپ کی بہن بھی قیدیوں میں ہیں آپ پریشان اور رنجیدہ ہو کر حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور صورتِ حال سے آگاہ کیا حضرت خالدؓ نے انہیں تسلی دی اور اسی وقت دو ہزار فوج کے ساتھ ہزار استریاق کی جانب روانہ ہوئے اور بقیہ لشکر اور مستورات کو حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے ساتھ روانگی کا حکم دیا۔ آپ نے تمام لشکر ابو عبیدہ کے ساتھ اس لئے روانہ کر دیا کہ ہمیں راستہ میں وروان کے مٹھ بھیرا ہو جائے تو مقابلہ ہو سکے۔

**جنگِ ہزار استریاق** | جب سلمان عورتیں پطرس کے ساتھ ہزار استریاق پر پہنچیں تو رومیوں نے انہیں بے کس

مجبور سمجھ کر اپنی زوجیت میں لینے کا مشورہ کیا۔ خولہ بنت ازور کو جو بہت خوش شکل تھیں۔ پطرس نے اپنے لئے منتخب کیا اور ان سے کہا اے عربیہ میرے ذمہ تمہاری تعظیم ہے اور میری ملکیت میں زرا اور زمین سب کچھ ہے۔ اور ہر قتل کے نزدیک میرا رتیہ بہت بلند ہے۔ یہ سب چیزیں تمہارے لئے ہیں اگر تم مجھے اپنا مالک بنا لو۔

حضرت خولہ نے جواب دیا۔ اگر میں تجھ پر غلبہ پاؤں تو اس چوب سے تیرا سر توڑوں گی۔ میں تو تجھے اپنی بکریوں کا چرواہا بنانے کے لئے بھی راضی نہیں۔

حضرت خولہؓ نے سب عرب عورتوں کو غیرت دلائی کہ اگر ان

نصرا فی کتوں کے مقابلے کے لئے ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے  
 تو خیمہ کی چوبیس تو ہیں۔ انہیں سے ان کے سر توڑو اور اپنی قومی حیثیت  
 عصمت اور وقار قائم رکھنے کے لئے جان دے دو۔ چنانچہ سب  
 عورتوں نے جان پر کھیل کر خیموں کی چوبیس نکالیں اور رومیوں پر حملہ کر  
 دیا۔ اور جس رومی سوار کو حملہ آور ہوتے دیکھا۔ مار گرایا۔ اس طرح سے  
 تیس رومی سواروں کو ختم کر دیا۔

جب لہرس نے یہ حال دیکھا۔ تو مرجع اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں  
 پر سے اترا اور تلواروں اور نیزوں سے عورتوں پر حملہ کر دیا۔ یہ عورتیں شکر  
 کے مقابلہ پر نہایت ثابت قدمی اور استقلال سے جی رہیں۔ دفعہ حضرت  
 خالد بن ولید مع لشکر کے وہاں آ پہنچے اور اپنے ساتھیوں میں سے  
 حضرت رافع کو خبر لینے کے لئے بھیجا۔ حضرت رافع نے رومی لشکر سے  
 عورتوں کے مقابلے کا حال بیان کیا۔ اس پر حضرت خالد نے اپنے گھوڑوں  
 کی یاگیں ڈھیلی کر دیں۔ حضرت ضرار سب سے آگے تھے اور رومیوں  
 سے لڑنے کے لئے صحت بے قرار تھے۔ حضرت خالد نے لشکر کو حکم دیا  
 کہ منتشر ہو کر رومیوں کو گھیر لو۔ چنانچہ جب رومی عورتوں سے لڑ رہے تھے  
 لشکر اسلام ان پر جا پڑا اور چند ساعتوں میں رومیوں کو مار بھجکایا۔ اسکے  
 بعد اسلامی لشکر متحد ہو کر اجنادین کی طرف روانہ ہو گیا۔

# جنگِ اجنادین

یہ لڑائی جمادی الاول ۱۳ھ میں ہوئی۔ حضرت خالد نے جن سرداروں کو بلاسنے کے لئے خط لکھے تھے۔ وہ بجدت تمام ایک ہی وقت میں اجنادین میں جمع ہو گئے۔ ادھر وہیں کی کثیر التعداد فوج کے میدانِ جنگ پٹا پڑا تھا۔ ان کی ٹوٹے سفوں میں ایک ایک ہزار آدمی تھے۔ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد پینچالیس ہزار تھی۔ اگلے دن جب لڑائی کے لئے صف آرائی ہونے لگی تو حضرت خالد نے مسلمانوں سے کہا۔ کہ اس سے زیادہ اور کوئی لشکر تمہارا سے مقابلے کے لئے نہیں آئے گا۔ پھر آپ نے حضرت ضرارؓ کو حکم دیا کہ دشمن کی فوج کا جائزہ لو اور اگر دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو احتیاط سے کام لینا اور دشمن کے قریب میں نہ آنا۔ ایسا نہ ہو کہ اپنے نفس پر غور کر کے بے جا جرات سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَا تَقُوا يَا اُولِي اَلْاَلْمَلِكَةِ اِنۡ يۡقُومِ بَیۡنَکُمۡ وَاُولُو  
حضرت ضرارؓ دشمن کی فوج کے قریب پہنچے تو وہ یہ سمجھے کہ یہ لڑنے کے ارادہ سے آئے ہیں۔ وروان نے اپنے سواروں کو آپ کے مقابلے کے لئے کہا۔ اور تیس سوار آپ کے مقابلے کو آئے۔ حضرت ضرارؓ نے مقابلے سے اجتناب کیا۔ وہ سوار سمجھے کہ بھاگے جاتے ہیں۔ اس لئے تعاقب کیا۔ حالانکہ حضرت ضرارؓ کا مطلب یہ تھا کہ لشکر سے دور رہ کر

ان سے لڑیں۔ جب لشکر سے کچھ فاصلے پر آگئے۔ تو آپ نے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ چند حملوں میں انہیں کا کام تمام کر دیا۔ اور یقیہ جان بچا کر بھاگ گئے۔ اس کے بعد آپ لشکر اسلام میں واپس آگئے۔

حضرت خالدؓ نے حقیقت حال سے مطلع ہو کر فرمایا: میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ فریب نفس میں نہ آنا۔ اور ان پر حملہ نہ کرنا؛ حضرت ضرارؓ نے جواب دیا: "ان لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا اور میں نے اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھاگتا نہ دیکھے۔ ان سے خلوص قلب کے ساتھ لڑائی کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان پر غالب کیا اور اگر آپ کی ملامت کا خوف نہ ہوتا۔ تو میں دشمن کے گل لشکر پر حملہ کرتا۔"

مشہور مورخین کی روایت کے مطابق حضرت خالدؓ بن ولید نے دشمن کے مقابلہ میں اپنی صفوں کو اس طرح مرتب کیا کہ مہینہ پر معاذ بن جبل، میسرہ پر سعید بن عامر، دائیں بازو پر نعمان بن مقرن، بائیں بازو پر عمر بن حشہ اور ساقہ میں یزید بن ابی سفیان کو چار ہزار سوار کے ساتھ عورتوں کی حفاظت پر مقرر کیا اور پھر عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہارے جیے سے خدا اور رسول راضی ہو گئے اور تمہارے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے اگر روٹیوں کا کوئی گروہ تم سے لڑے تو تم اس سے لڑو۔ اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی راہ فرار اختیار کرے تو اس کو غیرت دلاؤ۔"

عورتوں میں خولہ بنت اذور۔ نزرہ بنت عجلوق اور سلمہ بنت



زار کے علاوہ عقیقہ بنت عفار اور ام ابان بنت عقیقہ بن ربیعہ بھی موجود تھیں۔ عقیقہ بنت عفار اور ام ابان بنت عقیقہ کا انہی دنوں نکاح ہوا تھا اور ابھی ہاتھوں سے ہندی کا رنگ بھی نہیں اُترا تھا۔

عقیقہ بنت عفار نے کہا: "اے سردار۔ ہماری تو خواہش ہے کہ ہمیں صفِ اول میں کھڑا کر دو۔ تاکہ ہم رومیوں کے منہ پر تلواریں لاریں یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہے۔"

خولہ بنت ازور نے کہا: "اے امیر تم بے خدا کی ہمیں کسی سختی اور مصیبت کی پروا نہیں ہے۔"

یہ شکر حضرت خالدؓ نے ان کو دعا دی اور اپنی صفوں کی طرف چلے گئے۔ آپ نے گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں سے خطاب کیا:۔

"مسلمانو! اپنی جانوں کو اللہ کی راہ میں قربان کر دو۔ کیونکہ خدا نے تمہارے مال و جان کے عوض تمہیں بہشت عطا کیا ہے۔ اور شانہ سے

شانہ ملا کر صفوں کو سیدھا کرو۔ تمہاری کمانوں سے اس طرح ایک ساتھ تیر نکلیں گویا ایک ہی کمان کے تیر ہیں۔ کفر اپنی تمام طاقتیں مجتمع کر کے

میدان میں آیا ہے۔ کافروں کی خواہش ہے کہ اسلام کے نور کو ہمیشہ سبوتاژ کے لئے کفر کی تابکی کے سمندر میں غرق کر دیں۔ کیا تم ان کا منصوبہ

ہونے دو گے۔ کیا اس بات کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے۔ کہ کافر فتحیاء ہوں اور اسلام کو شکست ہو جائے۔ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اس وقت بھی نہیں ہو سکا۔ جب فاران کی چوٹیوں پر اسلام کی پہلی کرن نور

ہوئی تھی۔ کفر بار بار اپنی قوت آزما چکا ہے۔ نہ اسے پہلے کبھی کامیابی حاصل ہوئی نہ اب ہوگی۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنی جگہ مضبوط اور متحد رہیں اور پوری قوت سے دشمن پر ضرب لگائیں۔

حضرت خالد بن ولید کی تقریر سے مسلمانوں کا جوش جہاد بھڑک اٹھا۔ انہوں نے لڑائی کے لئے تلواریں نکال لیں اور تیر و کمان کو دست کیا۔ آپ عمرو بن عاص، عبدالرحمن بن ابی بکر، قیس بن مسیرہ اور رافع وغیرہ کے ساتھ قلب لشکر میں ٹھہرے۔

جب میدانِ اجنادین میں مشرکین و موہنین کی فوجیں لڑائی کے لئے آئے سامنے ہوئیں تو ایک بڑھارا اب رومی لشکر سے نکلا اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر عربی زبان میں پوچھا: تم میں سے سردار کون ہے؟ جو مجھ سے گفتگو کرے۔ حضرت خالد بن ولید اس کے قریب آئے تو اس نے سوال کیا: تم ہی مسلمانوں کے سردار ہو؟

حضرت خالد نے جواب دیا: ہاں مسلمان مجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں جب تک کہ میں اطاعتِ خدا اور طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہوں۔ اور اگر مجھ میں کوئی تغیر و تبدل واقع ہو جائے تو ان پر میری سرداری باقی نہ رہے گی۔

راہب نے کہا: تم اسی وجہ سے ہم پر غالب آگئے ہو۔ پھر اسے کہا: تم نے ہمارے شہروں کو فتح کر لیا۔ غلبہ ہمیشہ تمہیں رہتا۔ اب ہمارے سردار نے مجھے ازراہ شفقت تمہارے پاس اسلئے بھیجا ہے کہ تم یہاں سے

چلے جاؤ۔ ہم تمہارے لشکر کے ہر فرد کو ایک ایک کپڑا اور عمامہ اور پینا اور ٹمبیس ایک سو دینار اور دس کپڑے اور تمہارے خلیفہ ابو بکر کو ایک ہزار دینار اور سو کپڑے دیں گے۔ ہماری تعداد چوہینٹیوں کی مانند ہے اور اس لشکر میں بڑے بڑے نامور اور جنگ آزمودہ موجود ہیں۔ تم یہ نہ سمجھو کہ یہ گروہ بھی مثل ان اشخاص کے ہے۔ جن سے تم کل لڑ چکے ہو۔

یسنکر حضرت خالدؓ نے کہا: ہم یہاں سے اسی وقت ہیں ہونگے۔ جب تم تین شرطوں میں سے کسی ایک کو قبول کرو گے اور وہ یہ ہیں کہ یا تو اسلام قبول کرو یا جزیہ ادا کرو ورنہ ہم سے لڑو اور ہم تمہاری کثرت سے خائف نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے ذریعے ہم سے ادا کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور مال و زر کا لالچ جو تمہیں دیتے ہو۔ تو عنقریب تم دیکھو گے کہ ہم میں کاہر ایک آدمی دنیا کے مقابلے میں آخرت کا کس قدر خیال رکھتا ہے اور خدا کی منشا کے مطابق اپنی جان دینے کے لئے کس قدر تیار ہے۔

اس پر راہب نے کہا: میں آپ کی گفتگو سے اپنے سردار کو مطلع کروں گا۔

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس نے روان کو حضرت خالدؓ کی گفتگو سے آگاہ کیا۔ روان نے کہا: وہ ہمیں انہی لوگوں کی طرح سمجھتے ہیں جن سے ان کا کل مقابلہ ہوا تھا اور انہیں ہمارے ساتھ مقابلے کا حوصلہ

اسلئے ہوا کہ ہم نے لڑائی میں کمی کی۔

اس کے بعد وردان نے اپنے لشکر کو مرتب کیا اور امداد جنگ ہو کر آگے بڑھا۔ ادھر حضرت خالدؓ نے بھی صفیں مرتب کیں اور فرمایا "لڑائی کو عصر کے وقت تک طول دو۔ کیونکہ وہ ایسی سزاوت ہے کہ اس میں ہمارے نبی ﷺ اللہ علیہ وسلم کو غالبہ حال ہوا ہے اور میرے حکم کے بغیر حملہ کرو۔"

اس پر حضرت ضرارؓ نے کہا کہ ہمارے بے کار کھڑے رہنے کا کوئی سبب نہیں۔ آپ ہم میں سے کچھ آدمیوں کو حکم دیں کہ وہ فرداً فرداً نکل کر لڑائی کو طول دیں۔ تب حضرت خالدؓ نے حضرت ضرارؓ کو لڑنے کا حکم دیا۔ آپ نے مسلح ہو کر کفار سے کہا: "میں ضرار بن ازور ہوں اور میں ہر جگہ تمہارا مثلے والا ہوں۔"

یہ سن کر وردان نے کہا: "یہی میرے بیٹے کا قاتل ہے۔ کون ایسا شخص ہے۔ جو اس سے میرا انتقام لے گا۔"

یہ سن کر حاکم طبرستان نے کہا: "میں تمہارا انتقام لوں گا اور اس نے ضرارؓ پر حملہ کیا۔ حضرت ضرارؓ نے نیزہ مار کر اس کی زدہ پھاڑ ڈالی وہ ہوش ہو کر زمین پر گرا اور مر گیا۔"

وردان نے یہ حیرت انگیز کارنامہ دیکھ کر کہا کہ وہ ضرارؓ کو میرے پاس نہ لایا اور خود ہی مارا گیا۔ اگر وہ ضرارؓ کو مجھ تک لے بھی آتا تب بھی میں یقین نہ کرتا۔ کیونکہ آدمی جن سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا میں

بجز اپنے اور کسی کو اس کا مقابل نہیں پانا۔ یہ کہہ کر وہ جنگ کے لئے تیار ہوا۔  
 اتنے میں حاکم عثمان جس کا نام اصطفان تھا۔ سامنے آیا اور کہا  
 "میں تیرا بدلہ لوں گا۔ بشرطیکہ تو اپنی لڑائی میری زوجیت میں دوسے۔"  
 وردان نے کہا۔ "مجھے منظور ہے۔"

چنانچہ اصطفان مقابلے کے لئے نکلا اور حضرت ضرار پر حملہ کرتے  
 وقت اپنی عیب سے اعانت چاہی۔ حضرت ضرار نے کہا کہ "اگر تو صلیب  
 سے اعانت طلب کرتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے امداد چاہتا ہوں۔  
 جس کی خوشنودی کے لئے میں اس کے دشمنوں سے لڑ رہا ہوں یہ کہہ کر  
 اس پر حملہ کیا۔ یہ لڑائی دوپہ تک جاری رہی۔ اصطفان سپینہ سے شراب  
 اور ٹھکاوٹے چور پور ہاتھا۔ اسی حالت میں اس نے حضرت ضرار کو  
 پیدل ہو کر لڑائی کرنے کا اشارہ کیا۔ لیکن دفعۃً اس کا غلام اس کیلئے  
 ایک کوتل گھوڑا لے آیا۔ حضرت ضرار نے لپک کر اس غلام کو قتل کر دیا  
 اور وہ گھوڑا لے لیا۔ اس کے بعد سوار ہو کر لڑنے لگے۔ جب وردان  
 کو اصطفان کی مغلوبیت کا یقین ہو گیا تو اس نے چلا کر کہا کہ یہ شیطان  
 میرے ہجر پاروں کو کھائے جاتا ہے۔ اگر میں اسے نہ ماروں گا۔ تو خود  
 ہلاک ہو جاؤں گا۔ اس کے قسم دینے پر وہ سردار اس کے ساتھ اصطفان  
 کی امداد کے لئے نکلے۔ وردان تاج پہنے ہوئے آگے آگے تھا۔

جب حضرت خالد نے دیکھا کہ دس سوار اصطفان کی امداد کو نکلے  
 ہیں اور ایک شخص کے سر پر تاج ہے تو آپ بھی جلدی سے دس سواروں کے

ہمراہ حضرت ضرار کی مدد کے لئے پہنچ گئے اور ہر آدمی ایک ایک گانہ کے  
مقابل ہو گیا۔

حضرت خالد نے وردان کو اپنے مقابلہ کے لئے طلب کیا اس کے  
بعد رومیوں نے عام حملہ کر دیا۔ اور شدت کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی۔  
یہ لڑائی عصر تک جاری رہی۔ اگرچہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور  
مسلمان کم تھے لیکن رومیوں کو بہت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

عصر کے بعد دونوں لشکر میدان سے ہٹ گئے جب وردان

اپنے خیمے میں واپس آیا تو بہت رنجیدہ اور خوفزدہ تھا۔ اس نے اپنے

مشیروں سے کہا کہ میں اہل عرب کو غالب پاتا ہوں۔ ان کی تلواریں کاٹنے

والی ہیں اور تمہاری تلواریں کند ہیں۔ ان کے آدمی لڑائی میں ثابت قدم

اور دلیر ہیں اور تمہارے آدمی جھکوڑے اور بزدل ہیں اور یہ غلبہ انہیں

پروردگارِ عالم کی اطاعت اور اپنے نبی کی فرمانبرداری سے حاصل ہوا ہے

اور تمہاری دولت و خوارگی تمہاری لامذہبیت اور فسق و فجور سے ہے

اس تقریب سے رومی بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے آخری دم

تک لڑائی لڑنے کا عہد کیا۔ لیکن ایک بھڑکے وردان سے کہا۔ آپ

کبھی ان اہل عرب پر فتیاب نہیں ہو سکتے۔ ان کا ایک ایک آدمی ہمارے

لشکر کی صفوں کو درہم درہم کر دیتا ہے اور جب تک ہمت سے آدمیوں کو

قتل نہیں کر لیتا۔ واپس نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پیغمبر

نے انہیں یقین دلایا ہے کہ جو شخص تم میں سے مارا جائے گا وہ ہمیشہ

میں داخل ہو گا۔ اس لئے وہ لوگ بے جگری سے لڑتے ہیں۔ ان کے پیغمبر نے موت کا خوف ان کے دل سے نکال کر موت کو ان کے لئے محبوب بنا دیا ہے۔ اسکے علاوہ یہ لوگ اپنے سردار کا حکم دل و جان سے مانتے ہیں۔ میری رائے میں اگر کسی صورت سے ان کے سردار پر قابو پالیا جائے تو یہ لوگ پریشان ہو کر یہاں سے بھاگ جائیں گے۔

وردان نے پوچھا کہ اُسے کپڑے کا کیا طریقہ ہے؟  
 بطریق نے کہا: آپ ان کے سردار کو صلح کی گفتگو کے بہانے سے کسی تنہا مقام پر بلائیے اور اس سے پہلے آپ کسی کمین گاہ میں اپنے آٹھ دس آدمی چھپا کر بٹھا دیجئے۔ جب مسلمانوں کا سردار تنہا آپ کے پاس آئے تو اسے گرفتار کر لیجئے۔ اس ترکیب سے مسلمانوں کا لشکر بہت آسانی سے منتشر ہو جائے گا۔

وردان نے اس مشورہ کو پسند کیا اور ایک خوش بیان شخص داؤد نصرانی کو جو جموں کا باشندہ تھا۔ بلایا اور کہا کہ تو عربوں کے سردار کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ آج بقیہ دن کے لئے لڑائی ملتوی کی جائے اور کل صبح ان کا سردار مجھ سے تنہا آکر ملے۔ تاکہ میں اس سے صلح کی بات چیت کروں اور جس قدر مال و اسباب پر تصفیہ ہوا نہیں دیکر خوزیری کو بند کر دوں۔

یہ سن کر داؤد لشکر اسلام میں پہنچا اور حضرت خالد سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

حضرت خالد بن ولید گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور اس سے کہا کہ  
 اپنا پیغام سنا اور پیغامِ رسائی میں راستی سے کہم لے۔ کیونکہ دروغ گو اپنے کینہ کو  
 کہہ بیٹھتا ہے۔

داؤد نے جواب دیا: ہمارا سردار کہتا ہے کہ آج کے باقی دن  
 تک لڑائی موقوف رکھی جائے اور کل صبح آپ ہمارے سردار سے تھما ملاقات  
 کریں۔ ہمارا سردار بھی تہلہ ہوگا۔ وہ چاہتا ہے کہ اگر آپ دونوں سردار  
 کسی فیصلہ پر پہنچ جائیں تو خلقت کو خوریزی سے نجات مل جائے گی۔  
 فیصلے کی شرائط آپ کی مرضی اور اتفاق رائے سے طے ہونگی۔

حضرت خالد نے کچھ دیر تک سوچا اور اپنی خدا داد ذہانت اور  
 دور اندیشی سے سمجھ گئے۔ کہ اس گفتگو کے پس پردہ کوئی سازش ہے۔  
 آپ نے جواب دیا کہ اگر تیرا سردار واقعی صلح کے لئے تیار ہے تو خیر ورنہ  
 صلح کے پردہ میں وہ کسی فریب کار ارادہ رکھتا ہو تو اسے کہہ دینا کہ ہم فریب  
 کو سمجھنے والے ہیں۔ اور اس کا فریب اسی کے لئے وبال جان ہو جائیگا  
 داؤد نے دل میں سوچا کہ ان لوگوں پر کوئی فریب کار گرنے ہوگا۔  
 اور دوسروں کے ساتھ میں بھی مارا جاؤں گا۔ اس لئے وردان کے فریب  
 کو ان پر ظاہر کر کے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے امان لینی چاہیے۔  
 چنانچہ اس نے حضرت خالد بن ولید سے کہا۔

”میں ایک بات کہنی بھول گیا تھا۔“

حضرت خالد نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟



داؤد نے کہا: "اور ان آپ کے قریب کرنا چاہتا ہے۔ کل صبح آئے  
 آپ کو جن جگہ بلایا ہے۔ اس کے قریب اس کے دس آدمی چھپے ہوئے  
 اور آپ کو اکیلا پا کر اچانک آپ پر حملہ کریں گے۔  
 اس کے بعد داؤد نے اپنے اہل و عیال کے لئے امان طلب  
 کی۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ تیرے اور تیرے اہل و عیال کے لئے  
 امان ہے۔ بشرطیکہ تو اپنی قوم کو اس بات سے خبردار نہ کرے۔  
 اس نے کہا کہ اگر مجھے قریب کرنا منظور ہوتا۔ تو آپ سے یہ بات نہ  
 کہتا۔

پھر حضرت خالدؓ نے مکین گاہ کا موقع محل معلوم کیا۔ اس نے کہا  
 کہ رومی لشکر کے دائیں جانب ریت کا جو ٹیلہ ہے۔ وہی مکین گاہ ہے  
 اور یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں سے شورہ طلب  
 کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے پوچھا: "آپ کا کیا ارادہ ہے؟" آپ نے فرمایا  
 "میں تمہا اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔" اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے  
 کہا: "بے شک آپ اکیلے ان کے لئے کافی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے  
 حکم دیا ہے کہ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو بلکہ اس نے تو یہ فرمایا ہے  
 کہ **واعذوا لله ما استطعتم من قوۃ ومن دباط الخیل ذرہبوا**  
**به عدا لله وعدوكم** یعنی حتی الامکان قوت کے فراہم کرنے اور ظاہری

ساز و سامان اور گھوڑوں کے رکھنے سے خدا کے اور اپنے دشمنوں پر عجب جواب قائم رکھو، جب اس نے آپ کے مقابلے کے لئے دس آدمی مقرر کئے ہیں تو آپ بھی دس آدمی اس کے قریب کمین گاہ میں بٹھادیں اور جب وہ اپنے آدمیوں کو بلائے تو آپ اپنے آدمیوں کو پکاریں تاکہ تھپڑ کا جواب تھپڑ سے ملے۔ اور ہم سب حملے کے لئے تیار رہیں گے۔ آپ جس وقت اس دشمن خدا کے کام سے فارغ ہوں گے ہم سب حملہ کر دیں گے۔

حضرت خالدؓ نے اس مشورہ کے بموجب حضرت خزارؓ حضرت رفیعؓ حضرت مسدیبؓ بن نجیۃ الفرزدی وغیرہ دس اصحاب کو حکم دیا کہ تم اس ریت کے ٹیلے کے ایک طرف چھپ کر بیٹھ جاؤ جب میں نہیں آواز دوں تو فوراً ہر آدمی اپنے مقابل سے لڑے۔ وروان سے میں خود بٹ لوں گا اگر اللہ نے چاہا تو میں اس کے لئے کافی ہوں گا۔

حضرت خزارؓ تجویز کے مطابق اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ ایک تنہائی رات گئے روانہ ہو گئے۔

صبح ہوئی تو حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی اور سرخ ریشمی عبا پہن کر اور زرد عمامہ

باندھ کر مسیح ہوئے اور لڑائی کی تیاری کرنے لگے۔ اتنے میں روٹیوں کی صف سے ایک سوار آیا اور کہنے لگا: کیا تم نے بدعہدی کی ہمارا سردار کل کی قرار داد کے مطابق آپ کا منتظر ہے؟ حضرت خالدؓ نے کہا کہ اس سے کہہ دو کہ ہمارا شیوہ بدعہدی نہیں ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔

یہ سنکر وہ شوار چلا گیا اور وردان زرہ میں لپٹا ہوا اور سر پر  
تاج رکھے۔ مقررہ جگہ کی طرف چل دیا۔ حضرت خالدؓ بھی حسب ذیل  
جزیرہ اشعار پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے :-

عليك الهي في الامور الكل  
فاعدت الهي ان دفاصني الاجل  
وقفتي الهي الي خيرا العمل  
واعف الهي ما عجلت من ذمل  
واقسم بسيفي الشرائع حتى ليضحل  
اے خدا میں اپنے جہد امور میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں  
اپس کے احدا۔ اگر میری موت آگئی ہے تو مجھے بخش دے  
اور اے خدا مجھے بہتر کام کی توفیق عطا فرما۔  
اور میری لغزش کو جو تو جانتا ہے بخش دے  
اور میری تلوار سے شرک کی بنیاد کو کھو دو ڈال۔  
یہاں تک کہ وہ نیست و نابود ہو جائے۔

مالي سواك في الامور من كل  
ريتيك فيلے کے قریب پہنچ کر وردان اپنے اونٹ سے اتر حضرت  
خالدؓ نے وردان سے کہا کہ اپنی گفتگو میں راستی اختیار کر اور مکر و فریب سے  
اجتناب کر۔ کیونکہ ہم چال بازی کو سمجھنے والے ہیں اور دشمنوں کے مکر و فریب  
کا جواب تلوار سے دیتے ہیں۔

وردان نے کہا: تم اپنی خواہش ظاہر کرو۔ کہ تم کیا چاہتے ہو اگر تم  
مال میں سے کچھ لینا چاہتے ہو تو میں اس کو بطور صدقہ و خیرات تمہیں دینے  
سے نخل نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم لوگ قحط کے مارے ہوئے بھوکے ننگے  
اور قابل رحم ہو۔ ہمارے نزدیک تم سے زیادہ کوئی ضعیف نہیں ہے  
لیکن تم ہم سے تھوڑے پر اکتفا کرو۔

حضرت خالد وردان کی باتوں سے بہت برہم ہوئے اور فرمایا۔  
اللہ غالب اور بزرگ نے ہمیں تمہارے صدقہ و خیرات سے بے نیاز کر  
دیا ہے۔ اور تمہارے مال و اسباب اور دولت کی ہم پرکاہ کے برابر حقیقت  
نہیں سمجھتے۔ ہماری جدوجہد کا صرف ایک مقصد ہے۔ اور وہ ساری دنیا  
میں ایک منصفانہ اور عادلانہ نظام قائم کرنا۔ اس لئے ہماری تین شرطیں  
ہیں۔

۱۔ اسلام چونکہ ایک اعلیٰ درجے کا مذہبی اور معاشی نظام ہے قبول  
کر کے اپنے اور دنیا کے لئے رحمت بن جاؤ۔

۲۔ دنیاوی امور میں اسلام کی بالادستی قبول کرو۔ یعنی جزیہ دو۔

۳۔ رٹنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ یہی آخری چارہ کار ہے۔ تم  
لوگوں کو اب اس بات کی آزادی نہیں دی جاسکتی کہ مخلوق کے  
ساتھ جس طرح چاہو۔ سلوک کرو۔

پس اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ میں بہانہ اکیلا اور اپنی قوم سے جدا  
ہوں۔ تو جس کام کا تو ارادہ رکھتا ہے وہ کر۔ میں بفضلہ تعالیٰ تیرے  
لئے کافی ہوں۔"

جب وردان نے حضرت خالدؓ کی یہ باتیں سُنیں تو اٹھ کھڑا ہوا  
اور اس اٹھا دیر کہ اس کے آدمی اس کی آواز پر کین گاہ سے نکل کر  
آئیں گے۔ آپ کے دونوں بازو پکڑ کر لپٹ گیا اور چلا کر اپنے آدمیوں  
کو بلایا۔ اور حضرت خالدؓ کے ساتھی مدو کے لئے پہنچ گئے اور مسلمانوں

رومیوں کو نہایت آسانی سے زیر کر لیا۔

یہ حال دیکھ کر وردان کانپنے لگا اور حضرت خالدؓ سے امان طلب کی۔ آپ نے فرمایا: "امان صرف اس شخص کو دی جاتی ہے جو امان کا مستحق ہوتا ہے۔ تو وہ شخص ہے کہ جس نے مصالحت کے پرستے میں ہم سے فریب اور دھوکا کیا۔ تاکہ ہمیں قتل کر سکے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خیر الما کرین یعنی بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔"

جب حضرت ضرارؓ نے حضرت خالدؓ کا یہ کلام سنا۔ تو یہ سمجھ کر کہ قتل کی اجازت ہے۔ اس کا کام تمام کر دیا۔

اس کے بعد مسلمانوں کے تمام لشکر نے تکبیر کہہ کر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے جہم کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن جب اپنے سردار کو غائب پایا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمان ان کے تعاقب میں دوڑتے چلے گئے۔

واقعی کی روایت کے مطابق اس لڑائی میں سچاس ہزار رومی مارے گئے اور باقی جان بچا کر بھاگ گئے۔ حضرت خالدؓ نے حکم دیا کہ دمشق کی فتح سے پہلے مالِ غنیمت تقسیم نہ کیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو فتح اجنادین کے بارے میں یہ خط لکھا :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من خالد بن ولید الی خلیفۃ	یہ خط خالد بن ولید کی جانب سے خلیفہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے
سلام عنیکم فانی احمد اللہ	سلامتی ہو آپ پر پس تحقیق میں توفیق کرنا

الذی لا اله الا هو و  
 اصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم ثم اذید  
 حمداً و شکرًا علی  
 سلامة المسلمین و دمار  
 المشرکین و اضمار حبس قہم  
 و الغدایم بیضتہم و انا لقینا  
 جبروعہم باجنادین مع وردان  
 صاحب حصن و قد نشروا کثافتہم  
 و رفعوا اصلبائہم و تقاسموا  
 بدینہم ان لا یفرون  
 ولا ینہزمون - فخر جینا  
 الیہم و القینا باللہ  
 متوکلین علی اللہ فعمل  
 ربنا ما اضمرنا فی افئدتنا  
 و سرارنا و نورقتنا  
 الصبر و ایّدنا بالنصر  
 و حکبت اعداء اللہ بالقہر  
 فقتلنا منہم فی کلّ فجّ و شعب

ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود  
 نہیں ہے، اور وہ وہ بھیجتا ہوں میں اللہ کے  
 نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ پھر میں اسکے  
 واسطے حمد اور شکر کو زیادہ کرتا ہوں مسلمانوں  
 کی سلامتی اور مشرکین کی ہلاکت پر اور انکی  
 آگ کو بجھا دینے اور انکے خودوں کے  
 بھاڑ ڈالنے پر اور میں ان کی ایک جماعت سے  
 اجنادین میں ملائی ہوا مع وردان حاکم  
 حص کے۔ یہ تحقیق انہوں نے لشکر کو ظاہر  
 کیا اور صلبان کو تلبہ کیا اور آپس میں  
 اپنے دین کی قسم کھائی تھی کہ نہ فرار ہونگے  
 وہ میدان جنگ سے اور نہ ہزیت اٹھائیں گے  
 رہے مقابلہ میں آپس ہم ان کی طرف  
 نکلے اور ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور  
 یقین کیا تھا۔ پس جان لیا اللہ تعالیٰ نے  
 اسکو جو ہمارے قلوب میں تھا پس اس  
 نے ہمیں صبر دیا اور ہماری انداؤ کی اور  
 دشمنان خدا مقہور کئے گئے پس ہم نے  
 ان کو ہر راستہ اور ہر گھاٹی اور میدان

روادٍ وجبلۃ من احصینا من لرقا  
 ممن قتل خمسون الفاً و قتل من  
 المسلمین فی اول یوم و ثانیۃ اربع مائۃ  
 و خمسۃ و سبتون رجلاً اختار الله لهم  
 بالشہادۃ و یوم کتبت الیک هذا الکتاب  
 و هو یوم الخمسین لیلتین مضتنامو  
 حجابی الاخری و یوم راجع الی دمشق  
 فادع الله لنا بالثغر والسلام علیک و علی  
 جمیع المسلمین -

قتل کیا اور ان میں سے پچاس ہزار آدمی  
 مارے گئے پیارے بھتیجے مسلمان شہید ہوئے  
 دو یوم کی لڑائی میں اور جس دن میں نے یہ  
 خط آپ کو لکھا ہے وہ حجرات کا دن اور  
 ۲۵ رجاوی الاخر ہے اور اب ہم دمشق کو  
 جلتے ہیں پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا  
 لئے امداد طلب کریں اور سلام ہو آپ پر  
 اور سب مسلمانوں پر۔

یہ خط عبدالرحمن بن حمید کو دے کر فوراً مدینہ منورہ کی جانب روانہ  
 کیا گیا جب یہ خط حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے  
 اللہ پاک کا شکر ادا کیا اور فرط مسرت سے تین دفعہ خط پڑھا۔ مسلمانوں نے  
 خط سن کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس فتح سے قبائل عرب میں ایک جوش پیدا  
 ہو گیا اور مکہ معظمہ و دیگر مقامات سے لشکر جمع ہوا۔ جن میں ابوسفیان اور  
 عیداق وغیرہ بھی تھے۔ جب یہ لشکرسات ہزار کی تعداد کو پہنچ گیا تو حضرت  
 صدیق اکبر نے اس لشکر کو روانہ کرتے وقت حضرت خالد کو حسب ذیل  
 خط لکھا :-

بسم الله الرحمن الرحيم

من ابی بکر خلیفۃ رسول الله  
 یہ خط از جانب ابوبکر خلیفہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم الی خالد  
 بن ولید المخزومی ومن معہ من  
 المسلمین۔ اما بعد فانی احمد اللہ  
 الذی لا الہ الا هو اصلی علی نبیہ  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم وامر  
 بتقوی اللہ فی السر والنجہ والفرق  
 بالمساکین والاعمال لضعیفہم التجار  
 عن مشیبہم والمشاوۃ بہم و  
 قد فرحت بما فتم اللہ علیکم  
 وافتاء اللہ علیکم من لنصرہ ونصرۃ  
 الکفار واجعل لسیروا بک الی ان  
 تطءوا اقصا ارضہم وانزل علی جنت  
 الشام الی ان یاذن اللہ تعالی  
 یفتحہا علی ایدیہکم ثم الی حمص  
 والمہرات واطلب انطاکیہ والصلح  
 علیک وعلی من معک من المسلمین  
 ورحمت اللہ وبرکاتہ وقد نزلت  
 الیک البطال لیمن ولیوث النخع  
 وانیال مکة یکنیک عمر بن

علی اللہ علیہ وسلم بنام خالد بن ولید  
 مخزومی۔ اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے  
 ہے۔ یہ تحقیق میں تسلیم کرنا ہوں  
 اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے  
 اور درود بھیجتا ہوں اللہ کے نبی محمد صلی  
 علیہ وسلم پر اور تم کو خوف خدا کے ساتھ حال  
 ظاہر و باطن میں حکم کرتا ہوں اور نیز مسلمانوں کے  
 ساتھ نرمی کرنے اور ضعیف مسلمانوں کے بارگاہ  
 اور انکی برائی سے درگزر کرنے کا اور انکی  
 مشورہ کرنا حکیم دیتا ہوں اور میں اس شخص پر  
 کہ اللہ نے فتح دی اور تمام کیا تمہیں فتح کو اور  
 کفار پر نہایت کوس چلو تم اپنی سر اریوں پر یہاں  
 کہ انتہائی کفار کو طے کر لو اور باغیہ شام میں  
 تاکہ اللہ کی فتح کا تمہارا ہاتھ پر حکم و پھر حمص  
 اور مشرا کی طرف جاؤ اور طلب انطاکیہ کو سنا  
 ورحمت و برکت اللہ تعالیٰ اور تمہارا سبب  
 کو دے۔ اور میں نے تمہاری طرف فیروز  
 عین شیران نخع اور سرداران مکہ کو تمہارا  
 کیلئے روانہ کیا۔ اور تمہارے کام کے لئے



ومالك اشتر وان نزلت  
 على المدينة العظيمة ذات  
 الجبل المطل انطاكية فان الملك  
 هناك فان صالحك فصالحه  
 وان حاروبك فحاروبه ولا تد  
 الدروب الذان تكاتبني بنا  
 مع اني اظن ان الجبل قد اقترب  
 لمرقل، پھر لکھا کل نفس ذائقة  
 الموت - والسلام :-  
 والایہ :-

عمرو بن معدی کرب اور مالک اشتر کافی ہیں  
 اور حیب تم بڑے پہاڑ یعنی حوالی شہر انطاکیہ  
 پر اترو اور بادشاہ وہاں ہو تو اگر وہ تم سے  
 مصالحت کہے تو تم بھی اس سے مصالحت کر لو  
 اگر وہ لڑے تو تم اس سے لڑو اور تم بغیر میری  
 اطلاع کے پہاڑوں کے دروں میں نہ جاؤ اور میں  
 گمان کرتا ہوں کہ ہر قل کی مرتبہ یہی ہے۔  
 پھر لکھا کہ ہر ذی روح موت کا ذائقہ چکھنے

# فتح دمشق

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط روانہ کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید مع لشکر دمشق کی جانب روانہ ہو گئے۔ اہل دمشق اجنادین کی خونخوار ہزیمت سے خوفزدہ ہو کر دمشق میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور سامان حرب سے آلات تھے۔

دمشق کو کم سے کم نقصان کے ساتھ جلدی سے جلدی فتح کرنے کے لئے حضرت خالد نے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے مختلف دروازوں پر متعین فرمایا۔ حضرت ابو عبیدہ کو باب جابہ پر اترنے کا حکم دیا اور تاکید کی کہ دشمن کو امان دینے میں زیادہ فراخ دلی سے کام نہ لیجئے گا۔ ایسا نہ ہو وہ پھر آپ کے ساتھ کوئی فریب کریں۔

یزید بن ابی سفیان کو باب الصغیر پر اترنے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر شہر سے کوئی جماعت ایسی آئے جس کے مقابلہ کی تم تاب نہ لا سکو تو مجھے

کلمہ کے لئے مطلع کرو۔

حضرت شریف کو باب تو پرا اور قیس بن ہبیرہ کو باب کیسیان پر متعین کیا۔

خود باب شرقی پرا تھے اور حضرت عمرو بن عاص کو باب فرادیس پر متعین کیا۔ حضرت ضرار کو دو ہزار سواروں پر امیر مقرر کر کے حکم دیا کہ تم بطور طلا یہ لشکر کے چاروں طرف گشت کرو اور کوئی واقعہ رونما ہو تو مجھے مطلع کرو۔ تاکہ میں اس کا مناسب انتظام کروں۔

اہل مشق مسلمانوں سے جان توڑ کر لڑے۔ زلفین کے بہت سے آدمی زخمی ہو چکے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت عبدالرحمن بن حمید حضرت صدیق اکبر کا خط لائے اور حضرت خالد کو کلمہ کی آدھی سے مطلع کیا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد رات کے وقت یہ خط تمام اسلامی لشکر میں پھرایا گیا۔ جسے سن کر مسلمان بہت خوش ہوئے۔

اہل مشق رات کے وقت تو ما کے پاس آئے اور اس سے اپنی کمزوری اور بے ہوشی کا اظہار کر کے مسلمانوں سے صلح کرنے کیلئے کہا۔ لیکن اس نے جواب دیا کہ کچھ توقف کرو۔ میں ہر قتل سے کلمہ طلب کرتا ہوں۔ مجھے مسلمانوں پر فتح پانے کی توئی امر ہے۔ وہ قوم ہمارے مقابلہ میں لڑائی کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور میں ان سے اپنی قوم کا انتقام لوں گا۔

یہ سن کر وہ کہنے لگے۔ اے سردار۔ تو نے ان کی بہادری کو نظر انداز

کر دیا اور تار یک پہلو پر نظر کی۔ ان کا ایک ضعیف آدمی ہمارے دس بیس  
 بہادروں سے تھا لڑتا اور مقابلہ کرتا ہے۔ ان کا سرواں ایسا سخت اور  
 قوی ہے کہ اس کا مقابلہ ناممکن ہے۔ یا تو ان سے مصالحت کر لو ورنہ ہمارے  
 ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کرو۔“

تو مانے انہیں تسلی و تشفی دے کر اپنی فرما خرواری پر رضا مند کر لیا  
 اور تو ما کی ہدایت کے مطابق وہ اگلے دن لڑنے کی تیاری کرنے لگے۔  
 دو سے دن حضرت ابو عبیدہ باب جابر سے، حضرت رافع  
 باب شرقی سے، حضرت زید بن ابی سعیدان باب الصغیر سے، حضرت قیس  
 بن مہیرہ باب کعبان سے، حضرت ثمر جیل باب تو ما سے اور حضرت عمرو  
 بن عاص باب فراویں سے بارادہ جنگ نکلے۔ تو ما صلبان و انجیل کے ساتھ  
 اپنے لشکر کو لئے ہوئے باب تو ما سے نکلا اور گھسان کی لڑائی شروع ہو گئی  
 بہت سے مسلمان کفار کے تیروں سے زخمی ہوئے۔

حضرت ام ابان کی بہادری | حضرت ابان بن سعید کے ایک  
 زہر آلود تیر لگا اور آپ شہید

ہو گئے۔ جب حضرت ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ زوجہ ابان نے اپنے شوہر  
 کی شہادت کی خبر سنی تو وہ ان کی نعش پر پہنچیں اور نہایت صبر کے ساتھ  
 ان کی تجہیز و تکفین کی اور اس کے بعد سچ ہو کر لڑائی میں شریک ہو گئیں  
 حضرت خالد نے ابان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

جس وقت ثمر جیل بن حنہ تو ما کے مقابلے میں نہایت دلیری اور

صبر سے لڑ رہے تھے۔ تم اب ان بھی وہاں پہنچ گئیں۔ انہوں نے تو ما کی طرف اشارہ کر کے ایک مجاہد سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ تمہارے شوہر کا قاتل تو ما ہے۔ یہ سن کر انہوں نے نشانہ باندھ کر لیا تیر مارا کہ سیدھا تو ما کی آنکھ میں لگا اور وہ درد سے چلاتا ہوا شہر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ باوجود کوشش کے تیر کا پھل اس کی آنکھ سے نہ نکل سکا۔ ادھر لڑائی بدستور جاری رہی اور مسلمانوں نے تو ما کی صلیب پر جو گڑ گئی تھی قبضہ کر لیا۔

حضرت شریل نے مکہ کے لئے حضرت خالد بن ولید کے پاس مقاصد بھیجا۔ جو دروازہ شرقی پر لڑائی میں مشغول تھے حضرت خالد بن ولید نے تو ما کی آنکھ میں تیر لگنے، اس کے بھاگ جانے اور صلیب کے گرنے کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور مقاصد سے کہلا بھیجا کہ تم صبر و استقامت کے ساتھ لڑو۔ ہر دروازہ پر اور ہر جگہ لڑائی ہو رہی ہے اور ہر مجاہد اپنے کام میں مشغول ہے۔ میں تم سے نزدیک ہوں اور ضرور مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ تمہاری نگرانی اور امداد کے لئے گشت کر رہے ہیں پس تم بالکل فکر نہ کرو اور لڑتے رہو۔ یہ لڑائی عصر تک جاری رہی اسکے بعد متحاربین میدان جنگ سے اپنی قیام گاہوں کی طرف واپس چلے گئے، لڑائی کے بعد اہالیان دمشق تو ما کے پاس جمع ہوئے۔ وہ لڑائی سے بہت پریشان تھے۔ تو ما نے کہا کہ میں ان سے ضرور انتقام لوں گا اور ایک آنکھ کی جگہ ان کی دو ہزار آنکھیں بے کار کروں گا اور اپنی صلیب

مسلمانوں سے واپس لوں گا۔ اگر میں نے اس کام میں غفلت کی تو مجھ پر  
بادشاہ کا عتاب نازل ہوگا۔

ابنِ مشق نے کہا: اب مسلمانوں کی تعداد بھی بہت ہے اور وہ بہت  
جنگجو اور دلیر ہیں۔ اگر انہوں نے شدت سے حملہ کر دیا تو مجھ سے ان کا مقابلہ  
نہ ہو سکے گا۔ تو مانے جواب دیا: میں نے آج ایک نئی تدبیر سوچی ہے

وہ یہ کہ آج رات غفلت کی حالت میں ان پر شیخون مارا جائے۔ ان کا بڑا  
سردار خالد بن ولید ویر غوطہ میں ہے۔ اس لئے ہم بابِ جاریہ پر شیخون  
ماریں گے۔ وہاں لڑنے والے غلام لوگ ہیں۔ ان کو ہم غلہ کی طرح پس  
دیں گے اور ان کے سردار کے پہنچنے تک سب کا کام تمام ہو چکا ہوگا۔  
اس کے بعد اس نے سب خاص و عام کو جمع کیا اور کہا: تم لوگ

ہر دروازہ پر اپنے بہادروں کو جمع کرو اور میں نامور بہادروں کی ایک  
جماعت کے ساتھ بابِ توما سے نکلوں گا۔ جس وقت تم ناقوس کی آواز  
سنو۔ فوراً دروازے کھول کر نکل پڑو اور اپنے دشمنوں پر بے خبری کی  
حالت میں ٹوٹ پڑو۔ ان کو قتل کر ڈالو اور اتنی مہلت نہ دو کہ وہ اپنے  
ہتھیاروں تک پہنچ سکیں اور جس کسی کے قبضہ میں سردار آجائے وہ اسے  
گرفتار کر لے۔ اور جہاں صلیب کو پاؤ۔ اس پر قبضہ کر لو۔ یا خبر دو تاکہ  
میں اسے چھین لوں۔

حاضرین نے توما کے حکم کو منظور کیا۔ اور اسی وقت ایک آدمی  
ناقوس بجانے پر متعین کر دیا۔ اسے ہدایت کی گئی کہ فلاں وقت ناقوس

بجایا جائے۔ اس طرح مسلمانوں پر شیخون مارنے کا مکمل انتظام کر کے لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔

حرب شیخون کا مقررہ وقت قریب آیا۔ رومیوں کے مختلف گروہ مسلح ہو کر مختلف دروازوں پر پہنچ گئے۔ جو نہی ناقوس بجاسے اپنا اپنا دروازہ کھول کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

اول تو شکر کے کچھ مسلمان جاگ رہے تھے اور پھر ناقوس کی آواز شکر رب بیدار ہو کر مسلح ہو گئے۔ لیکن اتنی فہمت نہ ملی کہ اپنی جہتوں کو ترتیب دے سکیں۔ بے ترتیبی کی حالت میں دشمن سے لڑنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید نے ناقوس کی آواز سنی تو فوراً اٹھے اور لشکر کا شور سن کر چلا چلا کر کہنے لگے:

واعوذناک واسلامناک والاعوذ  
اللہم انظر علیہم بعینک الاتی لا تنام والاصوہم ولا تسلم  
الی اعدوہم

اور پھر اپنی جگہ فتحان بن زید طائی کو چھوڑ کر بغیر زرہ و خو و کھلے سر مع چار صد سواروں کے حملہ آوروں کی طرف چھپے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور مسلمانوں کے غم میں حسب ذیل ربخ آمیز اشعار پڑھتے۔ تلوار کو گھماتے ہوئے سر پٹ چاہتے تھے۔

قد نامن وصعی واعذانی حزین  
بتحقیق میرے آنسو جاری ہو اور مجھے اندوہ برہ  
وضاق صدی ویرانی بٹمن  
اور تنگ نوایر اسینہ اور وہ مجھے اندوہیں چھٹا

فی اوتیٰ سلم من نزول المحن اسے پروردگار آزمائش کے نزول سے بچا  
 و احصی الاسلام یا ذوالمناجی اور اسے ذوالمنن اسلام کی حفاظت کر  
 جس وقت حضرت خالد بن ولید باب شرقی پر مع چار سو سواروں  
 کے پہنچے تو رافع بن عمیرہ نہایت ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ آپ  
 یہ دیکھ کر خوش ہوئے اور بلند آواز سے لکار کر کہا۔

اے مسلمانو! بشارت ہو تمہیں کہ تمہارے پاس میں پروردگار  
 عالم کی طرف سے امداد کے لئے آگیا ہوں۔ میں سوار ہلاک کرنے والا ہوں  
 میرا نام خالد بن ولید ہے۔

یہ کہہ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ آپ رومیوں سے لڑتے جاتے  
 تھے لیکن آپ کا وجہان حضرت ابو عبیدہ کی طرف تھا۔ اور حضرت شریک  
 بن حسنہ کی طرف سے بھی پریشان تھے۔ کیونکہ وہ باب نوا پر متعلق تھے  
 اور لڑائی کا زیادہ زور اسی دروازہ پر تھا۔

حضرت شریک بن نوا سے سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ حضرت ابو عبیدہ  
 بن الجراح نے بھی بہت بہت لڑائی کی۔ مشہور مورخ و اقدی لکھتا ہے  
 کہ حضرت خالد اس رات ایسی بے مثل لڑائی لڑے کہ دشمن خود حیران  
 تھے۔ آخر نوا نہایت زلت سے شکست کھا کر واپس ہوا۔

اس کے بعد رومائے دمشق اور عوام تو ما کے پاس آئے اور  
 کہا۔ اے سرور! ہم نے تجھے لڑائی بند کرنے کے لئے کہا مگر تو نہ  
 مانا۔ جو کچھ ہم پر گزری ہے وہ تجھ پر بھی گزری ہے۔ ہمیں کبھت سے آدمی



مارے گئے اور ہمیں مسلمانوں سے مقابلہ کی تاب نہیں ہے۔ پس یا تو ان سے  
مصالحت کر لے ورنہ ہم ان سے مصالحت کر لیں گے اور تجھے تیرے حال  
پر چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ ہمیں ان سے لڑنے میں سوائے نقصان کے  
کچھ نظر نہیں آتا۔

اس پر تو مانے کہا۔ اسے لوگو۔ مجھے اتنی مہلت دو کہ میں ہرقل  
کو تمام کیفیت سے آگاہ کر کے اس سے ملک کی درخواست کروں۔ اگر  
اس نے امداد کی تو بہتر ورنہ ہم صلح کر لیں گے۔  
اس کے بعد تو مانے ہرقل کو مفصل خط لکھا اور اس سے فوری  
امداد مانگی اور آخر میں لکھا کہ یا تو ہماری امداد کرو ورنہ ہمیں مسلمانوں سے  
صلح کرنے کی اجازت دے دو۔ اور یہ خط صبح ہونے سے پہلے  
روانہ کروایا گیا۔

جب صبح ہوئی تو حضرت خالدؓ نے اپنے سرداروں کو لڑائی  
کا حکم دیا اور ہر روزہ پر سخت لڑائی ہوئی۔ رومی تاب نہ لاسکے اور انہوں  
نے حضرت خالدؓ سے صلح کے متعلق سوچنے کے لئے مہلت چاہی  
صلح مشورے کے بعد طے ہوا کہ وہ سردار جو باب شرقی  
پر ہے۔ بہت جنگجو اور سخت ہے۔ اگر تم مطلب براری چاہتے  
ہو تو اس کے پاس جاؤ جو باب جابیہ پر ہے۔ اور اسی بات پر قوم نے  
اتفاق کیا۔ چنانچہ رات کے وقت اہل شہر کا ایک وفد باب جابیہ سے  
نکلنا اور حضرت ابو عبیدہؓ سے صلح کی گفتگو کا ارادہ ظاہر کیا۔ جو منظور کر لیا گیا۔

رومی ایک سو علماء اور روسا کے ساتھ حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ہم آپ سے اس شرط پر صلح کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے معاہدہ ہمارے لئے چھوڑیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اسے قبول کر لیا۔ اس کے علاوہ کچھ اور معمولی شرائط پر صلح نامہ لکھا گیا لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے اس پر اپنا نام لکھانہ کسی کی گواہی لکھی اور یہ اسلئے کہ امیر لشکر حضرت خالد بن ولیدؓ تھے اور دشمن سے صلح کرنے نہ کرنے کے پورے اختیارات آپ ہی کو تھے۔ شہر لوں نے آپ سے شہر میں چلنے کے لئے کہا اور پرامن طریقہ پر شہر کو آپ کے حوالہ کرنے کے لئے رضامند ہو گئے۔ چنانچہ آپ ایک سو ساتھیوں کے ساتھ سوار ہو کر شہر کی طرف چلے گئے۔

روایت ہے کہ روانگی کے وقت آپ نے رومیوں سے اپنی حفاظت کی کوئی ضمانت نہ لی صرف اللہ تعالیٰ کی تائید پر بھروسہ کیا۔ ۱۱ جمادی الثانی ۳۱ھ کو رات کے وقت حضرت ابو عبیدہؓ مع ایک سو ساتھیوں کے دمشق میں داخل ہوئے۔ ان کے آگے آگے قس اور رابہ تھے جو انجیل پڑھتے اور خوشبو کی دھونی دیتے جاتے تھے۔ لڑائی کے بعد مسلمانوں کے اس فاتحانہ داخلہ کو وہ اپنے لئے باعث رحمت سمجھتے تھے۔ اس صلح سے جو حیرت انگیز طریقے پر یکایک عمل میں آئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بالکل بے خبر تھے۔ وہ باب شرقی پر نہایت شدید لڑائی میں مصروف تھے۔ کہ اسی رات

ایک شخص جس کا نام یوشع بن مرقس تھا۔ اور جس کا مکان شہر پناہ سے ملا ہوا تھا۔ اپنے مکان میں نقب لگا کر باہر آیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ ”میرے ساتھ اپنے ساتھیوں کو بھیج دیجئے میں آپ کی فوج کو شہر میں داخل کرادوں گا۔ اور یہ شہر فتح ہو جائے گا میں شہر پناہ کی دیوار توڑ کر آیا ہوں۔ آپ میرے اہل و عیال کو امان دے دیجئے۔“

☆ چنانچہ حضرت خالد نے اسے پناہ دی اور ایک سو مجاہد اس کے ہمراہ گئے۔ انہوں نے اندر داخل ہو کر تکبیر کہی اور دروازے کا قفل توڑ ڈالا۔ ادھر سے حضرت خالد رضاع لشکر تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے دروازے سے داخل ہو گئے۔ اور رومیوں کا تعاقب کرتے ہوئے کنیسہ مریم تک پہنچ گئے۔

دوسری طرف سے راہب و قس اور مشق کے عوام جلوں کی شکل میں چلے جا رہے تھے۔ حضرت خالد نے دیکھ کر کہ حضرت ابو عبیدہ اور ان کے ہمراہی چپ چاپ ان کے ساتھ ہیں۔ سخت متحیر ہوئے ادھر حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد اور ان کے لشکر کو لڑتے دیکھ کر کہا۔ ”اے اباسلمان! اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو از روئے صلح میرے ہاتھ سے فتح کیا اور میرے ذریعے سے صلح کی تکمیل ہو گئی ہے اسلئے لڑائی سے ہاتھ روک لیجئے۔“

حضرت خالد کو یہ بات سخت ناگوار معلوم ہوئی کہ ان کی اجازت

کے بغیر اور منشا کے خلاف اہل دمشق سے صلح کر لی گئی۔ پھر کس وقت! جب سلمان اپنی قوت کے بل پر شہر فتح کر چکے تھے۔ لیکن آپ نے حضرت ابو عبیدہ کی طے کی ہوئی شرائط کا احترام کیا اور جنگ بند کر دی۔

اسلامی تاریخ کا یہ واقعہ یقیناً اپنی نوعیت میں بے مثال ہے کوئی قوم یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ اس کے کسی جنرل نے کسی شہر کو نوکِ شمشیر سے فتح کرنے کے بعد اپنے ایک ساتھی کی بات کا اس طرح احترام کیا ہو۔

حضرت خالد نے دریافت کیا تو ما اور ہزین کہاں ہیں؟ اس پر حضرت ابو عبیدہ نے کہا: "تو ما اور ہزین بھی شہر میں ہیں۔ اور میں نے تمام شہریوں کو امان دینے کا وعدہ کیا ہے اور حضرت خالد نے انہیں بھی امان دے دی۔ مگر یہ شرط لگا دی کہ وہ دونوں شہر سے نکل جائیں اور مجھ انبیائے خور دنی اپنے ساتھ کچھ نہ لے جائیں۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ کے کہنے سے انہیں مع اپنے مال و اسباب کے شہر سے نکلنے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن یہ طے ہوا کہ اپنی حفاظت کے لئے وہ صرف ایک ایک ہتھیار ساتھ لے جائیں گے۔ تو ما و ہزین نے اس قرارداد کے بعد کہا کہ ہمیں تین دن کی مہلت دی جائے تاکہ اس عرصہ میں ہم اپنا مال و اسباب لے کر چلے جائیں اور تین دن کے بعد اگر ہم آپ کو کہیں مل جائیں تو آپ کو حق

ہوگا۔ کہ ہمیں قتل کرویں۔ یا غلام بنا لیں۔  
 اس کے بعد تو نا اور ہرزہیں لے کر اپنے سب سامان جمع کر کے رخ آگے  
 ہزار ہوں کے انطاکیہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ ان کے ساتھ ہرقل کی  
 بیٹی زوجہ تو با بھی تھی۔ ان کے شہر سے نکلنے کے بعد گندم اور جو کے  
 ذخائر پر جو شہر میں تھے۔ اختلاف رائے ہوا حضرت خالد نے انہیں  
 مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے کہا۔ کہ یہ کفار  
 کی ملکیت ہیں اور ہم انہیں اپنے تصرف میں نہیں لاسکتے۔ چنانچہ  
 بیڑے ہوا کہ یہ قبضہ خلیفہ المسلمین کے سامنے پیش کیا جائے اور ان کا  
 فیصلہ اس معاملہ میں قطعی ہوگا۔

دربار خلافت نے گندم اور جو کے ان ذخائر کو کفار کی ملکیت  
 قرار دیا اور اس طرح سے یہ معاملہ طے ہو گیا۔

فتح کے بعد مسلمان شہر کے انتظام میں مصروف تھے۔ کہ ایک  
 عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک دن ایک رومی نے حضرت خالد سے  
 شکایت کی۔ کہ تو جا جلتے ہوئے اپنے مال اسباب کے علاوہ بہت  
 سے دوسرے آدمی اور مال و اسباب کو بھی لے گیا ہے اور انہی میں  
 میری بیوی بھی ہے۔

حضرت خالد نے معاملے کی تحقیق کی اور جب یہ بات ثابت  
 ہو گئی کہ تو مانے مسلمانوں کی قرآن دلی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے  
 اپنے مال اور اپنے عزیزوں کے سوا دوسرے لوگوں کو بھی زبردستی اپنے

ساتھ لے لیا ہے تو ضروری معلوم ہوا کہ اسے اس شرارت کی نیراوی جائے  
چنانچہ چوتھے دن حضرت خالدؓ اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

حضرت خالدؓ حضرت ابو عبیدہؓ کو دمشق  
ہی میں چھوڑ کر چار ہزار سپاہیوں کے

## جنگ مرج الذبح

ساتھ لے لیا اور ہربیس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے اور جبکہ اور لاؤقیہ  
کو طے کر کے ایک دریا کے کنارے پہنچے معلوم ہوا۔ بادشاہ نے  
اسے انطاکیہ آنے سے روک دیا ہے اور وہ قسطنطنیہ چلا گیا ہے۔  
حضرت خالدؓ بھی بعجلت تمام اس طرف کو روانہ ہو گئے اور دوسرے  
دن ایک پہاڑ کے واسطے میں لڑا اور اس کے قافلہ کو جالیایا۔ لڑا اور  
ہربیس کے ساتھ رومیوں کی کافی جمعیت تھی۔

حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور ہر  
حصے کو مختلف سمت سے روانہ کیا۔ تاکہ دشمن کو چاروں طرف سے گھیر لیا  
جائے۔ لڑا پانچ ہزار رومی سواروں کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کو  
آیا حضرت خالدؓ نے اسے دیکھتے ہی ہلہ بول دیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے بہ نفس نفیس لڑا اور جملہ کیا اور  
نیزہ مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔

ازاں بعد ہربیس کی تلاش شروع کی۔ ہربیس اپنے ساتھیوں  
کو مسلمانوں کے ساتھ دست و گریباں چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا اور میدان  
جنگ سے کافی دور ایک پہاڑی پر چڑھ رہا تھا حضرت خالدؓ نے محسوس کیا

کہ ہرگز کانچ ٹکٹا ہزاروں فتنے کھڑے کر دے گا۔ اس لئے نن تنہا  
اس پر چھیٹے اور اس کے سر پر پہنچ کر لٹکارے " میں شہسوار اور زبردست  
ہوں۔ میں دلیر اور سردار ہوں۔ میرا نام خالد بن ولید ہے۔"

ہرگز نے حضرت خالدؓ کا یہ کلام سنا تو اسے خوف کے وہ  
گھوڑے کی زین پر مٹ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: "یہ وہ شخص ہے  
جس نے ملک شام کو وہاں کے لوگوں پر پلٹ دیا ہے۔ یہ فاتح ارکہ،  
حوران، سحنے، تدمر اور بصرہ و دمشق ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے  
کہ اس وقت ہمارے زرعہ میں آگیا ہے۔ پس جس طرح ہو سکتا ہے۔  
اسے اپنے قابضوں سے لے لو تا کہ تمہاری کھوئی ہوئی عزت و آبرو واپس آ  
جائے اور اس کے ذریعے تم اپنے مقتولین کا انتقام لے سکو۔"

یہ مقام جہاں حضرت خالدؓ نن تنہا دشمنوں میں گھبرے کھڑے  
تھے۔ گھنے درختوں کے درمیان تھا۔ جہاں نہ گھوڑا اور نہ اسے کا موقع تھا  
اور نہ لڑائی کی گنجائش تھی۔ ادھر دشمنوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا  
تھا اور دانت پس پس کر حملہ کر رہے تھے۔ مگر حضرت خالدؓ شیر زہ کی  
طرح ان پر چھیٹ رہے تھے۔ جب گھنے درختوں کی وجہ سے گھوڑے  
کی سواری ممکن نہ ہو سکی۔ تو آپ پیادہ پا ہو کر لڑنے لگے۔ دشمنوں نے  
چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا تھا اس وقت ہرگز نے تلوار کا ایک  
وار کیا جو آپ کا نود کاٹ کر عمارت تک پہنچا۔

عین اس حالت میں عربوں کے شور کی آواز آئی اور حضرت

عبدالرحمن بن ابی بکر سائھیوں سمیت وہاں آ پہنچے حضرت خالدؓ نے ان کی طرف توجہ نہ کی اور نہایت استقلال و جوہر و ہمت سے دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے، جب ہزین نے لشکر اسلام کو دیکھا تو دیکھ کر پھر کر بھاگنے لگا۔ لیکن حضرت خالدؓ نے اسے بھاگنے کی ہمت نہ دی اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے قیدیوں اور مالِ غنیمت کا جائزہ لیا۔ تو معلوم ہوا کہ قیدیوں میں قیصر روم ہرقل کی لڑکی بھی ہے۔ آپ نے اسلام کی روایات کے مطابق اس کے ساتھ نہایت عزت کا برتاؤ کیا۔ اور بعد میں ہرقل کی درخواست پر اسے رہا کر دیا۔

ہرقل حضرت خالدؓ کی اس درباولی سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا۔ "ان کا غلبہ پروردگارِ عالم کی طرف سے اور زیادہ ہوگا۔" دمشق پہنچ کر حضرت خالدؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو ایک خط فتح اور مالِ غنیمت کے متعلق لکھا۔ خط کا مضمون حسبِ ذیل ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰ خَطِیْبُ بِنَامِ عَبْدِ اللّٰهِ خَلِیْفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَيْ خَالِدِ بْنِ وَلِیْدِ الْخَزْرَجِیِّ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَامِلِهِ عَلِیِّ
حَاكِمِ شَاہْمِ كِی طَرْفِی كَيْ بَعْدَهُ یٰ مَسْئُوْمِی تَحْقِیْقِ تَعْرِیْفِ	الشَّاهِدِ خَالِدِ بْنِ وَلِیْدِ الْخَزْرَجِیِّ وَحِیِّ اَمَّا بَعْدُ
كِرْتَاہُوْلِ خَدَاكِی حِیْنَ كَيْ سِوَا اور كِرْتَاہُوْلِ	فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
نَهْمِیْنَ كَيْ اور ذُرُوْبِ كَحِیْتَاہُوْلِ اِسْ كَيْ	وَاصَلَّى عَلَیْ نَبِیِّیْ



جو وہی بات مدت پندرہ روز سے بہت بڑا لشکر

اور اللہ کا ذکر کیا کرو اور اس میں شفا کامل

یے حضرت عمر فاروقؓ عظیم غلہ

## حضرت خالدؓ کی معزولی

مسلمان فوجیں دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں کہ جمادی الثانی  
۱۳ھ کے نصف اول میں گل تیرہ دن بیمار رہ کر خلیفہ اول حضرت  
ابوبکر صدیقؓ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور جمہور مسلمین کی خواہش  
اور حضرت صدیق اکبرؓ کی وصیت کے مطابق حضرت عمرؓ خلافت پر  
رونق افروز ہوئے۔

اگرچہ مرکز میں یہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا لیکن شام میں لڑنے  
والی فوجوں کے نظام پر اس کا کوئی اثر نہ پڑا۔ جن لوگوں نے یہ لکھا ہے  
کہ حضرت عمرؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھنے کے بعد سب سے پہلا جو  
کام کیا وہ حضرت خالدؓ کی معزولی کا حکم لکھنا ہے۔ "محض افسانہ طرازی  
کی ہے۔ واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ فتح دمشق ۱۳ھ  
کے بعد کافی عرصہ تک حضرت خالدؓ دستور اسلامی سپاہ کے سالار اعلیٰ رہے

اس واقعے کے متعلق مورخوں کی دو رائیں ہیں۔ کچھ کا تو یہ خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے فوراً بعد حضرت خالدؓ کو ان کے منصب سے معزول کر دیا اور کچھ اس بات پر متفق ہیں کہ بعض اختلافات کی بنا پر ۱۳ھ میں حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کو حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت کر دیا تھا۔ اس کے بعد ۱۴ھ میں حرب و بار خلت میں یہ رپورٹ پہنچی۔ کہ حضرت خالدؓ نے اپنی شان میں ایک قصیدہ سن کر ایک شاعر کو دس ہزار روپے انعام دیئے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے انہیں معزول کر کے مدینہ آنے کا حکم دیا۔

خاص طور پر ابن اثیر کے بیان سے اس دوسرے نظریے کی تائید ہوتی ہے۔ اس نے ۱۳ھ کے واقعات میں حضرت خالدؓ کی معزولی کا ذکر کرنے کے بعد ۱۴ھ میں پھر ان کا معزول ہونا بیان کیا ہے اور ہمارے خیال میں اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ ۱۳ھ میں انہیں حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت کیا گیا ہو گا اور ۱۴ھ میں بالکل معزول کر کے مدینہ طلب کر لیا گیا ہو گا۔

معزولی کے سن کے اختلاف کے علاوہ تاریخ کی اکثر کتابوں میں یہ واقعہ ملنے جلتے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یوں ہے:-  
 ”جب حضرت عمرؓ کو حضرت خالدؓ کی بعض بے اعتدالیوں کی اطلاع پہنچی۔ تو انہوں نے ان کی معزولی کا حکم نامہ لکھ کر ایک قاصد کے ہاتھ شام بھیج دیا۔ قاصد کو تاکید کی گئی کہ وہ پہلے حضرت خالدؓ سے

جواب طلب کرے اور جب وہ معقول جواب توڑے سکیں تو انہیں معزول سمجھا جائے۔

چنانچہ جب حضرت عمرؓ کا قاصد حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچا تو حضرت خالدؓ مقام قشیرہ میں تھے۔ خلیفۃ المسلمین کا حکم پڑھ کر حضرت ابو عبیدہؓ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور قاصد نے جواب طلب کیا۔ کہ آپ نے یہ اثر نیاں کہاں سے ہیں؟ دو بار پوچھنے پر بھی حضرت خالدؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت بلالؓ نے معزولی کی نشانی کے طور پر ان کے سر سے عمامہ اتار دیا اور اس سے ان کے ہاتھ باندھ دیے اور پھر انہیں مدینہ روانہ کر دیا گیا۔

مدینہ پہنچ کر حضرت خالدؓ نے حضرت عمرؓ کے تمام شکوک رفع کر دیئے۔ حضرت عمرؓ نے خالدؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: خدا کی قسم خالدؓ! تم مجھے بہت محبوب ہو۔ میں دل سے تمہاری قدر و عزت کرتا ہوں۔ اس کے بعد خلیفہ نے تمام عربوں کے گورنروں کو لکھ بھیجا کہ خالدؓ کی معزولی کسی رنجش یا بددیانتی کی وجہ سے نہ تھی۔

یہ واقعہ کیوں وقوع پذیر ہوا؟ جب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں تو مندرجہ ذیل متضاد جوابات ہمیں نظر

حضرت خالدؓ کی معزولی کے اسباب

آتے ہیں۔

۱۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت ہی سے حضرت

خالدؓ کے خلاف تھے۔ اس لئے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد

انہوں نے اس اختلاف کی بنیاد پر انہیں معزول کر دیا۔

۲۔ حضرت خالدؓ فوجی اخراجات کا باقاعدہ حساب نہیں پیش

کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے حساب پیش کرنے کا مطالبہ

کیا گیا تو وہ آنا دہ نہ ہوئے اور یہ عذر پیش کیا کہ میں حضرت

ابوبکرؓ کے زمانے میں بھی حساب نہیں کرتا تھا۔ لہذا اب

بھی حساب نہیں دوں گا۔ اور حضرت عمرؓ نے انہیں معزول کر دیا

۳۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنی تعریف میں قصیدہ سن کر ایک شاعر

کو دس ہزار روپیہ دے دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس واقعے کا علم ہوا

تو آپ نے باز پرس کی اور معقول جواب نہ پا کر انہیں معزول کر دیا

۴۔ حضرت عمرؓ حضرت خالدؓ کی بڑھتی ہوئی ہردلعزیزی کو ناپسند کرتے

تھے۔ اور چونکہ حضرت خالدؓ اپنے محیر العقول کارناموں کی وجہ

سے عامۃ المسلمین میں مقبول ہوتے جاتے تھے۔ اس لئے انہوں

نے انہیں معزول کر دیا۔

اگر ان چاروں باتوں پر غور کیا جائے تو چار الگ الگ نتیجے

مرتب ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت عمرؓ نے ذاتی ناپسندیدگی کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو

معزول کیا۔

۲۔ حضرت خالدؓ فوجی معاملات میں دربار خلافت کو قوت یا خیال

consult  
from  
Jamia Ashrafia  
Muslim town  
More  
LHR.

نہیں کرتے تھے اور اس لئے انہوں نے حساب کتاب بیاض و سیاہی  
خیال نہ کیا اور ان کی یہ کوتاہی ان کے غل کا باعث بنی۔

۳۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اور مالِ کثیر میں اپنے بھائی  
سے زیادہ رکھ لیتے تھے۔

۴۔ حضرت عمرؓ کو خوف تھا کہ حضرت خالدؓ کی ہر چیز ہی کہیں مال  
کے لئے کوئی فتنہ نہ بن جائے۔

جہاں تک پہلی تین باتوں کا تعلق ہے ہمارے خیال میں ان کے  
اندر بہت کم صداقت ہے۔ یہ ان مؤرخوں کی تصنیف معلوم ہوتی ہیں۔  
جنہوں نے اپنی بہتان طرازیوں اور غلط تاویلوں سے اسلام اور مسلمانوں  
کے کارناموں کو ہر قیمت پر غلط رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔  
اگرچہ ان روایتوں کو اکثر مستند مسلمان مؤرخوں نے بھی بیان کیا ہے اور  
اپنے طور پر ان کی تاویلیں بھی کی ہیں۔ لیکن درایت کے اصولوں کو پیش نظر  
رکھا جائے تو ان کی صحت سے انکار ہی کرنا پڑتا ہے۔ نقل اس بات کو  
کسی طرح تسلیم نہیں کرتی کہ حضور نبی کریمؐ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی ہمیشہی کاثر رفت رکھنے والے اور اسلام کے اصولوں کی روح سے  
آشنا یہ دونوں بزرگ اسلام کے پہلے دور ہی میں مومن کے مقام سے  
گزر کر اس قدر سیت ہو جاتے کہ اضراقت حکم عدولی اور ذاتی رنجش جیسے  
گھٹیا جذبات و اعمال کا اثر ان کی قومی زندگیوں پر پڑتا۔  
ہم دیکھتے ہیں کہ قومی معاملات میں ان دونوں بزرگوں نے اپنی

ذات کو اس قدر الگ کر دیا تھا کہ آج ہمیں ان کے کارنامے معجزہ معلوم ہوتے ہیں۔ وہی حضرت عمرؓ جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے ذاتی ناپسندیدگی کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو معزول کیا۔ اپنی پوری اسلامی زندگی میں انتہائی مخلص اور بے غرض نظر آتے ہیں۔ ان کی غیر جانبداری اور صداقت کوئی کی دھاک موافقوں اور مخالفوں سب کے دلوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔ قومی معاملات میں وہ اس قدر محتاط اور پاکباز ہیں کہ جب ان کی وفات کے وقت ایک شخص خلافت کے لئے ان کے بیٹے کا نام پیش کرتا ہے تو وہ نفرت سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

اسی طرح حضرت خالدؓ کا معاملہ ہے۔ شام و عراق کے ظلمتکدوں میں اسلام کی روشنی پھیلانے والا یہ مخلص مسلمان صاحب تدبیر جرنیل اور جہادی سپاہی زندگی کے ہر لمحے میں ہمیں شہادت کی موت کے لئے بے تاب نظر آتا ہے۔ اس کی پوری اسلامی زندگی سفر جنگ و وڑوٹو اور بے آرامی کے سوا کچھ نہیں۔ وہ شہادت کی تلاش میں دشمن کی ٹڈی دل فوجوں کے اندر اس طرح گھس جاتا ہے جس طرح طویل سفر کے بعد کوئی مسافر اپنے گھر کے ضمن میں داخل ہوتا ہے۔

انسانی نفسیات کے ماہر یقیناً اس بات کو درست تسلیم کریں گے کہ بے خوفی اور جرات کے ان کا ناموں کا اظہار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو دنیا کی لذتوں، تعریفوں اور خوشامدوں کے بے نیاز ہو چکا ہو جسے اپنا وہ مقصد سب سے زیادہ عزیز ہے جس کے لئے وہ جدوجہد کر رہا ہو۔

البتہ چوتھی بات اس لئے قابل تسلیم ہے کہ یہ روج اسلام کے  
عین مطابق ہے۔ ہو سکتا ہے۔ حضرت خالدؓ کے بہادرانہ کارنامے دیکھ  
دیکھ کر لوگوں کا یہ اعتقاد ہو گیا ہو کہ مسلمانوں کی یہ فتحندیاں صرف حضرت  
خالدؓ کی وجہ سے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کی نصرت کا لازمی تھا کہ وہ اپنی  
قوت بازو کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر تمام باتوں سے زیادہ  
بھروسہ کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے اس بات کو محسوس کیا اور انہیں معزول کر کے  
یہ ثابت کر دیا کہ اسلام کا نور کسی عمر اور خالدؓ کا محتاج نہیں ہے۔  
اس کے علاوہ ایک قیاس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت جب  
شام کا صدر مقام فتح ہو چکا تھا۔ وہاں کے باشندوں کا دل مٹھی میں لینے  
کے لئے حضرت خالدؓ جیسے گرم مزاج سپاہی کی جگہ حضرت ابوعلیہؓ جیسے  
زرم دل مدبر کی ضرورت تھی۔

غرض جہاں تک حضرت خالدؓ کے اصراء، نافرمانی اور خیانت  
یا حضرت عمرؓ کی ذاتی رنجش یا بدگمانی کا تعلق ہے۔ اس قسم کے تمام  
افسانوں کو بہتان سمجھنا چاہیے۔

اس تمام بحث سے قطع نظر اگر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہم اس  
بات پر غور کریں۔ تو حضرت خالدؓ کی معزولی کوئی ایسا اہم واقعہ نہ تھا جسکو  
اس قدر اہتمام کے ساتھ پیش کیا جاتا۔ زندہ قوموں کے افراد کی یہ خصوصیت  
ہوتی ہے کہ وہ ہر معاملے میں اپنی ذات کے مقابلے میں اپنی قوم کے منافع کو

منفرد جانتے ہیں۔

حضرت خالدؓ نے اپنی معزولی کی خبر سن کر کوشش جہاد میں ذرہ بھر کی نہیں کی۔ بلکہ اس معزولی کے بعد ہی انہیں ویرانی حصد القدس کی مہم پر حضرت عبداللہ بن جعفر کی کمک کے لئے جانا پڑا جس میں آپ نے نہایت جان بازی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔

حضرت ابوعبیدہؓ کو آپ کی معزولی پر یہ خیال پیدا ہوا کہ اب حضرت خالدؓ دشمن کے مقابلہ میں پہلی سی گر مجبوری نہ دکھائیں گے لیکن حضرت خالدؓ نے اپنی معزولی کو محسوس تک نہ کیا اور آپ کے ارادوں میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ حالانکہ حضرت ابوعبیدہؓ کا قیاس انسانی نفسیات کے عین مطابق تھا۔ ایک دریا جو تیزی سے بہ رہا ہو اگر اس پر بند باندھ دیا جائے تو یقیناً اس کے پانی کی روانی موقوف ہو جائے گی۔ اسی طرح سے انسان کی اہمیت کی تیزی اور جولانی اس کے کام کی قدرانی پر زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن جب اس کے شاندار کارناموں کو نظر انداز کر کے اسے اس کے مرتبہ سے گرا دیا جاتا ہے تو وہ اپنے فرائض کی انجام دہی سے دستکش ہونے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا وقت تھا کہ اگر حضرت خالدؓ اپنے کام سے دست بردار ہو جاتے تو انہیں الزام نہیں دیا جاسکتا تھا لیکن آفرین ہے حضرت خالدؓ پر کہ انہوں نے اپنی معزولی کا رنج و حکم سن کر فرمایا: "اگر حضرت عمرؓ میرے اوپر کسی حبشی غلام کو بھی مقرر بنا دے تو میں اس کی زیرکمان بھی اسی جوش سے جہاد کرتا جیسے کہ اب تک



کرتا رہوں۔"

دنیا کی کوئی تاریخ ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی کہ کسی جنرل کو جس نے اپنی شجاعت کا سکہ اپنوں اور غیروں پر بٹھا دیا ہو اور جنگی فنون میں اس کی قابلیت ہر ذریعہ کے نزدیک ستم ہو۔ معزول کر دیا جائے اور پھر معزولی کے بعد اس نے فوجی نظام کو ماتحتی کی حالت میں اپنی خداوندی قابلیت اور دلیری سے اور بہتر و برتر بنا دیا ہو اور حاکم اعلیٰ کے حکم کے سامنے ہر تسلیم ختم کیا ہو۔

یہ حضرت خالد بن ولید ہی تھے۔ جنہوں نے اس طرح کی مثال قائم کی۔ کیونکہ جس اسلامی نظام سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ وابستہ تھے۔ وہ قرآنی تعلیم کے ماتحت چل رہا تھا۔ جس کا ارشاد یہ ہے

وَنذَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلِّ

(اور ہمیں کے دلوں میں) قبل از اسلام جو کھوٹ اور برائی تھی۔ وہ ہم نے نکال ڈالی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تمام جدوجہد اور جانبازی اللہ ہی کے واسطے تھی۔ ان فتوحات سے وہ ذاتی افتخار اور ناموری کے خواہاں نہ تھے۔ ان کے دل میں نفسانی خواہشات۔ کینہ پروری جاہ طلبی اور ہواویس کے لئے کوئی گنجائش نہ تھی۔

حضرت خالدؓ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ "میں نے اپنے نفس کو خدا کی راہ میں ہبہ کر دیا ہے۔" وہ تمنائے شہادت میں ہزاروں کفار کے اوپر تنہا شیر کی طرح جا پڑتے تھے۔ ان کے جسم کا ہر قطرہ خون

خدا کی راہ میں بہنے کے لئے تیار تھا۔ ان کے جذبات اسلام کی خدمت  
کے لئے وقف تھے۔ اور ان کا جینا اور مرنا اللہ ہی کی رضا مندی  
کے لئے تھا۔

# باب پنجم

## حضرت ابو عبدیہ کی ماتحتی میں

### خالدؓ کے کارنامے

انسانی نفسیات کے پیش نظر حضرت خالدؓ کا اسلامی سپاہ کی سالاری سے معزول کیا جانا ایک ایسا حادثہ تھا کہ اس کے بعد ان کی سپاہیانہ جدوجہد اور مجاہدانہ عزم کا خاتمہ ہو جانا چاہیے تھا۔ یا کم از کم ان کی کوششوں میں وہ پہلی سی شدت اور لگن نہیں رہنی چاہیے تھی لیکن ان کا سوانح نگار یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ عزل کے بعد بھی ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوئی۔ وہی تلوار جو سپہ سالاری کے نشان کے طور پر مجاہدوں کی رہنمائی کرتی تھی۔ ایک عام سپاہی کے حربے کے طور پر اسلام کی سرزندگی اور حق و انصاف کی حمایت کے لئے رومی شہنشاہیت کے سر پر بجلی کی طرح کوندنی رہی ہے

اور اس وقت تک پیام میں نہیں جاتی۔ جب تک اس غیر منصفانہ اور  
غیر مساویانہ نظام حکومت کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔

حضرت خالدؓ کے کردار کی یہی وہ بلندی ہے جو انہیں ایک  
عام دنیا دار فتح کی حیثیت سے اونچا کر کے مجاہد فی سبیل اللہ کی خلعت  
فاخرہ عطا کرتی ہے۔ اور ان کا رتبہ عام فاتحین سے بدرجہا بڑھا ہوا نظر  
آتا ہے۔

معمر کہ حسن ابی القدس

حسن ابی القدس موشق سے دس

کوس کے فاصلے پر ایک اہم مقام تھا

ایام صیام کے اختتام پر رومی اس جگہ عید کا جشن منایا کرتے تھے اور اس  
موقع پر ایک زبردست بازار بھی لگتا تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ کو اطلاع ملی کہ حاکم طرابلس کے اماور کی بعیت  
میں رومی سپاہی حسن ابی القدس کے مقام پر جمع ہو رہے ہیں۔ یہ  
خبر سنا کر آپ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر رومیوں  
کی سرکردگی کے لئے روانہ کیا۔

پانچ ہزار مسلح رومی سواروں کے علاوہ اس وقت گروڈواج کے  
پندرہ سولہ ہزار افراد حسن ابی القدس کے مقام پر جمع تھے۔ حضرت عبداللہؓ  
کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے اس لئے ہمیں  
واپس ہو جانا چاہیے۔ لیکن انہوں نے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور لڑائی شروع  
ہو گئی۔ رومی غالباً پہلے ہی سے تیار تھے۔ اس شدت کی لڑائی مسلمانوں نے

پہلے کسی سے نہ لڑی تھی۔ وہ اپنی جان سے باہر ہو کر آپس میں کہتے تھے  
کہ اب بہشت میں ملاقات ہوگی۔ صحابہ کا یہ چھوٹا سا لشکر اس گروہ عظیم  
میں گھرا ہوا دکھائی بھی نہ دیتا تھا۔ لیکن حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھی  
نہایت صبر و استقلال سے لڑ رہے تھے۔

دشمن کے غلبہ اور لشکر کی کثرت دیکھ کر حضرت عبداللہؓ نے  
برق رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت ابو عبیدہؓ کو اس صورتِ حال سے  
مطلع کیا۔ وہ سنکر بہت ملول ہوئے اور سوچا کہ اگر حضرت عبداللہؓ  
ان کے ساتھی اس معرکہ میں شہید ہو گئے تو اس کا الزام مجھ پر آئے گا  
کیونکہ میری سرداری میں یہ پہلا حملہ ہے۔ اگر فتح نہ ہوئی تو سخت ندامت  
ہوگی۔ آخر بہت غور و فکر کے بعد آپ حضرت خالدؓ کے پاس گئے اور  
ان سے کہا: تم عبداللہؓ بن جعفر کی مدد کے لئے جاؤ۔ کیونکہ ایسی مہم  
سزاوار ہے اور تم ہی اس کام کے اہل ہو۔ میں پہلے ہی  
تمہیں بھیجا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے تم سے کہتے ہوئے اس لئے شرم آتی  
تھی کہ معزولی کا معاملہ تمہیں ضرور ناگوار گذرا ہوگا۔

حضرت خالدؓ نے کہا: بندہ کی قسم۔ اگر مجھ پر حضرت عمرؓ کسی  
لڑکے کو بھی سردار مقرر کریں۔ تو میں اس کی اطاعت کروں گا۔  
چہ جائیکہ میں آپ کی مخالفت کروں۔ آپ سابق الایمان ہیں۔ اور  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امین الامت کا معزز خطاب  
دیا ہے۔ آپ کا مرتبہ مجھ سے بہت بڑا ہے۔ میں نے اسلام کیلئے

مدت تک شمشیر زنی کی ہے میں آپ کو اس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ میں نے  
 اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دی ہے میں نے اپنی جان بازی  
 کے صلہ میں کبھی امارت اور سرداری کی خواہش نہیں کی۔  
 حضرت خالدؓ کی گفتگو حضرت ابو عبیدہؓ اور دیگر مسلمانوں کو  
 بہت پسند آئی۔ سب نے آپ کے قول کی تصدیق کی اور اس کے بعد  
 حضرت خالدؓ منہ حسن ابی القدس کی طرف روانہ ہو گئے اور یہ لشکر غروب  
 آفتاب کے بعد نمازوں سے جا ملا۔

مسلمانوں کا اس وقت یہ حال تھا کہ وہ رومیوں کے زعمے  
 میں بڑی طرح پھنسے ہوئے تھے۔ حضرت خالدؓ نے دریافت کیا کہ  
 عبد اللہ بن جعفر کہاں ہیں۔ اوصرا وھ نظر دوڑائی تو دیکھا کہ عبد اللہ بن جعفر  
 اسلامی علم اٹھائے دیر کے قریب موجود ہیں۔ آپ نے اپنے لشکر کو حمد کا  
 حکم دیا۔

حکم پاتے ہی آپ کے لشکر نے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ رات کے  
 اندھیرے میں حضرت عبد اللہؓ نے یہ سمجھا کہ کفار کا کوئی لشکر کین گا ہے  
 نکل کر حمد اور ثناء ہے۔ اسلئے وہ بہت پریشان ہوئے۔ ناگاہ آپ نے  
 حضرت خالدؓ کی آواز سنی اور اپنے ساتھیوں سے کہا: "و شمنوں کو بکڑاؤ۔  
 اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے امداد بھیج دی ہے۔"

عبداللہ بن اسفہ نے بیان کیا ہے کہ ہم اپنی زندگی سے باپوس  
 ہو چکے تھے کہ ہم نے رات کی تاریکی میں حضرت خالدؓ کو نشان لئے ہوئے

شکرین کو بھیر بھیروں کی طرح ہلکتے دیکھا۔ اس کے بعد رومی میدان چھوڑ  
کر بھاگ گئے اور مسلمان مظفر و منصور واپس ہوئے۔

حضرت خالدؓ کی واپسی پر حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کا استقبال  
کیا اور شجاعت و جانبازی کی داد دی۔

واقعی لکھتا ہے "حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک خط حضرت عمرؓ  
کو لکھا جس میں فتح کی خوشخبری دی اور حضرت خالدؓ کے کارنامہ کی  
تولیت کی۔ اس کے علاوہ حضرت خالدؓ کی گفتگو سے جو انہوں نے  
دیراپی القدس کو روانگی کے وقت کی تھی انہیں مطلع کیا اور ان سے  
درخواست کی کہ وہ حضرت خالدؓ کی دلجوئی کریں۔

**فتح حمص** | جب حضرت ابو عبیدہؓ ضروری انتظامات سے  
فراغت پا چکے تو حضرت خالدؓ کو ایک تہائی لشکر  
دے کر حمص کی جانب روانہ کیا اور خود بعلبک کی طرف کوچ کیا۔  
راستہ میں حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ کا خط آپ کی خدمت میں پیش  
کیا۔ جس میں جبہ ابن ایہم کے اسلام لانے اور اس کے طوائف خانہ کعبہ  
کے دوران میں ایک مسلمان کو قتل کرنے اور اس سے قصاص طلب  
کئے جانے کا حال لکھا تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ وہ یہاں سے بھاگ کر  
ہرقل کے پاس گیا ہے۔ تم اس کو حمص میں جا لو۔

یہ خط دیکھتے ہی حضرت ابو عبیدہؓ نے خود بھی حمص کی جانب روانہ  
ہوئے اور حضرت خالدؓ سے جا ملے حضرت خالدؓ حمص میں بروز جمعہ

ماہ شوال ۱۳۷۰ھ پہنچے۔

مسلمانوں کی آمد کی اطلاع پا کر وہاں کے بطنقہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا: "باوشاہ کا ساتھی مر گیا ہے اور ہمیں فی الحال عربوں پر غالب آنے کی قدرت نہیں ہے۔ اسلئے ہم ان سے اس شرط پر صلح کر لیتے ہیں۔ کہ اگر انہوں نے حلب اور قنسرين کو فتح کر لیا اور قتل کے لشکر کو شکست دے دی تو ہم ان کے تابع فرمان رہیں گے۔"

قوم نے اس کی رائے سے اتفاق کیا چنانچہ اہل حصن کے ساتھ صلح طے پا گئی۔

اس صلح کے بعد حضرت خالد بن ولید مع چار ہزار سواروں کے معرات کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ بلا و عوام و قنسرين کو فتح کریں۔ چنانچہ آپ شیز پہنچے اور نہر مغلوب پر دو روز قیام کر کے مصعب بن محارث کو پانچ ہزار سواروں سے کر بلا و عوام کی فتح کے لئے روانہ کیا اور خود مع لشکر کفرطات اور معرات کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ ہم نہایت آسانی سے سر ہو گئی اور آپ حضرت ابو عبیدہ سے آئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے جنگی قیدیوں کو مع ان کے اہل و عیال کے سالانہ جزیہ مقرر کرنے کے بعد چھوڑ دیا۔ اور وہ مسلمانوں کے انصاف اور رحم و کرم کے گیت گاتے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے اور قریباً کے لوگوں کو مسلمانوں کے رحم اور خصائل حمیدہ سے آگاہ کیا۔

روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ کے مصالحانہ رویے سے تمام



قرب و جوار کے لوگ ان کے پاس آنے لگے۔ یہی ارادہ حاضر اور قنسرین کے لوگوں کا بھی ہوا۔ لیکن ان کا حاکم لوقا مسلمانوں کے خلاف تھا۔ اگرچہ لوقا کی حاکم عدویہ کے عداوت تھی۔ لیکن مسلمانوں کی مخالفت میں دونوں ایک ہو گئے۔ دونوں کے پاس دس دس ہزار مسلح فوج تھی۔ اس کے علاوہ انہیں ہرقل کی امداد پر بہت بھروسہ تھا۔ کیونکہ ایک بار وہ انہیں معقول فوجی امداد کا یقین دلا چکا تھا۔ لیکن اس نے سوچا کہ اگر میری رعایا میرے خلاف ہو کر مسلمانوں سے صلح کر لے گی۔ تو میں بے بس ہو جاؤں گا۔ اس لئے اس نے اپنی سب رعایا کو جمع کیا۔ اور انہیں فریب دے کر ظاہر کیا۔ کہ فی الحال ہم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن ہمیں ہرقل کی طرف سے کمک کی امید ہے۔ اس لئے ہم ان کے ایک سال کے لئے صلح کر لیتے ہیں۔ تاکہ اس دوران میں ہم ہر طرح سے ان کے مقابلے کے لئے تیار ہو سکیں۔

لوگوں نے اس کی گفتگو پسند کی۔ لوقا نے ایک خط حضرت ابو عبیدہؓ کے نام لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا:-

”ہمارے پاس ہر طرح کا ساز و سامان ہے۔ اگر تم چالیس سال تک بھی ہمارا محاصرہ کئے رہو تب بھی ہمارے شہر کو فتح نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم تمہارے ساتھ ایک سال کے لئے صلح کرتے ہیں تاکہ پکھیں کہ تمہاری اور ہرقل کی لڑائی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے یا تو نے حد خلیج سے روزۃ الکبریٰ تک تمہارے مقابلے کے لئے

گناہ طلب کی ہے۔ لیکن ہم باو شاہ سے پوشیدہ تم سے صلح کرتے ہیں۔

جب قاصد یہ خط لے کر لشکر اسلام میں پہنچا۔ تو حضرت ابو عبیدہ کے دائیں جانب حضرت خالدؓ اور بائیں طرف حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اور سامنے دو مسلمان بیٹھے تھے۔ اس لئے سجدہ کا قصد کیا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے اسے روکا اور کہا: "ہم بزرگانِ خدا ہیں اور خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے وہ خط لے لیا اور پڑھ کر مسلمانوں کو سنایا۔ حضرت خالدؓ خط کے دھکی آمیز مضمون کو سن کر بہت براؤ وخت ہوئے اور حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا: "اس خط کے مضمون سے فریب کی جاتی ہے اور ایسے شخص کے ساتھ صلح کرنا و دشمنی کے خلاف ہے۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے امورِ غیبی سے کسی کو آگاہ نہیں کیا اور بندوں کے حال سے وہی واقف ہے۔ اس لئے تم توقف کرو۔ کیونکہ وہ ہمارے ساتھ صلح کی خواہش رکھتا ہے۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا: "اگر وہ ہمیشہ کے لئے مصالحت کر لے تو آپ نا لیں ورنہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ تفصیل ایزوی ہم اس کے لئے کافی ہیں۔"

قاصد نے حضرت خالدؓ کا ولیہانہ کلام سنا اور ان کی دشمنی اور موقع شناسی دیکھی تو سنا منے کر پوچھا: "اسے سرورِ انہما کیا نام ہے؟"

آپ نے فرمایا: میں خالد بن ولید ہوں۔ میں جنگ جو اور دلیر ہوں۔ میں کفر و باطل کو مٹانے والی تلوار ہوں۔

یہ سکر قاصد نے کہا: بے شک تم شجاعوں میں سے ہو۔ میں نے تمہارے کلام مروانہ سے پہچان لیا تھا۔ تمہاری قوت کی بھی ہمیں پہلے سے خبر ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ نیک اطوار اور رحمدل ہو۔ یہ کیا بات ہے۔ کہ ہم تم سے مصالحت چاہتے ہیں اور تم اس سے انکار کرتے ہو؟

حضرت خالدؓ نے جواب دیا: ہم دشمن کے مکرو فریب میں نہیں آتے اور اس کے کلام اور رویہ سے اس کا مکرو فریب اور ریاکاری پہچان لیتے ہیں۔ تمہارے خط کے مضمون سے ہم نے تمہارے اراد اور فریب کو سمجھ لیا۔ کہ اگر باوشاہ کا لشکر زمانہ صلح میں تمہاری مدد کے لئے آگیا تو تم اپنا عہد توڑ دو گے اور اس لشکر کے ساتھ مل کر رہے پہلے تمہارا مقابلہ کرو گے اور غلبہ کی حالت میں ان کے ساتھ رہو گے۔ پس اگر تم صلح کے خواہاں ہو تو ایک سال کے لئے تمہارے اور ہمارے درمیان اس شرط پر صلح ہو سکتی ہے کہ اگر اس دوران میں باوشاہ کا کوئی لشکر ہمارے مقابلہ کے لئے آئے اور ہم اس سے محاربت کریں تو تم اپنے شہر میں مقیم رہو گے اور اس لشکر کے ساتھ شریک نہ ہو گے۔

قاصد نے کہا: ہمیں یہ شرط منظور ہے۔

چنانچہ مندرجہ بالا شرائط پر دونوں فریقوں میں صلح طے پا گئی۔

روایت ہے کہ لوقا حاکم قنسرین نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ دورانِ صلح میں آپ کے لشکر کا کوئی آدمی ہمارے وہاں اور مرقانا میں داخل نہ ہوگا۔ اور ہمارے ملک کی حد پر کوئی ایسا نشان قائم کر دیا جائے کہ اس سے آگے آپ کے لشکر کا کوئی آدمی نہ جائے۔

جب حضرت ابو عبیدہ نے دستاویز صلح کی تکمیل کر دی تو قاصد نے کہا۔ اے سردار۔ ہمارے شہر کی حد معلوم ہے۔ اور ہمارے شہر کے مقابل حاکم حلب کا شہر ہے۔ اور اس کی حد عین ہے۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے مسلمانوں اور رؤسوں کے درمیان ایک ایسی علامت قائم کرویں جس سے آپ کے لشکر کا کوئی آدمی آگے نہ آئے۔

حضرت ابو عبیدہ نے اس تجویز کو پسند کیا اور کہا۔ میں کسی شخص کو بھیج کر حد قائم کروں گا۔

قاصد نے کہا۔ کہ آپ اس کام کے لئے اپنے آدمی کو نہ بھیجئے بلکہ ہم ایک تون بنا کر اس پر ہرقل کا بت نصب کروں گے۔ آپ کے سپاہی اس سے آگے نہ آئیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے اسے منظور کر لیا۔ دستاویز صلح اسے دے دی اور وہ واپس چلا گیا۔

جب قاصد نے وہ صلح نامہ لوقا کو دیا اور حضرت خالد کی گفتگو اس سے بیان کی تو وہ بہت خوش ہوا اور سردار قنسرین پر ہرقل کا بت ایک تون پر نصب کر دیا۔ یہ صلح ماہ ذی الحجہ ۱۳ھ میں ہوئی۔ اس صلح کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے اختتامِ مدتِ صلح محض کے

دائیں بائیں فتوحات میں مصروف رہے۔ اور اس زمانہ میں کوئی خط و غیرہ  
حضرت عمرؓ کو نہ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کے اس تساہل کو  
بڑا چانا اور سمجھے کہ انہوں نے جہاد ملتوی کر رکھا ہے۔ چنانچہ آپ نے انہیں  
حسب ذیل خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الی ابی عبیدہ بن الجراح  
فانی احمد اللہ الذی لا اله  
الا هو واصلی علی نبیہ  
وامرک بتقوی اللہ واحذرک  
معصیة وانهاک ان تکون من  
قال اللہ تعالیٰ نیهم  
فی کتابہ۔ قل ان کان  
اباءکم و ابناءکم و اخوانکم  
واذواجکم و عشیرتکم  
واموالن اقتوفتموها  
وتجارة تخشون  
کسادها احب  
الیکم من اللہ  
ورسولہ و جهاد

سجانب ابو عبیدہ بن الجراح کے پس تحقیق  
تعریف کرتا ہوں میں اس اللہ کی کہ اسکے  
سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ وہی ہے  
ہوں اس کے نبی پر اور حکم کرتا ہوں میں  
تمہیں پر ہر گاری اور اللہ سے ڈرنے  
اور گناہ سے بچنے کا اور میں تمہیں منع کرتا  
ہوں کہ کہیں تم ان لوگوں میں سے نہ ہو  
جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب  
میں فرمایا ہے کہ اے حبیب ان کہہ دیجئے  
کہ اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے  
بھائی۔ تمہاری عورتیں تمہارے خاندان و  
تمہارا مال اور تمہاری تجارت جسکی کساد بازار  
سے تم غائلت رہتے ہو تمہیں اللہ اور  
اس کے رسول کی راہ میں جہاد کرنے سے

فی سبیلہ فتوتجوا  
 حتی یأتی اللہ بامورہ  
 واللہ لا یھدای القوم  
 الضالین

زیادہ عزیز اور محبوب ہیں تو تم انتظار کرو  
 اس وقت تک جبکہ ہمارا حکم تمہیں آج  
 اور اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو ہدایت  
 نہیں دیتا

حضرت ابو عبیدہؓ یہ خط پڑھ کر بہت ناوم ہوئے اور تمام مسلمانوں  
 کو سنایا۔ اس خط کو سن کر تمام مسلمان روئے اور حضرت ابو عبیدہؓ سے  
 کہا کہ آپ کو جہاد کرنے میں کون امر مانع ہے۔ پس آپ نے حلب کی  
 جانب روانگی کا ارادہ کیا اور ایک نشان مصعب بن حارب کے لئے اور  
 دو سو سپاہیوں بن عمرو کے لئے تیار کیا۔ اور عیاض بن غنم کو مقدمۃ الجیش پر  
 مقرر کر کے حضرت خالدؓ کو ان کے پیچھے روانہ کیا اور خود رستن کی جانب  
 روانہ ہوئے۔ رستن اور حرات کی آبادی نے آپ سے صلح کر لی۔

پھر حضرت ابو عبیدہؓ شیراز میں پہنچے۔ اور وہاں کے لوگوں سے  
 ہرقل کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے کہا: ہم نے محض یہ سنا ہے  
 کہ حاکم قنسرن نے ہرقل سے کک طلب کی ہے۔ چنانچہ ہرقل نے اس کی  
 ادا کے لئے جبکہ بن ایہم غسانی کو مع قوم غسان اور عرب متصرف اور  
 حاکم عمرو یہ کو دس ہزار فوج دے کر روانہ کر دیا ہے۔  
 آپ یہ خبر سنا کر متحیر ہوئے۔

اس کے بعد مسلمانوں سے اس امر میں مشورہ کیا اور کہا کہ حاکم قنسرن نے  
 ہمارے ساتھ لڑ سکتی اور وفا کی ہے۔

حضرت خالدؓ نے کہا "کیا میں نے اسی وقت اسے کھینچا نہ کہہ  
 دیا تھا۔ کہ اس خط کی طرز کو قریب پر ولایت کرتی ہے۔"  
 حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا "اس کا قریب اسے کچھ قارہ نہ دے گا  
 اللہ تعالیٰ اس کی گھات میں ہے۔"

جب حضرت ابو عبیدہؓ نے اہل شیراز سے کمک کی خبر سنی تھی۔  
 تو ان کے اوزع حاکم قنسرین کے درمیان صلح کی مدت صرف ایک ماہ  
 باقی تھی اور آپ دوران صلح میں عہد شکنی نہیں کرنا چاہتے تھے چنانچہ  
 آپ نے ایک مرتبہ غلاموں کو جو تیرہ درختوں کی لکڑیاں وہاں سے لے لیا  
 کے لئے لائے تھے سخت سوزش کی اور یہ تاکید فرمائی کہ جب تک  
 ہمارے اور ان کے درمیان صلح ہے کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے  
 اس کے بعد غلام کسی اور جگہ سے لکڑیاں لانے لگے۔

ایک دفعہ ان غلاموں کو جبکہ بن ایم اور حاکم عمودیر کے کمک  
 کے لشکر نے گھیر لیا اور مشعلہ غلاموں کے دس نفر گرفتار کر کے لے  
 گئے اور ایک غلام کو جس کا نام مہج تھا زخمی کر کے ڈال گئے۔ یہ غلام  
 مسجد بن عامر کا تھا۔ وہ اسے تلاش کرنے لگا تو زخمی دیکھ کر کیفیت پوچھی  
 اس نے بتایا کہ ایک بہت بڑا لشکر عرب متصرفہ اور قوم محم و عثمان کا  
 یہاں قریب ہی ہے۔ جس نے دس آدمیوں کو پکڑ لیا اور میرے ساتھ  
 یہ ظلم کیا۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سواروں کا ایک دستہ آیا اور سعید بن عامر

اور ان کے غلام کو لے گیا۔ اور انہیں جس بل ابن ایہم کے سامنے پیش کر دیا۔ جبکہ نے اپنی گفتگو میں انہیں بتایا کہ وہ اور حاکم عمرو ویرم مع قوم غسان و تخم اور دس ہزار فوج کے حاکم قنسرین کی مدد کے لئے ہمارے مقابلہ کو آئے ہیں۔ پس تو جا کر ابو عبیدہ کو ہم سے اور ہماری تلواروں سے خوف زدہ کر کے کہہ دے کہ یہاں سے چلے جائیں۔

جب سعید بن عامر نے حضرت ابو عبیدہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے حاکم قنسرین کے معاملہ میں ان سے مشورہ کیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا: "ظلم اور بغاوت کرنے والا خود گڑھے گرتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کی گھات میں بے عنقریب ہم سے ایسا سبق دیں گے جو ہمیشہ اسے یاد رہے گا۔ میں دس صحابہ کے ساتھ جو ہنزہ دس ہزار آدمیوں کے ہوں گے اسے ملنے کے لئے جاؤں گا۔" حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: "اے ابوسلیمان! جن اصحاب کو اپنے ہمراہ لے جانا چاہتے ہو منتخب کر لو۔"

چنانچہ حضرت خالدؓ نے عیاض بن حاتم، عمرو بن سعد، سہیل بن عامر، رافع بن عمیر، الطائی، سعید بن عامر، انصاری، عمرو بن معدی کرب، عبدالرحمن بن ابی بکر، ضرار بن ازور، سعید بن نجبة الغزالی اور قیس بن ہبیرہ کو منتخب کیا اور مع اپنے ساتھیوں کے حضرت ابو عبیدہ کے پاس آئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے آپ کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ حضرت خالدؓ نے روانگی کے وقت حضرت سعید بن عامر سے



پوچھا۔ اے سعید! کیا جیلہ نے تم سے یہ کہا تھا کہ حاکم قنسرین اس لئے آئے گا؟

سعید نے جواب دیا: ہاں کہا تھا۔

یہ سنا کر حضرت خالد نے سعید کو راستہ بتانے کے لئے اپنے ہمراہ لے لیا۔ حضرت سعید بن عامر ان کے ساتھ ہوئے اور یہ مختصر سا قافلہ روانہ ہو گیا۔ حضرت خالد فرماتے اپنے ساتھیوں کے ایک پوشیدہ مقام پر پکھڑ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد جبکہ بن ایہم اور حاکم عمرویہ کا لشکر آنا دکھائی دیا۔ حضرت خالد کے ہمراہیوں نے کہا: یہ لشکر جو ہماری طرف آرہا ہے۔ رنگ بیابان کی طرح اُن گزرتے ہے۔

حضرت خالد نے جواب دیا: جب ہمارے ساتھ خدائی امداد ہے۔ تو پھر ان کی کثرت سے ہمیں کیا خوف۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں کو حکم دیا کہ تم اس لشکر میں شامل ہو کر لشکر کا ایک جزو بن جاؤ اور خاموشی سے ان کے ہمراہ چلتے رہو۔ یہاں تک کہ حاکم قنسرین ان سے آئے۔ حضرت رافع بن رافع سے روایت ہے کہ جب چلتے چلتے ہم شہر عوام اور قنسرین کے قریب پہنچے۔

فتح قنسرین

تو فوج حاکم قنسرین سامنے آیا۔ اس کے جلو میں قس اور رامہ بن اخیل پڑھے اور شور و غوغا کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ حاکم قنسرین سب سے آگے تھا۔ حضرت خالد فرماتے اصحاب کے اس کے سامنے آئے

اور قریب پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ حاکم قنسرین سمجھا کہ جلد میرے استقبال  
کو آیا ہے چنانچہ اس نے کہا: تمہیں صبح اور صلیب سلامت رکھیں

حضرت خالدؓ نے جواب دیا: "اسے مردود۔ بچہ پر سختی ہو۔ ہم  
صلیب پرست نہیں بلکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

یہ کہتے ہی آپ نے اپنا ڈھانٹا کھولا اور اونچی آواز میں کلمہ طیبہ پڑھا۔

حاکم قنسرین کہتے تو اس اڑ گئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا نام بتا کر اسے

گھیرے کی زین سے کھینچ لیا۔ ساتھ ہی آپ کے ہمراہی اس کے پیروں

پر ڈھپڑے اور تلواریں چلنے لگیں۔ حضرت خالدؓ نے حاکم قنسرین

کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دئے۔

یہ خوفناک منظر دیکھ کر نہ صرف حاکم قنسرین کے ساتھی بلکہ جلد اور

حاکم عمودیہ کے لشکر ہی ختم ہو گئے۔ اوپر مسلمانوں کی صدا سے تکبیر سے میدان

گرج اٹھا۔ آخر حاکم عمودیہ اور جلد اور ان کے ہمراہی جنبش میں آئے

اور اپنے نیزے اور تلواریں درست کر کے مسلمانوں کی طرف پلٹے اور  
انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔

حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "ایک دوسرے سے

دور نہ رہو۔ اور دشمن کی کشتی سے جس کی تلواروں اور نیزوں نے ہمیں

گھیر لیا ہے۔ بالکل نہ ڈرو۔ کیونکہ اللہ کی راہ میں مارا جانا ہماری عین

آرزو ہے۔ اور خوب جان لو کہ اپنے پروردگار کے حضور میں پہنچ کر ہم

ایسے گھریں داخل ہوں گے۔ جس میں رہنے والا نہ تو کبھی بولتا اور

اور نہ مرتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی :-

لَا يَسْتَمِعُ فِيهَا صَدِيقٌ  
وما هم منها بمخرجين  
بہشت میں نہ تو انکو کوئی تنگدست پہنچے گی اور  
نہ وہاں سے کوئی نکالا جائے گا۔

حضرت خالد بن ولید کے ساتھ بھی بھیجا ہو گئے اور نہایت بے ہنگامی  
کے ساتھ دشمن سے لڑنے لگے جبکہ ابن ابیہم اور حاکم عمرو بن مسعود کی  
شجاعت دیکھ کر سخت حیران ہو رہے تھے۔ حاکم عمرو بن مسعود نے حضرت خالد  
کی طرف اشارہ کر کے جبکہ سے کہا: کتنی تعجب کی بات ہے۔ کہ عرب ہمارے  
گھیرے میں ہوتے ہوئے بھی ذرا خوف نہیں کھاتے۔ مجھے ڈر ہے کہ  
کہیں یہ ہمارے ساتھ کوئی مار ڈالیں۔ بہتر ہے کہ بیان سنی کا وعدہ کر کے  
حاکم قنسرین کو چھڑا دو۔ جب وہ رہا ہو جائے گا۔ تو ہم انہیں مار ڈالیں گے۔  
یہ مشورہ کر کے جبکہ ابن ابیہم حضرت خالد بن ولید کی طرف بڑھا اور پکارا  
کہ پوچھا: کیا تم عرب کے سردار ہو؟

حضرت خالد بن ولید نے کہا: میں ان کا سردار نہیں۔ بھائی ہوں۔

پھر جبکہ نے پوچھا: تم کون ہو؟

حضرت خالد بن ولید نے جواب دیا: میں مشہور سردار بنی مخزوم ہوں

اور میرا نام خالد بن ولید ہے۔ اور یہ جو میرے دائیں بائیں ہیں۔ یہ

قبائل عرب کے مشہور آدمی ہیں۔ پھر ان سب کے آپ نے

نام بتائے اور کہا: تم ہماری اس قلیل جماعت کو خیر مت سمجھنا اور نہ اپنی

کثرت پر مغرور ہونا۔ کیونکہ تم ہمارے نزدیک ان چھڑیوں کے مانند ہو

جن پر شکاری آ پڑتا ہے اور انہیں جال میں پھانس لیتا ہے۔ پھر وہ انہیں کہ  
 لیتا ہے اور وہ جال کے خانوں سے باہر نکلنے پر قادر نہیں ہوتیں لیکن ان پر  
 کوئی چڑیا شافو ناور لکل جاتی ہے۔

یہ سن کر جبکہ خشمناک ہوا اور کہا: تمہیں عقرب معلوم ہو جائے  
 کہ یہ کلام تمہارے لئے فال بد ہوگا۔ اور تمہیں اپنے ساتھیوں کے اس  
 جنگل میں جانوروں کی غذا ہو جاؤ گے۔

حضرت خالدؓ نے کہا: ہمیں اس کی کچھ پروا نہیں ہے لیکن  
 تو بتا۔ کہ کون ہے؟

اس نے جواب دیا: میں جبکہ بن ایہم۔ غسان قوم کا سردار  
 ہوں۔

حضرت خالدؓ نے کہا: تو ہی ہے جو اسلام لایا تھا اور پھر گمراہ  
 ہو گیا؟

جبکہ نے جواب دیا: تمہارا خیال غلط ہے۔ میں نے تو بزرگی  
 کو اختیار کیا ہے۔

حضرت خالدؓ نے کہا: بزرگی بجز اسلام کے اور کہیں نہیں ہے  
 یہ سن کر جبکہ نے کہا: زیادہ باتیں نہ کرو۔ میں نے تمہیں محض اس

قیدی کی وجہ سے چھوڑ رکھا ہے۔ کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم اسے  
 مار ڈالو گے۔ پس تم اسے چھوڑ دو۔ تاکہ میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں  
 چھوڑ دوں۔ تم یہ سمجھ لو۔ کہ تم لوگ بہت تھوڑے ہو اور ہم بہت زیادہ ہیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا: "میں قیدی کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اسے قتل کروں گا۔ اس کے بعد جو کچھ تم ہمارے ساتھ کرو گے مجھے قطعاً اسکی پروا نہیں ہے اور یہ جو تو کہتا ہے کہ میں یا وصفت اپنی کثرت کے لڑائی میں تم سے کوتاہی کرتا ہوں۔ تو تیرا یہ کلام انصاف پر مبنی نہیں ہے کیونکہ تم کثیر جماعت کے ساتھ ہم بارہ آدمیوں پر حملہ آور ہو رہے ہو۔ تمہارے گھوڑوں کی باگوں، تمہاری تلواروں اور نیزوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ اگر تم منصفانہ طریقہ پر لڑائی کرتا چاہتے ہو تو ایک آدمی کے مقابلہ کے لئے ایک آدمی نکالے۔ تا آنکہ تم ہمارے بارہ آدمیوں کو یکے بعد دیگرے قتل کر دو۔ اس طرح ہماری جماعت فنا ہو جائیگی اور تمہیں یہ قیدی آسانی سے مل جائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم پر غلبہ عطا کیا اور غلبہ اسی کے ہاتھ میں ہے تو تم پر اس قیدی کا ہلاک ہونا اسلئے ناگوار نہ گزرے گا کہ تم خود اس سے پیشتر ہلاک ہو چکے ہو گے۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ کی اس گفتگو نے جو منطقی دلائل سے آراستہ تھی جبکہ کاسر جھکا دیا۔ وہ حاکم عمودیب کے پاس آیا اور حضرت خالدؓ کی تقریر اس سے بیان کی۔ وہ سنکر بہیم ہوا اور سچ ہو کر میدان کی طرف بڑھا۔ حضرت خالدؓ نے اس کے مقابلے کے لئے جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن حضرت عبدالرحمنؓ نے انہیں قسم دے کر روکا اور خود جنگ کے لئے نکلے۔ لڑائی شروع ہوئی اور حضرت عبدالرحمنؓ نے جبکہ کوزخمی کر دیا۔ پھر جبکہ کے مارنے بھی حضرت عبدالرحمنؓ کا کندھا زخمی کر دیا اور دونوں

میدان سے لوٹ گئے۔ اس کے بعد روٹیوں نے عام حملہ کر دیا۔  
 حضرت ربیعہ بن عامر سے روایت ہے کہ جب رومی ہم پر حملہ  
 کرتے تھے۔ تو حضرت خالد بن ولید نے ان کے گھوم کر ان کا جواب دیتے  
 تھے اور انہیں ہم سے دور ہٹا دیتے۔ رومی بیچ و تاب کھا کے اور اپنی  
 کثرت پر اکتانے ہوئے پھر حملہ آور ہوتے تھے۔ لیکن حضرت خالد بن ولید کے  
 سامنے ان کی پیش نہ جاتی تھی۔ اسی طرح ان کے اور ہمارے درمیان  
 شدت سے لڑائی جاری رہی اور انتہائی کوشش کے باوجود وہ ہم پر غلبہ نہ  
 پاسکے۔

جس وقت یہ لڑائی ہو رہی تھی۔ حضرت ابو عبیدہ شیریہ میں اپنے  
 خیمے میں سو رہے تھے۔ وقتاً آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ جلدی سے  
 اپنے خیمے سے باہر نکلے اور بلند آواز سے کہا۔

الفیرو النقیہ فقد احیط الغریبان المؤمنین

چلو تم لوگ۔ کیونکہ مسلمان کانزوں میں گھر گئے ہیں

پس صحابہ چاروں طرف سے دوڑ کر ان کے پاس آئے اور ان سے پوچھا  
 کہ آپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا میں سو رہا تھا کہ مجھے جناب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جگا دیا اور مجھ کا اور دشمنی سے فرمایا

یا بن الجراح اننا من فضوة

قوم الحرام فقم والحق

بخالد فقد احاط به الشام

اے بیٹے جراح کے کیا تم سوتے ہو اور  
 معزین قوم کی امداد تم سے فائل ہوا تھا اور خالد  
 سے جا لو۔ کیونکہ مسیح اور عیسٰی تم نے نہیں

فانك ملحق بيه انشاء الله  
انہیں گھیر لیا ہے اور تم ان کے پاس

تعالیٰ ہمیشیت ربّ  
اگر اللہ پاک نے چاہا پہنچ جاؤ گے ہر روز گاہ

العالمین۔  
عالم کی مشیت سے۔

مسلمان جلد ہی جلدی مسلح ہوئے اور گھوڑوں کی کنگھی پھینچیں

پر ہی سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ اور ان کی آن میں دشمن کے سر پہنچ گئے

حضرت رافعؓ سے روایت ہے کہ جس وقت تکبیر کی آواز بلند

ہوئی تو رومی بھاگنے شروع ہو گئے۔ مگر مسلمانوں نے چاروں طرف

سے انہیں گھیر کر اس قدر تیز زنی کی کہ میدان جنگ لاشوں سے پٹ گیا

تھوڑی دیر میں کفار نہریت خوردہ ہو کر میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے

جبکہ بن ایم سے آگے تھا۔ حضرت خالد بن ولید نے ان کا تعاقب

کیا اور ان کو مارنے ہوئے دوزخک چلے گئے۔

تغاب سے واپس آ کر حضرت خالدؓ اور آپ کے ساتھی حضرت

ابو عبیدہؓ کے نشان کے پاس جمع ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالدؓ سے مصافحہ کیا اور کہا: اپنی نگوہاری

نے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا۔

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے تجویز کیا کہ ہمیں فوراً تفسیرین

اور حاضر پر حملہ کر دینا چاہیے۔

مسلمانوں نے اس تجویز کو پسند کیا اور فوری طور پر ایک لشکر

روانہ کر دیا گیا۔

قنسرین اور حاضر کے باشندے مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لا سکے اور خیرہ دے کر صلح کر لی۔

قنسرین اور حاضر کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہ

حمص کو روانگی

عجلبک کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت خالد بن ولید کو حمص کی جانب روانہ کیا اور عجلبک کو فتح کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہ بھی حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔

نواح حمص میں فزوکش ہونے کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے مریس بطریق کو جو حاکم حمص تھا۔ اس مضمون کا خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ خط ابو عبیدہ بن الجراح کی جانب سے

ہے جو امیر المومنین عمر بن خطاب کا ملک

شام پر عامل اور ان کے لشکروں کا سپہ سالار

ہے بعد اس کے حال یہ ہے کہ خدا نے

پاک و برتر نے اکثر تمہارے شہروں

کو ہمارے ہاتھوں پر فتح کیا اور تمہیں

تمہارے شہر کی بڑائی۔ تمہارے قلعہ

کی مضبوطی۔ اشیائے خورد و پی کی کثرت

اور تمہارے اجسام کا وہیل ڈول فریب

بیس نہ ڈالے اور جس وقت ہم تم پر

عن ابی عبیدہ الجراح النمری

عاصل امیر المومنین عمر

بن الخطاب علی الشام و قائد

جوشہ۔ اما بعد فان اللہ سبحانہ

وتعالیٰ قد فتنم اکثر

بلادکم علی ایدینا لا

یغرزکم عظیم مدینتکم

وتشدید بنیادکم و کثرة زادکم

وہول اجسامکم فہامدینتکم

عندنا اذ قد اتاکم الحرب



لڑائی کی مصیبت ڈالیں گے۔ تو تمہارا شہر

ہماری نزویک مثل اس دیگ کے ہوگا جسے

ہم نے اپنے لشکر کے دریاں پتھروں پر

رکھا ہو اور اس میں گوشت ڈال دیا ہو اور

ریشہ کر اس گوشت کے کھانے کا امیر

ہو اور اس کے پکنے کے انتظار میں اس

دیگ کو گھیرے ہو ہو۔ پھر اس میں کوئی

خوشبو اور مصالحہ ڈالے گا۔ کوئی آگ جلاتا،

پس خیال کرو کہ جو گوشت اس انتظار کے

ساتھ بچا یا جائے وہ کتنی جلدی تیار ہو سکتا

ہے اور کس قدر لطف سے اسے کھایا

جاتا ہے اور ہم تمہیں ایسے دین کی طرف

بلاتے ہیں جسے ہماری لئے ہمارے پورے

نے پسند کیا ہے اور ایک راہ روشن دکھاتے

ہیں جس کی طرف ہماری نبی محمد صلی اللہ علیہ

وسلم نے ہماری رہبری کی ہے پس ہم نے آج

حکم کو سنا اور اطاعت کی اور اگر تم اسے

قبول کرو گے تو جو ہمارے لئے ہے وہی

تمہارے لئے ہوگا اور جو حقوق ہم پر واجب

الاکبرمة الضبا علی حجارة

فی وسط عسکرنا والیقینا

اللحم فیہا وجبیح العسکر

یتوقع الاکل منها

وقد واروبہا ینتظرون

نضجہا وھذا یناتی بخذرة

وھذا یناتی بنا و فہا اسرع

نضاجہا وکل ما فیہما

وانا ادعوکم الی دین

ادتضانا وشریعة

جاء بہا نبینا محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

فسمیعنا واطعنا

وان اجبتوکان

لکم مالنا وعلیکم

ما علینا وارقدنا

عنکم وخلقنا

فیکم رجبالا

منا یعلموزکم

امر دیننا وما  
 افترض الله علینا  
 كما فعلنا  
 بحکم اول مسدّة  
 وان ابیتہ الاسلام  
 اقرناکم علی  
 اداع الجزیة  
 وان ابیتہ الجزیة  
 فہلما الی حربنا  
 حتی یحکم  
 اللہ وھو خیر  
 الاحکامین ۛ

ہیں۔ وہی تم پر واجب ہوں گے ہم تمہارے  
 ہاں سے کوچ کر جائیں گے اور اپنی عمت  
 میں سے کچھ لوگوں کو تم میں اسلئے چھوڑ  
 جائیں گے کہ وہ تم کو احکام دین اور وہ  
 چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی  
 ہیں سکھائیں جیسا کہ ہم نے پہلی مرتبہ تمہارے  
 ساتھ کیا تھا اور اگر تم قبول اسلام سے انکار  
 کرو گے تو ہم تم سے اولے جزیرہ کا اقرار  
 کریں گے اور اگر جزیرہ کی اولگی سے بھی  
 انکار کرو گے تو لڑائی کی طرف چلے تا وقتیکہ  
 اللہ تعالیٰ تمہارے اور ہمارے درمیان  
 فیصلہ نہ کر دے اور وہ سب سے بہتر اور

برتر حاکم ہے ۛ

ایچی نے خلاوت کے کر میں کو صلح کی ترغیب دی اور مسلمانوں کے  
 ساتھ لڑائی سے ڈرایا جس پر وہ بہت پرہم ہوا اور کہا: اگر تو ایچی نہ ہوتا  
 تو میں تیری زبان کاٹ ڈالنے کا حکم دیتا۔

جب ایچی نفی میں جواب لے کر آیا۔ تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے لشکر  
 کے ایک حصہ کو مسیب بن نجہ الفزاری کی معیت میں دوسرے حصہ کو  
 حضرت شریک بن حسنہ کے ساتھ تیسرے حصہ کو حضرت مرقان بن اشعث بن عتبہ

کے ہمراہ اور چوتھے حصہ کو زید بن ابی سفیان کے ساتھ بھیجا اور خود مع  
حضرت خالد بن ولید بآبِ رستن پر پھٹے۔ چنانچہ وہ تمام دن دشمنوں  
کے ساتھ لڑائی میں ختم ہوا۔

دوسرے دن حضرت خالدؓ نے غلاموں کے ایک لشکر کو جو  
چار ہزار کی تعداد میں تھا۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ حضرت  
ابو عبیدہؓ نے کہا کہ یہ جماعت ناکافی ہے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ اس  
سے پورا ارادہ دشمنوں کے دل میں یہ احساس پیدا کرنا ہے کہ ان کی جماعت  
ہمارے نزدیک اس قدر ذلیل ہے۔ کہ ہم بذاتِ خود ان سے مقابلہ کرنا  
عارف سمجھتے ہیں۔ اور اپنے غلاموں کو بھی ان کے مقابلہ کے قابل سمجھتے ہیں  
چنانچہ غلام آغازِ شب تک دشمنوں سے لڑتے رہے۔

غلاموں کی لڑائی کے وقت مرس اور بہت سے بطریق حصار پر  
سے لڑائی کو دیکھ رہے تھے۔ اس وقت بعض لوگوں نے کہا۔ کہ یہ فوج  
بالکل سیاہ رنگ سے ہم نے عربوں کو اجنادین میں دیکھا تھا وہ تو ایسے  
نہ تھے۔ اس پر چند آدمیوں نے جواب دیا کہ یہ عرب نہیں بلکہ حبشی غلاموں  
کی فوج ہے اور عربوں نے انہیں ہماری طرف اسلئے بھیجا ہے۔ کہ  
ان کے نزدیک ہماری کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔

جب شام کے وقت لڑائی بند ہوئی۔ تو مرس نے ایچی کے ذریعے  
حسب ذیل مضمون کا ایک خط روانہ کیا :-

اما بعد یا معاشی العرب بعد اس کے اے گروہ عرب!

قد تبين عندنا ضعفكم  
 وسهراشكم اذا وجهتم  
 النيا العبيد للقتال و  
 نحن صبيحة هذه الليلة  
 نخرج اليكم والله  
 يتصرف من يشاء . . .

بتحقيق ہمیں تمہاری کمزوری اور سکی رائے  
 ظاہر ہو گئی۔ جبکہ تم نے غلاموں کو لڑائی  
 کے لئے ہماری طرف بھیجا اور ہم اس  
 رات کی صبح کو تمہاری طرف خروج کریں گے  
 اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مدد  
 دیتا ہے۔

اس خط کے پہنچنے پر مسلمانوں نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کہ  
 ہماری یہ رائے ہے کہ اس جنگ کو فی الحال ملتوی رکھیں اور ان سے  
 غلہ لے کر یہاں سے کوچ کر جائیں اور دو سکر شہروں کو فتح کریں اور  
 بعد میں اس شہر کی طرف لڑائی کے لئے آئیں۔ تاکہ ان لوگوں کا غلہ بھی  
 ختم ہو جائے اور ہماری طرف سے مطمئن ہو کر متفرق ہو جائیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اس رائے کو پسند کیا اور انہیں خط  
 لکھ کر ان سے اس شرط پر پانچ دن کی رسد اور چارہ طلب کیا کہ وہ ان  
 کے شہر سے چلے جائیں گے۔ چنانچہ اہل محض نے مسلمانوں کے ہاتھ  
 غلہ اور چارہ فروخت کیا اور مسلمانوں نے وہاں سے رستن کی طرف  
 کوچ کیا۔

جب مسلمانوں کا لشکر رستن میں پہنچا اور اسے آباد اور  
 مضبوط پایا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے نقیطا حاکم رستن  
 کے پاس اپنے اہل کوچی کو صلح کے لئے بھیجا۔ لیکن اس نے صلح سے انکار کیا

فتح رستن

اور کہا کہ ہم اس وقت تک مسلمانوں سے صلح نہ کریں گے جب تک ہم  
یہ نہ دیکھ لیں کہ ہر قتل اور مسلمانوں کے درمیان کیا فیصلہ ہوتا ہے۔  
یہ جواب سن کر حضرت ابو عبیدہؓ نے لشکر کے سرداروں سے مشورہ  
طلب کیا اور بحث و تمحیص کے بعد طے پایا کہ محاصرہ کر کے رومی کی  
طوائف میں پڑنے کی بجائے یہ مناسب ہوگا کہ کسی طور ہمارے کچھ  
آدمی خفیہ طور پر شہر میں داخل ہو جائیں اور دروازے کھول دیں چنانچہ  
منتخب بہادروں کو صندوقوں میں بند کر کے شہر میں پہنچا دیا گیا۔  
اور انہوں نے مقررہ وقت پر شہر کے دروازے کھول دیے اور  
اس تدبیر سے یہ شہر بغیر خون خرابے کے فتح ہو گیا۔

لفظاً اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر بھاگ گیا اور حمص  
جا پہنچا۔ اس نے وہاں جا کر اہل حمص سے فتح رستن کا حال بیان کیا  
جسے سن کر اہل حمص سخت خوفزدہ ہوئے اور یہ سمجھے کہ اہل عرب  
ہم پر بھی بیکامی آپڑیں گے۔

حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبداللہ بن جعفر  
رستن کو فتح کر لینے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ

فتح شہرز

حمات میں حضرت ابو عبیدہؓ سے آئے۔ حمات اور شہرز کے لوگوں  
کی مسلمانوں سے صلح تھی۔ لیکن جب شہرز کا بطریق مر گیا تو ہر قتل نے  
ایک شہر بطریق کو جس کا نام نکس تھا۔ اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس نے  
صلح توڑ دی۔ چونکہ شہرز دار الحرب ہو گیا تھا اسلئے حضرت ابو عبیدہؓ نے

کچھ لشکر سے حکم دیا۔ جس سے رعایا نے واویلا مچایا۔ اس شور و غوغا پر نکس قلعہ سے باہر آیا اور اپنی رعایا سے کہا کہ مجھے بادشاہ رحیم نے تمہاری نگرانی و حفاظت کے لئے بھیجا ہے۔ پھر اس نے لشکر اسیا زو بان سے مسلح کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے لشکر واپس گئے اور انہیں ڈرایا و حکم کیا۔ پھر ایک خط حضرت ابو عبیدہؓ نے حاکم شیرز کو بھیجا۔ اس خط کے پیچھے پر اس نے رعایا سے مشورہ کیا۔ تو اہل شیرز نے اس سے کہا۔ کہ اہل عرب اپنے قول کے پکے ہیں۔ نہ ہمارے قلعے ان لوگوں کے قلعوں سے زیادہ مضبوط ہیں جنہیں یہ فتح کر چکے ہیں اور نہ ہمارا لشکر ان لوگوں کے لشکروں سے زیادہ ہے۔ جن کو یہ مغلوب کر چکے ہیں۔ لیکن نکس نے انہیں جھڑکا اور اپنے نوکروں کو انہیں مارنے کا حکم دیا۔

اہل شیرز اپنے حاکم کے حکم کے بموجب مسلمانوں سے لڑے۔ لیکن مسلمانوں نے دروازے توڑ کر شہر کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے لشکر کے حصص کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں انہیں ایک بہت بڑا قلعہ ملا جس کے پاس ایک سوتاناری گھوڑے اور ایک سو سپاہی تھے۔ آپ ان سب کو گرفتار کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس لے گئے۔

جب ان لوگوں سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ہر قلعے نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روم۔ روسیہ۔ صقلیہ، افریج

اور ازمن اقوام سے کمک طلب کی ہے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے ان سب کو دعوتِ اسلام دی۔ جس نے  
ترجمان کے ذریعے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں  
زیارت کی تھی اور انہی کے دست مبارک پر اسلام لے آیا تھا۔ مگر اس کے  
ساتھیوں نے فکر کے ساتھ اسلام سے نفرت کا اظہار کیا اور قبولِ اسلام  
سے انکار کر دیا۔ اور مسلمانوں کی اطاعت سے بھی سرکشی ظاہر کی۔ اس پر  
انہیں فی النار کر دیا گیا۔ اور شکرِ اسلام حص کی جانب روانہ ہو گیا۔

جس وقت سلمان حص کے قریب پہنچے اور اہالیانِ حص ان کے  
آنے سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے شہر کے تمام دروازے بند کر لئے  
اور حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ آپ کے ہمارے ساتھ بد عہدی کی ہے۔  
حالانکہ آپ نے ہم سے مصالحت کی تھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے جواب  
دیا کہ ہم لوگ عہد شکنی اور بے وفائی نہیں کرتے۔ ہم نے تمہارے ساتھ  
یہ عہد کیا تھا کہ ہم کسی شہر کو شہر ہائے روم کی طرف جا کر فتح کریں گے اور  
اس کے بعد ہمیں اختیار ہوگا کہ ہم کسی اور طرف چلے جائیں یا تمہاری طرف  
واپس آجائیں۔ اب چونکہ ہم نے شیراز فتح کر لیا ہے۔ اسلئے ہمارا عہد  
پورا ہو گیا اور معاہدہ اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ نئے سرے  
سے صلح کی بات چیت ہو۔

اس پر اہل حص نے کہا: "آپ سچ کہتے ہیں۔ یہ ہماری خیالات  
کہ ہم نے آپ سے مستقل طور پر صلح نہ کی۔"

اہلِ حمص مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر اپنے لبطریق مسیح کے پاس  
گئے اور اس سے کہا:

”ہمارے پاس نہ تو علم ہے اور نہ سامانِ حرب ہے۔ ہم اس اسلامی  
لشکر سے مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ لہذا مسلمانوں سے صلح کر لینا بہتر ہے۔“  
مسیح نے انہیں جواب دیا: ”ہم بہر حال مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے“  
اور صبح ہوتے ہی پانچ ہزار سواروں کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔  
ادھر مسلمان بھی مقابلے کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے نہایت  
بے جگری سے جنگ کی۔ مشرکین کے زہر آلود تیروں سے کچھ مسلمان شہید  
اور زخمی ہوئے۔ اور فریقِ مخالف کے بے شمار افراد کام آئے۔  
حضرت خالد بن ولیدؓ بنی مخزوم کی ایک جماعت کے ساتھ لڑائی  
میں شریک تھے۔ کفار کو ناک و خون میں لڑ پاتے اور صفوں کو چیرتے  
چلے جاتے تھے۔ رومیوں نے اپنے مقتولین کو دیکھا تو بہت غصہ بنا کر  
ہوئے اور کھیبوں کی طرح جمع ہو کر مسلمانوں کو گھیر لیا اور اپنی ڈھالوں کی  
آڑ لے کر اس قدر تیر بساتے کہ ان کے ترکش خالی ہو گئے۔  
حضرت خالدؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو علم ہاتھ میں لے کر نکلے اور  
مسلمانوں سے پکار پکار کر کہنے لگے:

”مسلمانو! اپنے حملوں میں سختی کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری امداد کرے گا“

اور تمہاری یہ کوشش دین و دنیا میں تمہاری سرفرازی اور ناموری کا باعث  
ہوگی۔“



آپ اس طریقہ سے مسلمانوں کو جہاد کی تلقین کر رہے تھے اور  
غازیانِ اسلام کی حوصلہ افزائی کے لئے خود بھی نہایت شدید حملوں سے  
کفار کی صفوں میں انتشار ڈال رہے تھے۔ کہ دفعتاً ایک بڑا رومی پہلوان  
شیر کی مانند آپ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن آپ نے اس کا وار خالی دیا اور  
پھر اس پر ایک وار تلوار کا ایسا کیا کہ تلوار پہلوان کی زہ سے ٹکرا کر دو  
ٹکڑے ہو گئی۔

یہ دیکھ کر رومی پہلوان نے فوراً آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے لپک  
کر اسے زمین سے اٹھالیا اور سر سے اوپر لے جا کر زور سے زمین  
پر دے مارا۔ رومی پہلوان نیچے گرتے ہی چوٹ سے مر گیا۔ اس کے  
بعد حضرت خالدؓ نے اس کی تلوار لے لی اور رضیہ اشعار پڑھتے ہوئے  
رومیوں پر دوبارہ ٹوٹ پڑے۔

یہ لڑائی غروبِ آفتاب تک جاری رہی۔ اندھیرا ہونے پر دونوں  
فوجیں اپنی اپنی قیام گاہ کو واپس چلی گئیں۔

صبح ہوئی تو حضرت ابو عبیدہؓ نے نماز کے بعد اس بات پر  
افسوس ظاہر کیا کہ پچھلے روز کی لڑائی میں مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی  
نقصان پہنچا۔ آپ نے کہا: "اب کوئی ایسی تجویز کرنی چاہیے کہ رومیوں  
پر جلد سے جلد غلبہ حاصل ہو۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا: "میرے خیال میں حمص کے شہسوار رومیوں  
میں سب سے بہادر ہیں۔ ان پر غلبہ پانے کی ایک ہی صورت ہے کہ

کہ ہم انہیں قلعے سے باہر کھلے میدان میں لے آئیں۔ کیونکہ قلعے سے  
 انہیں بہت امداد مل رہی ہے۔ اور اس کی ضرورت یہ ہے کہ ہم یہاں  
 سے پیچھے ہٹ جائیں۔ رومی ہمارا تعاقب کریں گے۔ اس طرح  
 جب وہ ہم پر حملہ آور ہوں گے تو ہم ٹپٹ کر ان پر ٹوٹ پڑیں گے۔“  
 حضرت ابو عبیدہؓ نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور لشکر  
 اسلام نے لڑائی سے پہلے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ دشمن نے یہ سمجھ کر کہ  
 مسلمان بھاگ رہے ہیں۔ ان کا تعاقب کیا۔ جب رومی قلعے سے  
 کچھ فاصلے پر آگئے تو مسلمان شہاب ثاقب کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے  
 اس روز حضرت خالدؓ نے شجاعت اور بے ہنگامی کا بے نظیر  
 مظاہرہ کیا۔ آپ اپنی تلوار کو ہوا میں لہراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔  
 اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی رحمت نازل کی۔ جس نے اس کی راہ میں  
 اپنی تلوار نکالی۔ اپنے ارادوں کو مضبوط کیا اور اپنا نیزہ بڑھایا۔ اسکے  
 بعد آپ حسب ذیل رجز اشعار پڑھتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

اليوم يوم الكدر والمديد      آج کا دن حملہ اور جوش و خروش کا دن ہے  
 والجد لا وواحموا السنود      آج کا دن جانوں کے کھینچنے اور ارواح مارنے کا ہے  
 انا المحام البطل والجسود      میں بہت دلیر اور بہادر ہوں۔

جذبني الرسول في الامود      میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاموں میں آزمائش کی  
 حضرت خالدؓ کا جوش و کجیر کہ مسلمانوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ  
 نزول کفار مقابلے کی تاب نہ لاسکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس لڑائی میں

میں حضرت سعد کے ہاتھوں مارا گیا۔

رومی فوج کی شکست کے بعد اہل حصن کے جو صلے ٹوٹ گئے اور  
اہل الرائے طبقے نے اس امر پر اتفاق کیا کہ شہر کو مسلمانوں کے سپرد کر  
دیں۔

اسکے بعد وہ لوگ حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس آئے اور آپ سے  
صلح کی درخواست کی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے انہیں امان دے دی اور  
فرمایا: اب ہم پر تمہاری حفاظت واجب ہو گئی اور ہم تمہارے شہر میں  
داخل نہ ہوں گے جب تک ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ ہر قتل اور ہمارے درمیان  
کیا فیصلہ ہوتا ہے؟

*Abd.*

تیریں محفل کھلی لہتی جا بیٹے والے کھلی لہتی  
 نعب سے ایش کھلی لہتی عنح سے نال کھلی لہتی

## جنگ یرموک

فتح حمص کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ مع لشکر جابہ میں مقیم تھے۔ ایک جاسوس نے اگر یہ خبر دی کہ ہرقل نے باہان رامنی کی زیر کمان ایک بہت بڑا لشکر جو نو دس لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ روانہ کیا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے تقریر کی اور کفار کے لشکر کی ادگیاں بیان کر کے کہا:-

”جس خدا نے تمہیں کفار کے مقابلے میں ہر جگہ منظر منصور کیا وہی اس لشکر کو بھی ہزیمت دے گا اور جس کے ساتھ تائیر الہی ہو وہ غلبہ اور مغلوب نہیں ہوتا۔ اور جس کے ساتھ خدائی امداد نہ ہو اس کی کثرت بے کار ہو جاتی ہے۔ پس تم لوگ ان کے مقابلے کے لئے مناسب مشورے دو۔“

قیس بن ہبیر نے رائے دی: ہمیں اسی جگہ مقابلہ کرنا چاہیے۔

اس رائے سے اور لوگوں نے بھی اتفاق کیا لیکن حضرت خالد خاموش رہے۔ انہیں خاموش دیکھ کر حضرت ابو عبیدہؓ نے پوچھا: "اسے ابیہلین اس معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

حضرت خالدؓ نے کہا: "میں نے فتیس کا مشورہ سنا ہے لیکن میری رائے ان سے مختلف ہے۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا: "آپ اپنی رائے ظاہر کریں۔ اگر آپ کی رائے مسلمانوں کے لئے مفید ہوگی تو میں اسی کو اختیار کر لوں گا۔"

حضرت خالدؓ نے کہا: "آپ ہمیں یہاں بٹھرانے کے بجائے کسی کھلے میدان میں کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے لے چلئے۔ کیونکہ یہ جگہ لڑائی کے لئے بہت تنگ ہے۔ اس کے علاوہ اس مقام سے قلیباہ اور بیت المقدس قریب ہیں اور ان مقامات پر دشمن کی کافی فوج موجود ہے جو جنگ کی صورت میں ہم پر عقب سے حملہ کر سکتی ہے۔ اس صورت کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ ہم یہاں سے کوچ کر کے یرموک کے میدان میں صفت آرا ہوں۔"

حضرت خالدؓ کا یہ مشورہ سب مسلمانوں نے پسند کیا۔ ابوسفیان کھڑے ہو کر بولے: "اے سردار! خالد بن ولید کی رائے پر عمل کیجئے اور انہیں رقاد کی طرف روانہ ہونے کا مشورہ دیجئے تاکہ وہ اروں میں ہمارے اور رومیوں کے درمیان حائل ہو جائیں اور ہمارے لشکر کو کوچ کے وقت کوئی وقت اور پریشانی نہ ہو۔"

خود حضرت خالدؓ نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور لشکر کا ایک حصہ  
ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔

جب آپ اردن کے مقام پر پہنچے تو رومیوں کا  
جنگ اردن | ایک شکر مقابلے پر آیا حضرت خالدؓ نے انہیں

دیکھ کر مسلمانوں سے کہا: "تمہارے غلبے کی نشانی یہ ہے کہ اس لشکر پر حملہ  
کر کے اس کا کام تمام کر دو۔" چنانچہ آپ نے رومیوں پر اس شدت سے  
حملہ کیا کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

حضرت خالدؓ ان کو دباتے ہوئے لشکر سمیت دریائے اردن  
تک پہنچ گئے۔ لشکر اسلام کے دباؤ سے مشرکین دریائے اردن میں گڑ  
پڑے اور ان میں سے اکثر ڈوب گئے۔

اس فتح کے بعد حضرت خالدؓ حضرت ابو عبیدہؓ کے لشکر سے  
یرموک میں جا ملے۔

جب قسطنطنیہ میں سپرہر قتل کو معلوم ہوا کہ بابان روم کی میں تانیر کر رہا  
تو اس نے اسے فوری روانگی کے لئے لکھا۔ اس خط کے موصول ہونے  
پر بابان مع اپنے لشکر کے روانہ ہو گیا اور راستے کے شہروں سے لوگوں  
کو جبراً بھرتی کرتا ہوا بمقام دیر اہل جوارض رقا اور جولان کے قریب تھا  
فروکش ہوا اور نبرد آزمائی کے لئے اپنے اور مسلمانوں کے درمیان تین فرسخ  
کا میدان چھوڑ دیا۔ یہ لشکر جس کی تعداد آٹھ لاکھ تھی۔ چھ فرسخ میں پھیلا  
ہوا تھا۔ جبکہ بن ابیہم غسانی ساٹھ ہزار عربوں کے ساتھ اس لشکر کا مقدمہ پیش  
الجدیش تھا

ہر قتل نے ایلچی بھیج کر باہان کو ہدایت کی کہ وہ لڑائی سے پہلے مسلمانوں سے صلح کی کوشش کرے اور اپنی طرف سے پیشکش کرے کہ مسلمان اس تمام علاقے کے مالک ہوں گے جو وہ فتح کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں معقول رقم بھی دی جائے گی۔ چنانچہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے باہان نے جرچیر کو ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ ایلچی بنا کر مسلمانوں کے پاس بھیجا۔ جب جرچیر نے مسلمانوں کے لشکر سے گفتگو کے لئے ان کے سردار کو بلا یا تو حضرت ابو عبیدہ نے پوچھا "تو کیا کرنا چاہتا ہے؟" جرچیر نے کہا "ہمارا لشکر بہت بڑا ہے جس کے مقابلے کی تم کسی طرح تاب نہیں لاسکتے اور جو کچھ تم لے چکے ہو۔ اس پر ہم تمہیں قبضہ رکھنے کی اجازت دیتے ہیں بشرطیکہ تم ہمیں سے واپس ہو جاؤ۔ ورنہ تم ہلاک کر دئے جاؤ گے۔"

حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا "تمہارے لشکروں کی ہم قطعی پروا نہیں کرتے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم تمہارے ملک اور خزانوں کے مالک ہو جائیں گے اور تم نے دیکھ لیا ہے کہ کیونکر ہم نے تمہاری باسامان جماعتوں کا قلع قمع کر دیا۔ جس دن لڑائی ہوگی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کونسی جماعت زیادہ طاقتور۔ بہاؤر اور دلاور ہے۔"

جرچیر یہ بات سن کر واپس ہو گیا اور باہان کو تمام گفتگو کا حاصل سنا دیا۔ اس پر باہان نے جبکہ بن ایہم کو طلب کیے کہا "یہ عرب تمہارے بھائی ہیں۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ اس لئے تو ان کے پاس جا اور

کسی طرح انہیں مغلوب کر تاکہ لڑائی سے باز آکر واپس چلے جائیں۔  
 جبکہ یہ سنکر لشکر اسلام میں ہینچا اور گفتگو کے لئے مسلمانوں سے  
 اپنے قبیلے کے ایک آدمی کو بلایا۔ حضرت عبادہ بن صامت اس سے گفتگو  
 کے لئے گئے اور پوچھا کہ "تو کیا کہنا چاہتا ہے؟"

جبکہ نے کہا "تم میرے بگائے ہو اور پاس قرابت کی وجہ سے  
 میں تمہیں رومی لشکر کی کثرت سے متنبہ کرتا ہوں اور سمجھاتا ہوں کہ مقابلہ  
 کر کے تم کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس خیالی خام میں مت پڑو کہ  
 تم نے اس سے پہلے رومیوں کے لشکروں کو کسی بار شکست دی ہے نہ مانہ  
 ایک سا نہیں رہتا اور لڑائی میں کبھی ایک پہ بھاری رہتا ہے اور جی دوسرا  
 اگر رومی شکست کھا گئے تو وہ اپنے شہروں اور خزانوں کی طرف واپس ہو  
 جائیں گے اور ان کے اقتدار میں کچھ فرق نہ آئے گا اور اگر تم مغلوب ہوئے  
 تو تمہارے لئے تیرب کے سوا کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ پس مصلحت یہ ہے  
 کہ تمہیں جو کچھ مل چکا ہے۔ اسی پر اکتفا کر کے واپس ہو جاؤ۔"

حضرت عبادہ بن صامت نے جواب دیا کہ جس جس مقام پر ہم  
 تمہاری جماعتوں سے لڑے ہیں۔ ہم نے تمہیں مغلوب کر لیا کیونکہ تاہم  
 نصرت ایزدی ہمارے ساتھ ہے۔ اس لئے ہم تمہاری کثرت اور لشکروں  
 کی پروا نہیں کرتے۔ پس اے جبکہ! میں تیری خبر خواہی کے لئے آتا ہوں  
 کہ تو مسلمان ہو جا اور کفار کے ساتھ اپنی جان اور ابرو کو ضائع مت کر۔  
 جبکہ یہ سنکر برہم ہوا اور کہا کہ "میں ہرگز مسلمان ہونے کے لئے



تیار نہیں۔“

اس گفتگو کے بعد جبکہ بن ایہم نے نیل و مرام واپس ہوا اور بابان کو تمام گفتگو سے آگاہ کیا۔ اس پر بابان نے جبکہ سے کہا۔ ”مسلمانوں کی کل فوج تیس ہزار سے کچھ زائد ہے اور تمہارے ساتھ ساٹھ ہزار عرب ہیں۔ میں۔ میری رائے یہ ہے کہ تم عرب جوانوں کو لے کر لڑائی کی ابتدا کرو۔“

کیونکہ وہ تمہارے ہم جنس ہیں اور تم ان سے تعداد میں دو چند ہو مجھے یقین ہے کہ تم ان پر غالب آؤ گے اور اس صورت میں یہ ملک ہمارا اور تمہارے قبضے میں مشترک رہے گا اور تمہیں بادشاہ کا خاص قرب حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ جبکہ اپنی فوج لے کر مسلمانوں کی جانب بڑھا۔

مسلمانوں نے جبکہ کو اپنی طرف آنے ہوئے دیکھا

کہ لئے روانہ کیا اور خود تیاری میں مصروف ہو گئے۔ ان اصحاب میں سے حضرت جابر بن عبد اللہ نے جبکہ سے کہا۔

”ہم قرابت واری کے خیال سے تجھے اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ پس تو اسلام قبول کر کے اپنی جماعت میں عزت اور شرف حاصل کر۔“

جبکہ نے انکار کیا اور کہا۔ ”کہ مجھے رومیوں کے ساتھ ہو کر تم سے ضرور لڑنا ہے۔ اس معاملے میں اپنے بھائی کے مقابلے سے بھی گریز نہیں کروں گا۔“

اس مرحلے پر سلسلہ گفتگو ختم ہو گیا اور جو لوگ جبکہ اسے گفتگو کے لئے  
گئے تھے لوٹ آئے۔

حضرت خالدؓ نے تمام گفتگو سے آگاہ ہو کر کہا: "کل لڑائی میں جبکہ کا  
ایسے آدمیوں سے مقابلہ ہوگا جن کا مقصود محض اپنے پروردگار کی خوشنودی  
ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ جبکہ کے ساتھ ساٹھ ہزار عرب ہیں اور ہماری تعداد  
تیس ہزار سے کچھ زائد ہے۔ لیکن ہم اللہ کی جماعت ہیں۔ اور یہ بات ثابت  
کرنے کے لئے صرف تیس آدمی منتخب کر کے جبکہ کا مقابلہ کروں گا۔  
جن میں سے ہر ایک دو ہزار کفار کا مقابلہ کرے۔"

یہ سن کر تمام مسلمان نہایت متعجب ہوئے اور حضرت خالدؓ کے  
اس کلام کو مزاح پر محمول کیا۔

ابوسفیانؓ نے دریافت کیا: "آپ یہ بات مذاق سے کہتے  
ہیں یا حقیقت سے؟"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا: "میں نے صحیح کہا ہے۔"

اس پر حضرت ابوسفیانؓ نے کہا: "اگر یہ سچ ہے۔ تو تم اس  
صورت میں خدا کے حکم سے انخواف کیسے اپنے نفس پر ظلم کرو گے۔  
اگر تم یہ کہتے۔ کہ ایک آدمی دو آدمیوں سے لڑے گا۔ تو یہ ہمارے لئے  
بہت آسان ہوگا۔ لیکن تم کہتے ہو کہ ایک آدمی دو ہزار آدمیوں سے لڑے گا۔  
تو یہ بات ہم میں سے کوئی قبول نہیں کرے گا۔"

حضرت خالدؓ نے کہا: "اے ابوسفیان! تم اسلام لانے کے

بعد نزول مست ہوا۔ زمانہ جاہلیت میں تم بہا اور اور شجاع تھے۔ تم خاموشی سے  
دیکھتے رہو۔ میں ایسے بہاوروں کو منتخب کروں گا۔ جنہوں نے اپنی جانیں  
اللہ تعالیٰ کے واسطے وقف کر دی ہیں اور لڑائی سے ان کا مقصد  
محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔“

حضرت ابوسفیانؓ نے کہا: ”اگر تمہارا ایسا ہی ارادہ ہے۔ تو  
ساتھ آدمیوں کو ساٹھ ہزار کے مقابلہ کے لئے منتخب کرو۔“  
حضرت ابوعبیدہؓ نے ابوسفیانؓ کی بات سے اتفاق کیا اور  
مجاہدوں کی تعداد بڑھانے کا مشورہ دیا۔

حضرت خالدؓ نے یہ مشورہ قبول کر لیا۔ آپ نے سب سے پہلے  
زبیر بن العوام اور فضل بن عباس کے نام لئے اور اس طرح سے نام  
لے کر ساٹھ آدمیوں کو منتخب کر لیا۔

دو کے دن حضرت خالدؓ ساٹھ بہا اور ان اسلام کے ساتھ میدان  
جنگ میں نکلے۔ تو بنو غسان ان کی قلیل تعداد دیکھ کر یہ سمجھے کہ مسلمان  
صلح کی بات چیت کرنے آئے ہیں۔ لیکن جب حضرت خالدؓ نے صفت  
سے نکل کر حریف کو طلب کیا تو جبکہ قلب لشکر سے نکل کر آگے آیا اور  
کہا: ”ہمیں لڑائی کے لئے کون پکارتا ہے۔“

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ کہ میں ہوں اور تمہاری فوج سے  
لڑنے آیا ہوں۔“

اس پر جب نے کہا: ”ہم لڑائی کے لئے بالکل تیار ہیں تم بھی اپنی

قوم سے کہو کہ میدان میں آئے۔“

حضرت خالدؓ نے کہا۔ ہم تو رٹنے ہی کے لئے آئے ہیں۔  
جبکہ نے متعجب ہو کر پوچھا۔ کیا تم ساڑھ آدھی ہمارے ساڑھ ہزار  
بہادروں سے لڑو گے؟

حضرت خالدؓ نے کہا۔ ہاں۔ ہمارا ایک آدمی تمہارے ایک  
ہزار آدمیوں کے لئے کافی ہے۔“

جبکہ نے غرور کے چند کلمے کہے اور مسلمانوں پر دھاوا بول دیا۔  
مسلمان ایک دائرے کی صورت میں دشمنان اسلام کی طرف  
بڑھے۔ جبکہ کی افواج نے نہایت شدید حملہ کیا۔ وہ اس کوشش  
میں تھے کہ اپنی کثرت کے بل بوتے پر ان مٹھی بھر تو حیدر پرستوں کو  
روند ڈالیں۔ جبکہ اس کوشش میں تھا کہ ان کے دائرے کو کاٹ  
دے تاکہ یہ منتشر ہو جائیں۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ  
اسکے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اس نے شدت سے دوبارہ حملہ  
کیا۔ لیکن اب کی دفعہ بھی وہ ناکام رہا اور مسلمانوں کو ایک دوسرے  
سے جدا نہ کر سکا۔

حضرت خالدؓ۔ حضرت زبیر بن عوام۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ  
حضرت فضل بن عباسؓ۔ حضرت ضرار بن انورؓ، اور حضرت عبداللہ بن  
عمر شامیؓ سے شانہ ملائے دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ حضرت خالدؓ  
کبھی پاپا وہ لڑتے تھے۔ کبھی سوار ہو کر مقابلہ کرتے تھے۔

دو دفعہ منہ کی کھانے کے بعد دشمن نے تیسری دفعہ نہایت  
 شدت سے جمانہ کیا۔ اور اب کے وہ مسلمانوں کو منتشر کرنے میں کامیاب  
 ہو گیا۔ لیکن مسلمان الگ الگ ہونے پر بھی دشمن پر بھاری تھے۔ جگہ  
 جگہ مسلمانوں کی ٹولیاں لڑ رہی تھیں اور دشمن گاجر مولیٰ کی طرح کٹ  
 رہے تھے۔ اتنے میں شام ہو گئی۔ تاریکی میں دشمن کی تلواریں آپس  
 میں ہی ٹکرانے لگیں اور انہیں سوائے سپاہی کے اور کوئی چارہ  
 نظر نہ آیا۔ چنانچہ دشمن کے سپاہی میدان جنگ سے بھاگنا شروع ہو  
 مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور دوڑ تک مارنے چلے گئے۔

دشمن پر فتح پانے کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں  
 کا جائزہ لیا۔ تو ان کے ساتھ صرف بیس آدمی تھے۔ حضرت خالدؓ کو  
 باقی ساتھیوں کے متعلق بہت تشویش پیدا ہوئی۔ جب وہ لشکر میں  
 واپس پہنچے تو مسلمانوں نے ان کی فتح پر بے حد خوشی کا اظہار کیا۔  
 لیکن حضرت خالدؓ کو فتح سے زیادہ اپنے ساتھیوں کا غم تھا۔ حضرت  
 ابو عبیدہؓ سے کہنے لگے۔ "اے سردار! ہم نے دشمن پر فتح تو پالی۔  
 لیکن چالیس مسلمان ہم میں سے کم ہو گئے ہیں۔"

حضرت ابو عبیدہؓ بھی یہ خبر سنا کر بہت رنجیدہ ہوئے۔ لیکن حضرت  
 ابوسفیانؓ نے کہا۔ "ہمیں زیادہ غمناک ہونے کی ضرورت نہیں ہے  
 ممکن ہے یہ مسلمان دشمن کے تعاقب میں گئے ہوں ہمیں میدان جنگ  
 میں جا کر یہ تو معلوم کرنا چاہیے۔ کہ کتنے مسلمان شہید ہوئے۔"

یہ تجویز سن کر حضرت ابو عبیدہؓ مشغولین کے کہ میدان جنگ میں پہنچے اور دیکھ بھال شروع کی۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ وہیں مسلمان شہید ہوئے تھے اور پانچ ہزار ہنسی غسان مرے پڑے تھے۔

میدان جنگ کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ اس نتیجے پر پہنچے کہ باقی تیس مسلمان یا دشمن کی قید میں ہیں یا ان کے تعاقب میں گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا "انہیں کون ڈھونڈے گا؟"

حضرت خالدؓ نے کہا: "اپنے ساتھیوں کی تلاش مجھ پر ہی فرض ہے۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا: "آپ نہ جائیے ورنہ بھر کے جہاد سے تھکے ہوئے ہیں۔"

لیکن حضرت خالدؓ نے مانے اور گھوڑے پر سوار ہو کر تیزی سے روانہ ہو گئے۔ ابھی آپ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ اللہ اکبر کی آواز کانوں میں آئی۔ آپ نے بھی بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ تھوڑی دیر میں آپ کے کچھ ساتھی سائے آئے۔ حضرت خالدؓ نے انہیں مرجحیا کہا۔ اور حال دریافت کیا۔

حضرت فضل بن عباسؓ نے کہا: "اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جب ہم نے دشمن پر فتح پائی اور اس نے راہ فرار اختیار کی تو ہم نے اس کا تعاقب کیا۔"

حضرت خالدؓ نے انہیں شمار کیا تو وہ تعداد میں کچھیں تھے دس  
 شہید ہوئے تھے اور رافع بن عمیرہ، ضرار بن ازور، ربیعہ بن عامر، عامر  
 بن عمر اور یزید بن ابی سفیان پانچ مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے  
 اس کے بعد حضرت خالدؓ اپنے لشکر میں واپس آگئے حضرت  
 ابو عبیدہؓ مسلمانوں کی اتنی تعداد کو صحیح سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوئے  
 اور گھوڑے کی زین پر سجدہ شکر کیا۔ اس وقت حضرت خالدؓ نے کہا۔  
 ”قسم بے خدائے قدوس کی۔ میں نے بہت جانفروشی کی  
 لیکن مجھے شہادت نصیب نہیں ہوئی۔ خوش قسمت ہیں وہ مسلمان جو  
 شہید ہوئے ہیں۔ البتہ جو پانچ مسلمان پکڑے گئے ہیں۔ انہیں اثنائے  
 میں جلد رہا کرالوں گا۔“

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک  
 خط میں جبلہ کی شکست کا حال لکھ کر کمک کی درخواست کی چنانچہ آپ نے  
 ایک ہزار آدمی بکرا اور طاقت سے اور چھ ہزار آدمی دیگر قبائل عرب سے  
 حضرت سعید کی قیادت میں روانہ کئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے روانگی کے وقت حضرت سعیدؓ سے  
 کہا۔ ”اگر فرید ملک کی ضرورت پڑے تو تم فوراً امیر المؤمنین کو لکھنا تاکہ وہ مجھے  
 اور میرے ساتھ دیگر مہاجرین کو روانہ کریں۔ جو انشاء اللہ العزیز ملک شام  
 کو الٹ کر رکھ دیں گے۔“

جب جبلہ نے ان پانچ مسلمان قیدیوں کو باہان کے سامنے پیش کیا

تو اس نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

جبکہ نے کہا یہ لوگ مسلمانوں کے لشکر کے ستون ہیں۔ یہ تعداد میں ساٹھ آدمی تھے۔ میں نے اکثر کو مار ڈالا اور ان پانچ کو گرفتار کر لیا۔ ان کے لشکر میں صرف ایک شخص ایسا ہے۔ جس کی فریب کاری سے ہم ڈرتے ہیں۔ اسی نے ارکہ۔ سمخہ۔ حوران۔ تدمر۔ بصرہ اور دمشق کو فتح کیا، اور یہ وہی ہے۔ جس نے اجنادین کے لشکر کو توڑ دیا تھا اور تو ماونہرو کو مرج الذبیان تک ان کا تعاقب کر کے مار ڈالا تھا۔

باہان نے کہا۔ "میں اس سردار کو کسی جیلہ سے یہاں بلا کر قتل کرنا چاہتا ہوں۔" پھر اس نے جرجہ کو جو بڑا عقلمند اور عربی زبان میں بہت فصیح البیان تھا۔ اپنے پاس بلایا اور کہا۔ کہ مسلمانوں کے لشکر میں جا کر کہو کہ وہ ہمارے پاس کسی ایچی کو بھیجیں۔

چنانچہ جرجہ لشکر اسلام میں آیا اور حضرت ابو عبیدہؓ کو باہان کا پیغام دیا۔ اس وقت حضرت خالدؓ بھی وہیں تشریف رکھتے تھے اور اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے بارے میں سوچ بچار کر رہے تھے۔ باہان کا پیغام سُن کر حضرت خالدؓ نے کہا۔ "میں باہان کے پاس جاؤں گا۔" حضرت ابو عبیدہؓ نے آپ کی خواہش کے مطابق اجازت دے دی۔ اور آپ سچ ہو کر ایک سو سواروں کے ساتھ باہان کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت آپ حجازی موزے پہنے اور سیاہ عمامہ زیب ہر کے ہوئے تھے اور ہاتھ میں سبیلہ کی منی تلوار تھی۔



معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ حسین وقت ہم حضرت خالدؓ کی ہمراہی میں  
تکبیر کہہ کر روانہ ہوئے تو نصر بن سالم نے حضرت ابو عبیدہؓ کو روکنے کی بھیا  
اس نے پوچھا۔ "اے سردار! آپ کیوں رو رہے ہیں؟" آپ نے کہا  
"اے نصر! قسم ہے خدا کی۔ یہ لوگ اس دین کی ادا کرنے والے ہیں  
اگر ان میں سے کسی کو میری سرداری میں مصیبت پہنچی۔ تو خدا کے سامنے  
اس کا کیا جواب دوں گا!"

جب حضرت خالدؓ مع ہمراہیوں کے باہان  
کے لشکر میں پہنچے تو آپ نے اور آپ کے  
ہمراہیوں نے باوا زبند لا الہ الا اللہ

باہان اور حضرت  
خالدؓ کی ملاقات

وحد لا شریک لہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ پڑھا۔

اس وقت آپ کے سامنے جبکہ بن ایہم آیا اور پوچھا کہ "تم کون ہو؟"  
آپ نے فرمایا۔ "میں خالد بن ولید ہوں اور باہان کے پاس آیا ہوں"  
چنانچہ جبکہ نے باہان سے جا کر کہا۔ کہ "خالدؓ ایک صد مسلمانوں کی  
مصیبت میں تم سے ملنے آئے ہیں۔" باہان نے کہا۔ "میں نے تمہیں  
تہا بلایا تھا۔ ان سے کہہ دو کہ وہ تمہا میرے پاس آئیں۔"

جب حضرت خالدؓ نے جبکہ سے باہان کا پیغام سنا۔ تو فرمایا۔ "میں  
تمہا نہیں آؤں گا۔ اس واسطے کہ میں اپنے ہمراہیوں کے مشورہ سے یہ تیار  
نہیں ہو سکتا۔"

جبکہ نے حضرت خالدؓ کا یہ جواب باہان کو سنایا تو اس نے کہا۔

”انہیں اسی طرح آنے دو۔ لیکن ان سے کہو کہ ہمارے سلسلے غیر مستقیم  
اور پاپیادہ ہیں۔“

لیکن حضرت خالدؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہایت شان و شوکت  
اور عرب و جلال سے دشمن کی صفوں میں سے گزرتے ہوئے باہان کے  
خیمہ تک پہنچے۔ اس وقت جلد نے کہا کہ ”باو شاہ کا خیمہ آگیا اب اپنے  
گھوڑوں سے اترو اور ہتھیار رکھ دو۔“

حضرت خالدؓ نے فرمایا: ”ہم گھوڑوں سے اتر جائیں گے لیکن  
اپنی تلوار کو ایک ساعت کے لئے بھلی جدا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ہمارا  
لمعنت کا نشان ہیں۔“

جلد نے باہان کو آپ کے جواب سے مطلع کیا اور اس نے حضرت  
خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کو ہتھیاروں سمیت اتر جانے کے لئے کہا  
باہان نے حضرت خالدؓ پر اثر ڈالنے کے لئے دیباچہ کے  
فرش بچھوادئے تھے اور سونے چاندی کی کرسیاں لگائی گئی تھیں لیکن  
جب آپ اندر داخل ہوئے تو فرش اور کرسیوں کو ہٹا کر زمین پر بیٹھ  
گئے۔

باہان نے کہا: ”میں نے تمہارے لئے فرش بچھوایا تھا اور کرسیاں  
آراستہ کی تھیں اور تم نے یہ سب کچھ پرے مٹا دیا۔“  
حضرت خالدؓ نے جواب دیا: ”ترے فرش سے خدا کا فرش پاک  
ہے۔“ اور اس کے بعد سلسلہ کلام کا آغاز ہوا۔

باہان نے کہا۔ "سب تعریف اس لشکر کے لئے ہے جس نے  
حضرت شیخ کو بزرگ ترین نبی ہمارے بادشاہ کو بزرگ ترین بادشاہ،  
اور ہماری اُمت کو بہترین اُمت بنایا۔"

حضرت خالد نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "سب تعریف اس  
لشکر کے لئے ہے جس نے ہمیں ایسا بنایا کہ ہم اپنے نبی اور سب انبیاء  
پر ایمان لائے اور ہمارے سردار ایسے ہیں جنہیں ہم اپنی مانند سمجھتے ہیں  
اور ہمارے سردار کو صرف اسی صورت میں ہم رضیلت حاصل ہے۔  
کہ وہ ہم سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے  
گروہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پابند بنایا اور ہم اس خدا کی عبادت  
کرتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں۔"

یہ سنکر باہان کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ کچھ دیر بغاموش رہنے  
کے بعد کہنے لگا۔ "کچھ عرصہ قبل تم میں ایسے گروہ موجود تھے۔ جو ہم سے  
العام و اکرام کے خواہاں ہوتے تھے۔ ہم انہیں العام دیتے اور ان پر  
احسان کرتے تھے۔ ہماری اس بخشش اور العام و احسان کے تمام قبائل  
عرب عربوں پر منت بین لیکن اب تم اس صورت سے آئے ہو کہ ہمارے  
شہروں کو ہم سے چھینتے ہو اور ہمارے آثار اور نشانوں کو مٹاتے ہو۔ تم  
میں یہ جو صلے اس لئے پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ تمہیں ملک تمام میں اپنی سواریوں  
سے بہتر سواریاں۔ اپنے ہاں کے کپڑوں سے بہتر کپڑے اور اپنے کھانوں  
سے بہتر کھانے ملے ہیں۔ سونے چاندی اور مال و ثمن سے تم نے اپنے

گھر بھر لئے ہیں۔ اگر تم ہم سے مصالحت کر کے یہاں سے چلے جاؤ۔ تو جو کچھ ہمارا مال و متاع تمہارے پاس ہے تم سے واپس نہیں لیں گے۔ بلکہ تمہارے ہر مرد کو ایک سو دینار اور تمہارے سرور ابو عبیدہ کے واسطے ایک ہزار دینار اور تمہارے خلیفہ کے لئے دس ہزار دینار دیں گے اور اگر تم لڑائی کرنا چاہتے ہو۔ تو ہم اس لشکر جرار سے جو ہمارے ساتھ ہے تمہیں نصیب و نالو کر دیں گے۔“

حضرت خالد بن ثابت سکوت اور اطمینان سے باہان کی گفتگو سنتے رہے۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو آپ نے فرمایا۔

”سب تعریف اس خدا کے واحد کے لئے ہے جس کے ہوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ نبی اور بندے ہیں اور بہترین ساعتوں کی وہ ساعت ہے جس میں خدا نے قدوس کی اطاعت کی جائے۔“

باہان نے یہ سن کر کہا: یہ شخص برا و ناشتمند ہے۔ اور حکمت کے ساتھ کلام کرتا ہے۔“

حضرت خالد نے فرمایا: ”اگر مجھے عقل دی گئی ہے تو خدا کی نعمت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔“

ملخلق الله تعالى شيئاً أحبَّ  
اليه من العقل لان الله تعالى  
لما خلق العقل و هو وده  
الله تعالى نے اپنے نزدیک کسی چیز  
کو عقل سے دوست زید نہیں کیا کہ  
جب الله تعالى نے عقل کو پیدا کیا

وقد ردّ قال له اقبل  
 فاقبل ثم قال له ادبر  
 فادبر فقال وعزّتی وجمالی  
 ما خلقت شیئاً احبّ الیّ  
 منك بک تنال طاعتی  
 وتدخل جنتی

اور اس کی صورت اور اندازہ کو مقرر کیا۔  
 پھر اس سے کہا کہ آگے آ تو آگے آگے آؤ  
 جب کہا پیچھے ہو تو پیچھے ہو گئی تب اللہ پاک  
 نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم  
 ہے کہ میں نے اپنے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب  
 کوئی چیز پیدا نہیں کی اس واسطے کہ تیرے  
 سبب سے میری اطاعت ہوتی ہے اور  
 داخل کی جاتی ہے میری جنت میں ۔

باہان نے کہا "جب تم ایسے عقلمند ہو تو ان آدمیوں کو اپنے ساتھ  
 کیوں لائے ہو؟"

آپ نے فرمایا: "میں ان کے مشورہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا جبکہ  
 خداوند تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو روئے زمین کے  
 آدمیوں میں سب سے زیادہ بزرگ اور دانشمند تھے۔ یہ فرمایا ہے۔ وشارح  
 فی الامر۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ماضع  
 امر عرف قدرة ولاضاع مسلم قبل مشورة اخیه  
 یعنی جس آدمی نے اپنے مرتبہ کو پہچانا وہ ہلاک نہیں ہوتا اور جس مسلمان نے  
 اپنے بھائی کے مشورہ کو قبول کیا وہ بھی ہلاک نہیں ہوتا،"

باہان نے کہا: "تمہارے لشکر میں اہل الرائے آدمی کتنی تعداد

میں ہیں؟"

آپ نے فرمایا: "ایک ہزار آدمیوں سے زیادہ ہیں۔ جن کے مشورہ سے ہم بے نیاز نہیں ہو سکتے۔"

باہان بولا: "ہم نے تو یہ سنا تھا کہ تم لوگ فرمایا۔ جاہل۔ اور بے عقل ہو؟"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا: "ہم میں اکثر ایسے ہی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری اور دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے ہمیں راہِ راست دکھائی اور اپنے فیضِ صحبت سے ہماری خرابیوں کو دور کر کے ہمیں بنی نوع انسان کا معلم اور راہبر بنا دیا۔"

اس پر باہان متعجب ہو کر بولا: "مجھے تمہاری دانشمندی پر بہت تعجب اور حیرت ہے۔ اور میں تمہیں اپنا بھائی بنانا چاہتا ہوں۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا: "تو اسی صورت میں میرا بھائی ہو سکتا ہے جب لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبداً ورسولہ اللہی بشربہ المسیم۔ یہ کہنے کے بعد تو میرا بھائی ہو جائے گا اور میں تیرا دوست ہو جاؤں گا۔"

باہان نے کہا: "میرے لئے اپنا مذہب چھوڑنا ممکن نہیں۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا: "پھر میرے لئے بھی تیرا بھائی بننے کی کوئی صورت نہیں۔"

باہان نے کہا: "تمہیں بھائی کی طرح جانتے ہوئے تم سے پوچھتا ہوں

کہ تم کیا چاہتے ہو؟

حضرت خالدؓ نے جواب دیا: اب اپنی باتوں کا جواب سن۔  
 تو نے جو اپنی قوم کی عزت اور مالداری اور دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کا  
 ذکر کیا ہے تو ہمیں یہ سب کچھ معلوم ہے اور عربوں پر تمہارے انعام و اکرام  
 سے بھی ہم واقف ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ تم نے اپنے مال و جان کو محفوظ  
 رکھنے کے لئے کیا تھا۔

یہ سب تم جو ہماری غربت اور اونٹ چرانے کا طعنہ دیتے ہو  
 تو بات یہ ہے کہ ہم اونٹ چرانے تھے اور ہماری قوم میں جس شخص نے  
 اونٹ چرائے ہوں اسے اس شخص پر ترجیح نہیں دی جاتی تھی۔ جس نے  
 اونٹ نہ چرائے ہوں۔

تیسرے تم نے ہماری کم مانگی کا ذکر کیا ہے۔ تو سنو۔ ہماری کم مانگی  
 اور بدبختی کے اسباب یہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے آب و گیاہ  
 ملک میں پیدا کیا۔ جہاں کھجور کے علاوہ کوئی درخت اور کھیتی وغیرہ نہیں  
 ہے۔ اور بہالت کی وجہ سے ہم لوگ تلوار کے دھنی تھے اور ہمارا زبردست  
 زبردست کو ٹگل جاتا تھا۔ اور ہم بتوں کے آگے جھکے رہتے تھے۔ جو  
 نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں۔ نہ نفع نقصان کے مالک ہیں۔ اب ہم مسلمان ہو کر  
 کفر و شرک سے بیزار ہو گئے اور سوائے پروردگار عالم کے کسی کو سجدہ نہیں  
 کرتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں جنہوں نے  
 منجملہ دیگر احکام دین کے ہمیں کافروں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے جو

ہمارے دین کو یا ہماری اطاعت اختیار نہ کرے۔ پس جس نے ہمارے مذہب کو اختیار کر لیا وہ ہمارا بھائی ہے۔ اور جس نے اسلام کے قبول کرنے سے انکار کیا اسے صرف جزیہ کی ادائیگی ہماری تلوار سے بچا سکتی ہے اور جس نے جزیہ دینے سے بھی انکار کیا۔ ہمارے اور اسکے درمیان تلوار فیصلہ کرتی ہے۔ اور ہم تمہیں اختیار دیتے ہیں۔ کہ یا تو کلمہ طیبہ پڑھ کر ہمارے مذہب کو قبول کرو۔ یا جزیہ دو۔

باہان نے کہا۔ ہم نہ تو اپنا دین چھوڑیں گے اور نہ جزیہ ہی دیں گے۔ تم جو چاہو کرو۔ اب تلوار ہی ہمارے درمیان تصفیہ کریگی۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ لڑائی کے ہم تم سے زیادہ خواہشمند ہیں۔ انشاء اللہ ہم تمہیں شکست دیں گے اور تم اس طرح ہانکے جاؤ گے کہ تمہاری گردن میں رستی ہوگی اور تم امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے۔ جو تمہاری گردن ماریں گے۔

باہان نے حضرت خالدؓ کا تحقیر آمیز کلام سنا تو نہایت غضبنا ہو کر بولا۔ ہر بانی کی جگہ میرے دل میں تمہارے لئے دشمنی پیدا ہو گئی ہے۔ اس لئے میں تمہارے سامنے تمہارے پانچوں قیدیوں کو بلا کر ان کی گردنیں ماروں گا۔

حضرت خالدؓ نے کہا۔ تم ہمیں موت سے ڈراتے ہو حالانکہ موت ہی کی ہمیں تمنا ہے۔ کیونکہ مسلمان کی زندگی موت کے بعد شروع ہوتی ہے۔



لیکن میں آگاہ کرتا ہوں کہ اگر تو نے مسلمان قیدیوں کو قتل کیا۔ تو میں اور میرے ساتھی مل کر اپنی تلواروں سے تجھے اور تیرے ہمراہیوں کو قتل کر دیں گے۔ ہم تمہاری کثرت کی قطعاً پروا نہیں کرتے۔

باہان کو یہ جواب سن کر سخت طیش آیا اور اس نے اپنی تلوار نکالنے کے لئے قبضے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے سپاہی بھی اپنے ہتھیار درست کر کے اپنے سالار کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت خالدؓ نے یہ واقعہ دیکھا تو ایک ہی جھبٹ میں باہان کے تخت پر چاڑھے اور اپنی تلوار کی نوک باہان کے سینہ پر رکھ دی اور حضرت خالدؓ کے ہمراہیوں نے باہان کے تخت کو اپنے گھیرنے میں لے لیا۔

حضرت خالدؓ نے کہا: اے باہان! اگر تم نے یا تمہارے کسی ساتھی نے ہلنے کی جرات کی تو نوک شمشیر سینے میں اتر جائے گی اور تمہارا کام تمام کر کے باہر نکلے گی۔

باہان سخت پریشان تھا اور اس کے ساتھی حضرت خالدؓ کی بے مثال جسارت پر حیران تھے۔ اس وقت حضرت خالدؓ نے کہا: اپنے سپاہیوں سے کہو کہ مسلمان قیدیوں کو فوراً رہا کر دیں۔

اس پر باہان نے مجبوراً مسلمان قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا۔ قیدی دربار میں آنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر ان کے ساتھ اسی انداز میں کھڑے ہو گئے۔

حضرت خالدؓ نے باہان سے کہا: ہمیں نہایت امن کے ساتھ  
لشکر سے رخصت کیا جائے۔ تم قسم اٹھا کر عہد کرو۔ کہ تم سارا لشکر ہرگز  
مزام نہ ہوگا۔

باہان کے لئے اس کے سوا اور چارہ ہی کیا تھا۔ چنانچہ اس نے  
یہی کیا۔ اور حضرت خالدؓ نہایت شان سے اپنے ہمراہیوں سمیت گھوڑوں  
پر سوار ہو کر اپنے لشکر میں چلے گئے۔

توحید پرستوں کی اس مختصر جماعت نے کفار کے زولاکہ کے  
لشکر میں تہلکہ مچا دیا اور قیدیوں کے آزاد کرانے کی جو ذمہ داری حضرت  
خالدؓ نے اپنے ذمہ لی تھی۔ وہ خدا کے فضل و کرم سے اس بہادری اور  
خوبی سے انجام دی کہ تاریخ عالم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے  
یہ قوت ایمانی تھی جس نے حضرت خالدؓ کو اس بے باکی اور بہادری  
کی جرات دلائی۔ باہان نے مکرو فریب کا جال بچھا کر حضرت خالدؓ کو قبضہ  
میں کرنے کی کوشش کی لیکن اٹا دوسرے قیدیوں کو بھی چھوڑتے ہی  
اور طاقت ایمان کفر پر غالب آئی۔

حضرت خالدؓ بن ولید اور ان کی جماعت کے لشکر اسلام میں  
پہنچنے پر حضرت ابو عبیدہؓ اور سب مسلمانوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے  
پھر حضرت خالدؓ سے تمام سرگزشت سننے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے  
جنگ کے لئے اہتمام شروع کر دیا۔ اور ادھر حضرت خالدؓ نے لشکر جمع  
کو ساز و سامان کی درستی کا حکم دیا۔

صبح ہوئی تو حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کو تمام لشکر کا سربراہ مقرر کیا اور انہوں نے تمام لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ پر حضرت قیس بن ہبیرہ کو۔ دوسرے حصہ پر ہبیرہ بن مسروق کو۔ تیسرے حصہ پر عامر بن طفیل کو سرور مقرر کیا اور چوتھا حصہ اپنی نگرانی میں رکھا۔ جانبین کی صف آرائی کے بعد رومیوں کے لشکر سے ایک رومی لڑائی کے لئے نکلا اور اپنا مقابل طلب کیا۔ لشکر اسلام سے رومس حاکم بصرہ اس کے مقابلے کو نکلے۔ تقویٰ دیر کی لڑائی کے بعد اس ایک زخم کی وجہ سے میدان جنگ سے لوٹ آئے اور ان کی جگہ حضرت قیس بن ہبیرہ اس پہلوان کے مقابلے کے لئے نکلے اور نہایت دیری سے لڑے۔ لیکن عین حملہ کی حالت میں آپ کی تلوار بے کار ہو گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت خالدؓ نے پکار کر کہا: کون شخص جا کر انہیں تلوار پہنچائے گا؟

حضرت عبدالرحمنؓ گھوڑا دوڑاتے ہوئے بڑھے اور تلوار حضرت قیسؓ کو دے آئے۔ کفار نے جب دیکھا کہ ان کی ادا کے لئے ایک سوار لشکر اسلام سے نکلا ہے تو وہ پہلوان لشکر روم سے ان کے مقابلے کے لئے نکلے اور لڑنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت قیسؓ نے اپنے مقابل کو مار ڈالا اور حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکر نے ان دونوں پہلوانوں کو جہنم واصل کر دیا۔

یہ کیفیت دیکھ کر رومی آپس میں کہنے لگے۔ کہ یہ لوگ انسان

نہیں ہیں جنات میں سے ہیں۔

اس کے بعد فریقین کے چھوٹے چھوٹے دستے آپس میں لڑنے  
رہے اور یہ لڑائی شام تک جاری رہی۔ اندھیل ہوتے ہی فریقین نے جنگ  
بند کر دی۔

جب باہان اپنے خیمے میں واپس آیا۔ تو وہ بہت پریشان اور  
افسردہ خاطر تھا۔ کیونکہ دن بھر کی لڑائی کے دوران میں اس نے دیکھ  
لیا تھا کہ رومی مسلمانوں سے خائف ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے سے  
گھبراتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ہرقل کو ایک خط لکھا جس میں مسلمانوں کی  
بہادری اور اپنے لشکر کی بڑی کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ میں نے اس  
لشکر کے سردار خالد بن ولید کو مکر و فریب سے بلایا تھا۔ مگر افسوس کہ  
وہ بلا کا نڈر اور بہادر ہے۔ اور میں اس پر قابو نہ پاسکا۔ میں نے  
زیر کثیر اور مال و دولت کا لالچ بھی دیا۔ مگر افسوس کہ کوئی حربہ بھی کارگر  
نہ ہو سکا۔

اس خط کے جواب کے انتظار میں باہان نے ایک ہفتہ تک  
لڑائی بند رکھی۔

اس دوران میں جب باہان ہرقل کے جواب کا منتظر تھا۔ لڑائی  
بند تھی۔ حضرت ابو عبیدہ نے باوجود اس کے کہ حضرت خالد نے انہیں  
دشمن سے لڑائی جاری رکھنے کا مشورہ دیا تھا۔ لڑائی کو اس بنا پر طوی کر  
دیا کہ اپنی طرف سے اس معاملہ میں پیش قدمی نہیں کرنی چاہیے۔

ایک عرب باہان کی ہدایت کے مطابق لشکرِ اسلام میں جاسوسی کے لئے آیا اور ایک شب زور زوہاں رہ کر واپس ہوا۔ اور باہان سے کہا کہ وہ لوگ اپنی طرف سے لڑائی کا آغاز کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اپنی طرف سے پیش قدمی کرنا مناسب نہیں ہے۔

یہ سنکر باہان بہت خوش ہوا اور اپنے لشکر والوں سے کہا۔ کہ میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ انہیں پریشان کر کے بھاگادوں۔ وہ لوگ مطمئن اور غیر مسلح رہتے ہیں اور ہماری طرف سے لڑائی کے منتظر ہیں۔

چنانچہ باہان نے ایک سو ساٹھ صلیبیں تیار کیں اور ہر صلیب کے نیچے دس ہزار آدمی رکھے۔ اور یہ حکم دیا کہ راتوں رات مکمل طور پر تیاری کر کے طلوعِ آفتاب کے وقت ان پر یکایک حملہ کرو۔ رات بھر اس کے لشکر میں لڑائی کے لئے تیاری ہوتی رہی۔

ابو بکر مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ وہ کفار کے ارادوں سے بالکل بے خبر تھے۔ صبح کو جس وقت باہان اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنے والا تھا مسلمان نماز کے لئے جمع تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کے سپاہی جو پہرے پر تھے یہ خبر لائے کہ دشمن تیار ہے اور حملہ کرنے والا ہے۔

اس وقت حضرت ابو عبیدہؓ کو ان کا فریب معلوم ہوا اور حضرت خالدؓ سے کہا کہ تم کچھ آدمی لے کر ان کے مقابلے کو جاؤ اور ان کے حملے کو

رکود تاکہ اس دوران میں ہم اپنی صفیں مرتب کر لیں۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ سو سواروں کے ساتھ فوراً روانہ ہو گئے۔ اور اپنے پیروں اور تلواروں سے دشمن پر حملہ آور ہوئے اور حضرت ابو عبیدہؓ اپنی فوج کی صفوں کو ترتیب دینے لگے اور غوزوں کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اور جو مسلمان لڑائی سے بھاگے اسے شرمندہ کر کے اور مار کے میدان جنگ کی طرف واپس کرو۔

رومیوں کے قس اور راہب ایک مہینہ پہلے سے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی کی ترغیب دے رہے تھے۔ اور ان کا بطریق اعظم اسی خلافت میں انجیل کو لپیٹے اور صلیبی نشان کے نیچے کھڑا ہو کر لشکر کو لڑائی پر آمادہ کر رہا تھا۔ خالدؓ نے ان کے لشکر کا بیٹھنگ دیکھ کر سرداروں کو مناسب مواقع پر کھڑا کیا اور غازیان لشکر کو سورہ انفال پڑھنے کا حکم دیا اور خود قلب لشکر میں کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی :-

(اے پروردگار عالم! یہ تیرے خاص بندے ہیں جنہوں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا اور انکے مددگار و معاون اور جان نثار تھے۔ تیری رضا کے لئے انہوں نے اپنے گھر بار اور عیال و اطفال اور وطن چھوڑا تو ہماری نہیں بلکہ اپنے سچے دین اور رسول صادق کی آبرورکھنے، ہماری نہیں اپنے دین کی مدد کر، اے بے کسوں! چارہ ساز۔ تو ان کے دلچے سے

ہماری مدد کر اور ہمیں کفار کے ہاتھ سے ذلیل و خوار  
نہ کر۔“

جب رومی شکر نے حضرت خالد کو پانچ سو سواروں کے ساتھ آنے  
دیکھا تو وہ اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ مسلمان صفیں آراستہ  
کر کے جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت خالد دشمن  
کو دھکیلتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ آپ در بیان کے پاس  
پہنچ گئے۔ جو جنگ کے خوف کی وجہ سے اپنے منہ پر کپڑا لپیٹے ہوئے  
تھا۔ حضرت فرار آنے سے نیزہ مار کر ہلاک کر ڈالا۔

اب رومیوں کے سردار جریر نے اسلامی لشکر کے قلب پر حملہ کیا  
لشکر اسلام کے قلب میں بڑے بڑے چیدہ جرنیل تھے۔ لیکن رومی آج  
بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ ان کے سپاہیوں نے اپنی کمزریں ایک  
زنجیر سے باندھ رکھی تھیں اور وہ کٹ کٹ کر گرتے تھے۔ لیکن پیچھے نہ  
ہلتے تھے۔

اگر حضرت ابو عبیدہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آگرا نہیں شرم  
نہ دلاتے تو اسلامی فوج کے اس حصہ کا سپاہیوں کو چھوڑ دیا۔ وہ  
آگے بڑھے اور اسے مسلمان سپاہیوں کو مقابلہ کرنے لگے۔ اتنے میں  
حضرت خالد در بیان کو قتل کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے پاس  
پہنچ گئے اور اس شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ زنجیروں سے بندھے  
ہوئے سپاہیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور باقی پیچھے کی طرف

۲۵۵۱

بھاگے۔ اس کے بعد مسلمان خاندان نے بنی نضیر کے ساتھ لڑائی لڑی۔ اس کے بعد حضرت خالد نے بنی غسان پر حملہ کیا اور آہستہ آہستہ ہزاروں کی تعداد میں قتل کر کے بھاگا دیا۔ اتنے میں سورج غروب ہو گیا اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ میں واپس آ گئے۔

جنگ یرموک کا تیسرا دن مسلمانوں کے لئے بڑا سخت تھا۔ اس دن رومیوں کے حملوں کی شدت سے تین دنوں میں مسلمان شہسوار شکست خوردہ ہو کر پیچھے ہٹے لیکن ہر بار عورتوں نے غیرت دلا کر انہیں میدان جنگ کی طرف واپس کر دیا۔ مسلمانوں کی اس کمزوری کے باوجود مشرکین کثیر تعداد میں مارے گئے اور مسلمان نہایت قلیل تعداد میں شہید ہوئے۔ مسلمان رات کو اپنے لشکر میں واپس ہوئے اور بہت سے زخمیوں کا علاج کرتے رہے۔ حضرت ابو عبیدہ اور حضرت خالد رات کو اپنے لشکر میں پھرتے رہے اور مسلمانوں کی دلجوئی کی اور اپنے ہاتھ سے زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔

جب صبح ہوئی تو حضرت ابو عبیدہ نے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد رومیوں کو دیکھا کہ وہ صفیں آراستہ کر رہے ہیں۔ باہان نے جس کا تخت ایک ٹیلے پر تھا۔ اپنی فوج کو حکم دیا کہ صفیں مرتب کرو۔ ادھر مسلمانوں نے بھی اپنی صفوں کو ترتیب دی۔

آج کے دن حملے کی ابتداء یزید بن ابی سفیان نے کی۔ لیکن اسی اثنا میں ایک بطریق مع دس ہزار رومی سواروں کے مسلمانوں کے



خیموں پر جہاں عمرو بن العاص تھے چلا اور انہیں اس قدر پیچھے ہٹا کر  
لے گیا کہ رومیوں کا لشکر عورتوں کے ٹیپہ تک پہنچ گیا۔

یہ دیکھ کر انصار سے ایک عورت چلا کر کہنے لگی: "مسلمانوں  
کے مددگار کہاں ہیں؟"

یہ آواز حضرت زبیر بن العوام نے جو آشوب حشم کی وجہ سے  
اپنی زوجہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کے پاس بیٹھے تھے۔  
اور آنکھوں کا علاج کر رہے تھے۔ سنی اور پوچھا: "یہ عورت کیا کہتی  
ہے؟"

حضرت عقیقہ بنت عفار نے کہا: "مسلمانوں کے لشکر میں نے  
شکست کھائی ہے اور رومی سپاہی ہم تک پہنچ گئے ہیں۔"

حضرت زبیر یہ سن کر اٹھے اور کہا: "قسم ہے خدا کی میں دین  
کے مددگاروں میں سے ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے اس جگہ بیٹھانا نہ چکھے گا"  
یہ کہہ کر آپ اپنا نیزہ لے کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے بے پناہ  
حملوں سے کفار کو پسا کر کے ان کے لشکر سے ملا دیا۔

اس لڑائی میں شریک بن حسنہ نے مع اپنی جماعت کے ایک  
طرف سے اور دوسری طرف سے قتیس بن ہبیرہ مع اپنی جماعت کے  
حملہ آور ہوئے اور رومیوں کے سینہ پر حضرت خالد نے مع حضرت  
زبیر بن العوام اور ہاشم بن مرقال کے سمیت حملے کئے اور رومیوں کو قتل  
کرتے اور بھاگتے یا ہان کے خیمہ تک پہنچ گئے۔

اس وقت باہان نے اپنے تیر اندازوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔  
رومیوں کے لشکر میں ایک لاکھ تیر انداز تھے۔ انہوں نے ایک ساتھ  
تیر اندازی شروع کر دی۔ اگر نصرت الہی شامل حال نہ ہوتی تو مسلمان  
ہلاک ہو جاتے۔

حضرت شہزادہ حسین رضی اللہ عنہ لڑ رہے تھے۔ کہ ایک رومی جرنیل  
ان کے مقابلہ کے لئے آیا اور انہیں لڑائی کے لئے طلب کیا۔ چنانچہ  
آپ مقابلہ کے لئے بڑھے۔ اور نیزے کی ایک ہی ضرب سے اس کا  
کام تمام کر دیا۔

اس رومی جرنیل کے مارے جانے کے بعد رومیوں کی جماعت  
سے ایک اور بہادر لڑائی کے لئے نکلا۔ حضرت زبیر بن العوام نے  
آگے بڑھ کر اسے واصل جہنم کیا۔ اور اس طرح یکے بعد دیگرے چار رومی  
سوار فی النار کر دیے گئے۔ اس منزل پر حضرت خالد اور حضرت ابوعبیدہ  
نے حضرت زبیر کو میدان جنگ سے واپس بلا لیا۔

باہان یہ دیکھ کر کہ اس کے بہت سے بہا اور مارے گئے۔ سخت  
خستہ ناک ہوا اور ایک لاکھ تیر اندازوں کو ایک ساتھ تیر چھوڑنے کا حکم دیا۔  
چنانچہ تیروں کی بارش سے سات مسلمان آنکھوں سے معذور ہو گئے۔  
اسی لئے اس دن کا نام یوم النفور رکھا گیا۔ رومیوں کی اس بے شہ  
تیر اندازی سے مسلمانوں کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔

جب باہان نے مسلمانوں کے اس انتشار کو دیکھا تو زنجیر والے

سپاہیوں کو حملے کا حکم دیا۔ جو مسلمانوں کو دھکیلتے ہوئے عورتوں کے کیمپ تک پہنچ گئے۔ لیکن عورتوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ تلواروں، نیزوں اور خمیوں کی چوبوں سے اس بہاوری کے ساتھ لڑیں۔ کہ رومی سپاہیوں کے پچھلے پھوٹ گئے اور انہیں لڑتے ہی نہی۔

اس وقت حضرت خالدؓ اس شدت سے لڑ رہے تھے کہ ان کے ہاتھ سے تلواںیں گڑیں۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس دن حضرت خالدؓ نے اس شدت سے حملے کر رہے تھے۔ جیسے ایک سو بہاوری شہسوار ایک ساتھ تلے کر حملہ کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی خدا داد ہمت اور شجاعت و جرات سے کفار کی صفوں کو تہ و بالا اور منتشر کر دیا۔

اب کفار کا یہ حال تھا کہ حضرت خالدؓ فریبوں کو اپنے مقابلہ کے لئے بلا تے تھے لیکن ان میں سے کوئی نہ نکلتا تھا۔ اس پر آپؐ فریبوں کو تہ تیغ کرتے اور ان کی صفوں کو چیرتے پھاڑتے رہے یہاں تک کہ تھاوٹے بازو شل ہو گئے۔ اس وقت حضرت حُرث بن ہشام نے حضرت ابوعبیدہؓ سے کہا کہ خالدؓ نے تلوار کا حق ادا کر دیا اور جو کچھ ان کا واجب تھا اس سے زیادہ کر دکھایا۔ اس لئے اب انہیں آرام دینا لانا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ آپؐ کے پاس گئے اور لڑائی سے باز رہنے کو کہا۔ لیکن آپؐ نے یہ کہہ کر کہ میں ہر طرح اور ہر طرف سے اپنے لئے شہادت چاہتا ہوں اور میری نیت کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ پھر

لشکر کفار پر حملہ کیا۔

اس حملے میں دوسرے مسلمانوں نے بھی آپ کا ساتھ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومی لشکر دم دبا کر بھاگ جانے پر مجبور ہو گیا۔ رومیوں کی ہزیمت کے ساتھ آفتاب غروب ہوا اور جنگ دوسرے روز پر ملتوی ہو گئی۔ روایت ہے کہ اس روز چالیس ہزار رومی کام آئے۔

رات کے وقت جب مسلمان اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہے تھے تو حضرت ابو عبیدہؓ نے دوساروں کو لشکر اسلام کے پاس گشت کئے دیکھا۔ آگے بڑھے تو معلوم ہوا کہ حضرت زبیر بن العوام اور ان کی زوجہ حضرت اسماءؓ ہیں۔ آپ نے ان سے کہا: "اے ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چیز نے آپ کو گشت کرنے کی رغبت دلائی؟" حضرت زبیر نے جواب دیا کہ میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ آج رات مسلمان تھکاوٹ کی وجہ سے اچھی طرح گشت نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے تم مسلمانوں کی نگہبانی میں میری امداد کرو۔ اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے آپ کا شکریہ ادا کر کے آپ کو گشت سے روکا لیکن آپ نے منظور نہ کیا اور تمام رات گشت کرتے رہے۔

اگلے روز باہان نے اپنے سرداروں سے مشورہ کر کے مسلمانوں سے یہ کہلا بھیجا کہ آج کے دن لڑائی موقوف رکھو۔ حضرت ابو عبیدہؓ ہی نے درخواست منظور کرنے اور لڑائی روکنے کے لئے تیار تھے لیکن حضرت خالدؓ نے اتفاق نہ کیا اور کہا کہ "لڑائی روکنا ہمارے لئے اچھا نہیں ہے کیونکہ اس طرح دشمن کو تیاری کا موقع مل جائے گا۔" چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے

قاصد سے کہا: ہم لڑائی میں تاثر نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم یہ قصہ بہت جلد ختم کرنا چاہتے ہیں۔“

باہان حضرت ابو عبیدہ کا یہ جواب سن کر بہت مہربانہ ہوا اور اپنی فوج کے آگے آگے میدان جنگ میں آیا۔ اور مسلمان بھی صفیں آراستہ کئے جنگ کے لئے تیار کھڑے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد کے ساتھ لشکرِ رحمت کے آگے تھے۔

**جرجیر کا قتل** | رومی لشکر سے جرجیر نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے سردار کو مقابلے کے لئے طلب کیا۔ مسلمانوں میں سے حضرت ابو عبیدہ اس کے مقابلے کو نکلے۔ اور انہوں نے حضرت خالد کو اپنا نشان دے کر کہا: اگر میں زہرہ واپس آیا تو اپنا نشان لے لوں گا ورنہ میرے بعد تم سرداری کے مستحق ہو۔ تا وقتیکہ حضرت عمرؓ اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ کریں۔“

حضرت ابو عبیدہ کو مقابلہ پر دیکھ کر جرجیر نے پوچھا: تم ہی اس لشکر کے سردار ہو؟

آپ نے جواب دیا: ہاں۔ میں ہی اس لشکر کا سردار ہوں اور تجھ سے لڑنے کے لئے آیا ہوں۔ اب تو ہے اور لڑائی کا میدان لقمیہ بنا

ہلاکت تیری تاک میں ہے اور میری تلوار تیرے خون کی پیاسی ہے۔“

اس گفتگو کے بعد دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور بہت دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ جرجیر آپ سے دوری اختیار کر کے بعض اہلِ خلیفہ کے

میں تک پہنچ گیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے اس کا تعاقب کیا تو وہ اچانک پلٹ کر آپ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن آپ نے اس کا وار خالی دے کر تلوار کا ایک ہاتھ ایسا مارا کہ شمشیر ایک شانے سے دوسرے شانے تک نکل گئی۔ حضرت ابو عبیدہ نے دشمن کے مارے جانے پر نعرہ تکبیر بلند کیا اور پھر تمام مسلمانوں نے فریاد مہر سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس کے بعد آپ اپنے لشکر میں واپس آئے اور حضرت خالد نے آپ کا نشان آپ کو لوٹا دیا۔

باہان نے جبرجیر کے مارے جانے کی خبر سنی تو بہت مایوس اور خوفزدہ ہوا۔ وہ فرار ہونا چاہتا تھا لیکن ہرقل کے خوف اور رنگ نہ جانے خیال سے اپنی خواہش پوری نہ کر سکا۔ مجبور و ناچار اور بادل شکستہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جزو تیار ہوا۔

اس وقت سرحدیں جو جبرجیر کا رشتہ دار تھا۔ اس کے سامنے آیا اور اسے مسلمانوں کے مقابلے سے روک کر اپنے آپ کو مقابلے کے لئے پیش کیا اور باہان سے کہا کہ میں مسلمانوں سے جبرجیر کا انتقام لوں گا۔ چنانچہ سرحدیں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلے اور میدان جنگ میں آکر اپنے مقابل کو طلب کیا۔

حضرت مالک شتر اس کے مقابلے کے لئے نکلے اور آتے ہی وقتاً اس کے گھوڑے کو نیزہ مار کر گرا دیا اور اس کے بعد آپ نے سرحدیں پر حملہ کر کے ایک وار تلوار کا ایسا کیا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ جب باہان کو معلوم ہوا کہ سرحدیں بھی مارا گیا۔ تو اس نے قسم کھا کر کہا

کہ اب میرے لئے لڑائی کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ اور اب میں خود  
جنگ کے لئے جاؤں گا۔

رومیوں نے ہرچند کوشش کی کہ سالار شکر خود  
میدان جنگ میں نہ جائے۔ لیکن باہان نہ مانا۔

## باہان کا انجام

اس وقت مالک اشتر میدان جنگ میں سرسبز کو قتل کرنے کے بعد  
رومیوں کو لگا رہے تھے۔ باہان بڑی آن بان سے مسلح ہو کر نکلا۔ وہ  
بڑے بڑے ڈیل ڈول کا آور وہ کارجنیل تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بھاری  
گرز تھا۔ جس سے اسے امید تھی کہ اپنے مقابل کا سر کھل دے گا۔

جب وہ میدان جنگ میں پہنچا۔ تو حضرت خالدؓ نے کہا کہ  
”باہان بہت جلد جنگ کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس وقت مالک اشتر  
میدان جنگ میں نہ ہوتے تو میں اس سے تلوار کے دو دو ہاتھ کرتا۔“  
باہان نے آئے ہی حضرت مالک اشتر سے کہا: ”کیا تم خالدؓ؟“

آپ نے جواب دیا: ”میرا نام مالک اشتر ہے۔“

باہان نے کہا: ”میرا ارادہ آج خالدؓ سے لڑنے کا تھا۔ خیر اب  
بھی کوئی بات نہیں پہلے تمہیں سے منٹ لوں۔ اس کے بعد اسے  
طلب کروں گا۔“

حضرت مالک اشتر نے جواب دیا: ”یقین جانو تمہیں حضرت  
خالدؓ سے لڑنے کی تکلیف گوارا نہیں کرنی پڑے گی۔ کیونکہ خدائے برتر  
کے فضل و کرم سے تم میرے ہاتھ سے ہی کینفر کردار کو پہنچ جاؤ گے۔“

اب لڑائی شروع ہوئی۔ باہان نے گرز سے وار کیا۔ حضرت مالک نے اس کے وار کو ڈھال پر روکا۔ لیکن وہ وار اتنے زور کا تھا کہ مالک کی آنکھ کی ہڈی باہر نکل آئی۔ باہان سمجھا کہ اب مالک گر کر شہید ہو جائیں گے۔ لیکن انہوں نے موقع پا کر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ باہان کا شانہ زخمی ہو گیا اور وہ مقابلے کی تاب نہ لا کر اپنے لشکر میں بھاگ گیا۔

واوری سے روایت ہے کہ جب باہان حضرت مالکؓ کو شتر کے مقابلہ پر شکست کھا کر بھاگا۔ تو حضرت خالدؓ نے لشکر اسلام سے پکار کر کہا۔ "فورا دشمن پر حملہ کرو۔ کیونکہ اس وقت وہ خوف زدہ اور منلوب ہے۔ اور ہمارے حملے سے اس کے پاؤں اکھڑ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے تکبیر کہہ کر حملہ کیا اور آپ کے ساتھ ہر مہر دار نے نعرہ پیر کہتے ہوئے دشمن پر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے تھوڑی دیر تک تو مقابلہ کیا۔ لیکن آفتاب مغرب ہونے ہی بھاگنے لگے۔ مسلمانوں کے لشکر نے ان کا پیچھا کیا اور انہیں قتل اور گرفتار کرتے دوڑتے چلے گئے۔ اس لڑائی میں ایک لاکھ رومی قتل ہوئے اور چالیس ہزار گرفتار۔ اور جندی میں ڈوب مرے ان کا شمار نہ ہو سکا۔ جب صبح ہوئی تو میدان رومیوں سے خالی تھا۔ اس لڑائی میں چار ہزار سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے۔

بروک کی فتح کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اتنا بڑا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ پر آج تک نہ آیا تھا۔ اس فتح سے ملک شام کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔



## جنگ بیت المقدس

فتح یرموک کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت کے بموجب  
 حضرت ابو عبیدہؓ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے اور جانے سے  
 پیشتر بیس ہزار فوج یزید بن ابی سفیان شمر بن جہل بن حوشبہ قرظی ہاشمیؓ  
 بن عتبہ مسدبؓ بن سحجہ الفزازی قیس بن مسیرہ المرادی اور عمرو بن  
 مہمل کے زیر کمان اس طرح سے روانہ کی کہ ہر سردار کے ساتھ پانچ  
 ہزار فوج ایک ایک دن کے وقفے سے بھیجی۔ ہر سردار اپنی اپنی فوج کے  
 ساتھ بیت المقدس کے مختلف دروازوں پر جا اترے۔

دس دن کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ بھی خالد بن ولید کے ساتھ

وہاں پہنچ گئے

جو سرداران سے پہلے پہنچ چکے تھے انہوں نے حضرت ابو عبیدہؓ

کو اطلاع دی کہ بیت المقدس کے عیسائی قلعہ بند ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں

اور ہم نے کئی دفعہ کہا بھیجا ہے کہ ہماری حفاظت میں آجاؤ۔ لیکن وہ لڑنے پر آمادہ ہیں۔ اسلئے دو سکھوں کے درمیان مسلمانوں نے قلعہ والوں پر حملہ کر دیا۔ عیسائی نہایت شدت کے ساتھ اوپر سے پتھر برسارے تھے مسلمان تیر اندازوں نے ان کا زور توڑنے کی کوشش کی۔ لیکن قلعہ فتح نہ ہوا اور اس طرح مسلمانوں کو محاصرہ کئے ہوئے چار روز ہو گئے۔

اوپر قلعہ والے بھی پریشان تھے۔ وہ قلعہ بند ہو کر گھبرا رہے تھے شہر کے معزز اور سربراہ اور وہ لوگ بیت المقدس کے قس اعظم کے پاس گئے اور مسلمانوں سے صلح کرنے کی درخواست کی۔ قس اعظم نے کہا کہ اگر مسلمانوں کے خلیفہ یہاں آئیں تو ہم شہر کی چابیاں ان کے حوالہ کر دیں گے۔ وہ لوگ اب قلعہ کی دیوار پر آ کر مسلمانوں کو پکارنے لگے اور صلح کا پیغام دیا۔

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد بن ولید سے مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ جنگ کر کے مسلمانوں کی قیمتی جانیں کیوں ضائع کی جائیں امیر المومنین کو پیغام بھیج دیجئے۔ کہ وہ اگر بیت المقدس پر قبضہ کر لیں چنانچہ حضرت عمرؓ خود تشریف لائے اور قس اعظم نے شہر کی چابیاں ان کے حوالے کر دیں۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاص کو دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ ساحلی علاقہ کی فتح کے لئے روانہ کیا اور حضرت ابو عبیدہؓ کو حلب اور انطاکیہ کی طرف بھیجا تاکہ

ان علاقوں کو فتح کریں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ آپ کے ساتھ تھے۔ قنسرین پہنچ کر آپ نے وہاں کے لوگوں سے معاہدہ کی تجدید کی اور وہاں سے حلب کی طرف روانہ ہو گئے۔

حلب میں وہ بھائی تھے۔ ایک کا نام یزقنا اور دوسرے کا یوحنا تھا۔ انہیں مسلمانوں کی آمد کا حال معلوم ہوا

فتح حلب

تو یوحنا اپنے بھائی یزقنا حاکم حلب کے پاس گیا اور اس سے کہا: مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہونے میں بجز دولت و خوارگی اور شکست کے کچھ بھی حاصل نہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے شہروں اور بڑے بڑے لشکروں کو شکست دی ہے، بہتر ہو گا کہ تم ان سے مصالحت کر کے عافیت کی زندگی بسر کرو۔ لیکن یزقنا نے اس کی نصیحت نہ مانی اور مسلمانوں سے لڑائی کی تیاری کرنے لگا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنی اور حضرت خالدؓ کی روانگی سے قبل حضرت کعب بن جمرہ کو ایک ہزار لشکر کے ساتھ بطور طلا یہ حلب کی جانب روانہ کر دیا تھا۔ اور خود قنسرین سے روانہ ہونے والے تھے کہ تیس رُسلے حلب آپ کے پاس آئے اور مصالحت کی درخواست کی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے حاکم کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ آج صبح آپ کے لشکر کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا ہے اور ہم لوگ اپنی جان و مال کی سلامتی کے لئے آپ سے صلح کرنے آئے ہیں۔

چنانچہ آپ نے کچھ شرائط پر ان سے صلح کر لی لیکن آپ کو بن  
ضمیر اور ان کے ساتھیوں کے غم میں رات بھر نہ سوتے۔ اور یہ گمان کیا  
کہ دشمن نے انہیں ضرور قتل کر دیا ہوگا۔

اوپر اس چھوٹی سی جماعت کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ جب  
حضرت کعب بن عمرو ایک ہزار سواروں کے حلیب پہنچے۔ تو وقتاً پارچ  
ہزار لشکر کو کمین گاہ میں بٹھا کر پارچ ہزار لشکر کے ساتھ آپ کے سامنے آیا۔  
حضرت کو بننے یہ سمجھ کر کہ ایک کے مقابلہ کے لئے پارچ ہیں۔ ان پر  
حملہ کر دیا۔ یکایک کمین گاہ والے لشکر نے حملہ کر دیا۔ اس سے مسلمان سخت  
پریشان ہوئے۔ یہ رات ہی صبح سے شروع ہو کر رات بھر جاری رہی اور  
مسلمانوں کو ناز پڑھنے اور پانی پینے تک کی نوبت نہ مل سکی۔ دو سو مسلمان  
شہید ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود اسلامی لشکر بڑے استقلال سے اور  
حی زور کر لیا۔ اور اپنے سے چار گنا کفار کا صفایا کر دیا۔

صبح کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد  
سے کہا: "مجھے کعب اور ان کے ساتھیوں کے غم میں ات بھر نیند نہیں  
آتی۔"

حضرت خالد نے کہا: "میرا بھی یہی حال رہا۔ سخت تر وہ ہے۔"  
چنانچہ باہمی مشورہ کے بعد لشکر کی روانگی فی الفور عمل میں  
آئی۔ حضرت خالد لشکر کے آگے تھے۔ اوپر تو مسلمانوں کا یہ لشکر حضرت  
کعب کی کمک کے لئے روانہ ہوا۔ اوپر حضرت کعب کے ساتھ یہ صوبہ

پیش آئی کہ حبیب حلب کے زوسا حضرت ابو عبیدہؓ سے رخصت ہو کر شہر میں پہنچے۔ تو ایک بطریق جو یوڈنا کے قلعہ والوں میں سے تھا۔ ان لوگوں سے ملا اور ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ ان لوگوں نے اسے عام شہری سمجھ کر حضرت ابو عبیدہؓ کی گفتگو اور ان سے مصاحبت کا سب حال بیان کر دیا۔ یہ بطریق سیدھا یوڈنا کے لشکر میں گیا اور کہا کہ عنقریب مسلمانوں کا ایک بڑا لشکر یہاں پہنچنے والا ہے اس کے ساتھ ہی اس نے شہر والوں سے صلح کی تمام داستان بھی سناوی۔ یوڈنا یہ سن کر بہت گھبرایا اور فوراً لڑائی بند کر کے اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گیا۔ مسلمان اس امداد غیبی سے بہت مسرور ہوئے اور وہ اپنی قیام گاہ کی طرف واپس چلے گئے۔

حضرت خالدؓ کا لشکر دن پڑھے حلب پہنچا۔ اس وقت مسلمان دن رات کی مسلسل لڑائی سے تھک کر سو رہے تھے۔

یوڈنا نے اپنے قلعہ میں پہنچنے کے بعد شہر والوں پر سختی کے ساتھ مار و جھاڑ شروع کر دی اور ان سے کہا: تم نے مسلمانوں سے کیوں صلح کی ہے۔ اب تمہاری شیر اسی میں ہے کہ مسلمانوں سے صلح تو کر میرے ساتھ ان کے مقابلے میں شریک ہو جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں فنا کر دوں گا۔ مگر اہل شہر نے اس کی یہ بات نہ مانی۔ اس پر اس کے آدمی شہروں کو مارنے لگے۔

اہل شہر کی چیخ و پکار مسلمانوں تک پہنچی تو حضرت خالدؓ اور حضرت

ابو عبیدہ کو یہ خیال گزرا کہ ہماری مسلح کی وجہ سے یوقنا نے شہریوں پر  
سختی شروع کر رکھی ہے چنانچہ حضرت خالد بن ولید مع حضرت ابو عبیدہ  
اور اپنے لشکر کے ان کی امداد کے لئے شہر میں پہنچ گئے اور یوقنا  
کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ میں نشان تھا اور وہ بے جگری سے  
تلوار چلا رہے تھے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے یوقنا کے تین ہزار  
آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے اور یوقنا مع بقیۃ السیف لشکر کے  
بھاگ کر قلعہ میں گھس گیا۔ اہل شہر مسلمانوں کی اس برقت امداد کے  
بے حد محنتوں ہوئے اور دل و جان سے ان کے ساتھ ہو گئے۔  
اس کے بعد حضرت خالد بن ولید نے یہ مشورہ دیا کہ یوقنا کے قلعہ  
کو محاصرہ میں لے کر جلد از جلد فتح کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ توقف  
کی صورت میں رومی فوج کی کمک آگئی تو ہمارے اور قلعہ کے درمیان  
حاصل ہو جائے گی اور قلعہ کے فتح کرنے میں ہمیں بہت وقت کا  
سامنا ہوگا۔ چنانچہ اس رائے کے مطابق مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ  
کر لیا اور اہل قلعہ سے لڑائی شروع ہو گئی۔ مشکل یہ تھی کہ باوجود کوشش  
کے قلعہ میں داخل ہونے کے لئے کوئی راستہ نہ ملتا تھا۔  
ایک رات جبکہ مسلمان دشمن کی طرف سے مطمئن ہو کر اپنی خوابگاہوں  
میں آرام کر رہے تھے یوقنا اپنا لشکر لے کر ان پر آپڑا لشکر میں کھلبلی  
پھیل گئی اور مسلمانوں نے اس منتشر حالت میں ہی دشمن کا مقابلہ شروع کر دیا

حضرت خالد نے اس لڑائی میں نمایاں حصہ لیا۔ آپ کے ہاتھ سے  
بے شمار سپاہی قتل ہوئے۔ یوقنا یہ دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سمیت پھر  
قلعہ میں داخل ہو گیا اور جاتے جاتے چچاس مسلمانوں کو بھی گرفتار کر کے  
لے گیا۔

اس نے ان چچاس مسلمانوں کو فصیل کے ساتھ لٹکا دیا اور  
ایک ایک کر کے ان کے سر کاٹ کر لشکرِ اسلام کی طرف پھینکے۔ مسلمان  
یہ دلخراش منظر دیکھ کر رُپ اٹھے اور سخت برا فرودختہ ہو کر قلعہ پر حملہ کر  
دیا۔ وہ بڑھتے چلے گئے۔ حربِ قلعہ کی دیواروں کے قریب پہنچے تو  
یوقنا نے اپنے تیر اندازوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔ اس سے کافی مسلمان  
شہید اور زخمی ہوئے۔

یوقنا نہایت چالاک اور عیاری تھا۔ اس نے اپنے جاسوس  
مسلمانوں میں چھوڑ رکھے تھے۔ جو اسے سنٹ سنٹ کی خبریں دیتے  
تھے۔ انہوں نے یوقنا کو اطلاع دی کہ مسلمانوں کے چند دستے  
سامانِ رسد لانے کے لئے دُور دُور کے مقامات پر گئے ہیں اور  
وہ شام تک واپس نہیں آئیں گے۔ اس لئے انہیں مع سامان کے  
گرفتار کر لینا چاہیے۔

یوقنا نے یہ سن کر ایک ہزار سوار روانہ کئے۔ وہ قلعہ کے چور دروازہ  
سے نکلے اور پہاڑوں کا چکر کاٹ کر جاسوس کے بتائے ہوئے مقام پر  
پہنچ گئے۔ مسلمان سواروں پر سامانِ رسد لا کر لا رہے تھے کہ رومیوں نے

ان پر حملہ کر دیا مسلمانوں نے نہایت جرات اور دلیری سے مقابلہ کیا لیکن  
تعداد میں بہت ہی تھوڑے تھے اس لئے اکثر شہید ہوئے اور صرف چند  
جان بچا کر اپنے لشکر میں آسکے۔ رومیوں نے مسلمانوں کے مال و اسباب  
اور بازار واری کے جانوروں پر قبضہ کر لیا اور قلعے کے قریب پہاڑوں  
میں چھپ گئے۔

جب حضرت ابو عبیدہؓ کو اس سانحے کا علم ہوا تو آپ نے حضرت  
خالدؓ کو بلا لیا اور ان سے تمام کیفیت بیان کی۔

حضرت خالدؓ نے کہا: "اپنے مظلوم بھائیوں کا انتقام لینے  
کے لئے میں تہا روانہ ہوں گا۔" حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا: "آپ تنہا  
نہ جائیں۔ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا: "اگر وہ ایک ہزار بھی ہوں گے۔ تو  
بفضل ایزدی میں تنہا ان کا مقابلہ کروں گا۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا: "آپ کا یہ کہنا بالکل بجا ہے۔ اور  
آپ تنہا ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ازراہ احتیاط اپنے ہمراہ حضرت  
خضرؓ جیسے آدمیوں کو ضرور لے لیں۔"

چنانچہ حضرت خالدؓ چند ہمراہیوں کے ساتھ موقع واردات  
پر پہنچے اور دیکھا کہ مسلمانوں کی لاشیں بے گور و کفن پڑی ہیں۔ اور  
جنگل کے لوگ اہل عرب کی باز پرس کے خوف سے ان کے گرو بیٹھے  
رورہے ہیں۔ حضرت خالدؓ کو دیکھ کر انہوں نے فریاد کی۔ آپ نے



ترجمان سے معلوم کیا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ ترجمان نے کہا کہ یہ لوگ سبکے  
ساتھیوں کے قتل سے اپنی بیگناہی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں  
کہ ہم آپ کی امان میں ہیں۔

یہ سنا کر حضرت خالدؓ نے ان کے اس قول پر ان سے قسم طلب  
کی۔ انہوں نے قسم کھا کر اپنی بیگناہی سے آپ کو مطمئن کر دیا۔ آپ نے  
ان سے پوچھا کہ وہ کون لوگ تھے۔ جو ہمارے ساتھیوں پر آپڑے؟  
انہوں نے کہا: یوقنا کے ایک بطریق نے حین کے ساتھ ایک ہزار جنگجو  
سوار تھے۔ یہ ظلم کیا ہے۔ اور یوقنا کے جاسوس ہمارے لشکر میں گشت  
کرتے ہیں اور ہمارے خبریں اُسے پہنچاتے ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ وہ  
کس راہ سے گئے ہیں؟ انہوں نے ایک پگڈنڈی کی طرف اشارہ کرتے  
ہوئے جواب دیا کہ اس راہ سے پہاڑ کے اوپر گئے ہیں۔

حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ انہوں نے ہمارے  
خوف کی وجہ سے عام راستہ چھوڑ دیا ہے۔ اور دوسرے راستے سے قلعہ  
میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ پھر آپ نے ایک راہبر ساتھ لے کر پہاڑ کی راہ  
اختیار کی۔ اور چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سب راستے  
ملتے تھے۔ آپ اس مقام پر چھپ کر بیٹھ گئے۔

جب رات ہوئی۔ تو اچانک ایک طرف سے گھوڑوں کی ٹاپ  
سنائی دی۔ دیکھا تو بطریق اپنے لشکر کے آگے آگے چلا آتا تھا۔ حضرت  
خالدؓ نے کہیں گاہ سے نکل کر اسے لٹکارا۔ آپ کے ہمراہی بھی نکل آئے

آپ نے اس بطریق کو یقیناً سمجھ کر تلوار کی ایک ہی ضرب سے دو ٹکڑے کر دیا۔  
پھر یقیناً شکر پر مسلمانوں کی تلواریں پڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے  
ایک بھی زندہ نہ بچا۔ دشمن کو ختم کرنے کے بعد آپ مالِ فینیت لے کر  
حضرت ابو عبیدہ سے آئے۔

حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا کہ ہم دشمن اور اسکی  
چالوں سے قائل رہتے ہیں۔ اسلئے مصلحت یہ ہے کہ آپ لشکر پر نگہبان  
اور جاسوس مقرر کریں جو شب و روز گشت کر کے دشمن کی حرکات و  
سکناات سے ہمیں آگاہ کرتے رہیں۔

حضرت ابو عبیدہ نے فوراً اس کا انتظام کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا  
کہ اگر قلعہ کی طرف کوئی چڑیا بھی اڑ کر جاتی تھی۔ تو مسلمان چوکنے ہو جاتے تھے  
یہ انتظام اور سخت محاصرہ کچھ عرصہ تک قائم رہا۔ اس کے بعد مسلمانوں  
نے کچھ جگہ چھوڑ کر فاصلہ پر پڑاؤ کیا۔ تاکہ دشمن کو قائل پا کر حملہ کرنے کا موقع  
مل جائے۔ لیکن یوقنانہ تو قلعہ سے نکلتا تھا اور نہ قلعہ کے دروازے  
کھولتا تھا۔

ایک دن حضرت خالدؓ فہجد اومیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار  
ہو کر گشت کو نکلے۔ آپ نے ایک عرب کو بل اورٹھے دیکھا۔ آپ اسے  
نہ پہچان سکے اور کہا: تو کس ملک اور قبیلہ کا ہے؟ اس نے کہا کہ میں  
میں سے آیا ہوں۔ آپ نے پھر اس سے قبیلہ دریافت کیا تو اس نے کہا  
کہ میں قبیلہ بنوعسان سے ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت خالدؓ نے اسے پکڑ لیا

اور کہا کہ "تو عرب تنفر ہے اور دشمن کی طرف سے جاسوسی کے لئے آیا ہے۔" پھر اسے حضرت ابو عبیدہؓ کے سامنے لے گئے اور اس سے کہا کہ "اگر تو مسلمان ہے تو نماز ادا کر یا بلند آواز سے قرآن عزیمت پڑھ۔" مگر وہ دونوں میں سے ایک بھی کام نہ کر سکا۔ اور اپنے جاسوس ہونے کا اقرار کر لیا اور کہا کہ "میرے ساتھ دو جاسوس اور بھی تھے جو واپس چلے گئے ہیں۔" پھر اس سے کہا گیا کہ "تیری سزا قتل ہے۔" مگر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ لہذا اسے معاف کر دیا گیا۔

اس واقعے سے چار پارچہ ماہ بعد تک مسلمان قلعہ کو گھیرے رہے لیکن اسے فتح کرنے کی کوئی راہ نظر نہ آئی۔ یہاں تک کہ وائس ابوالہول پارچہ عدد سواروں کے ساتھ کمک لے کر پہنچا۔

وائس ابوالہول کی رائے سے حضرت ابو عبیدہؓ نے تمام لشکر کو قلعہ کے سامنے اتار دیا۔ لیکن ۲۷ دن کے مزید محاصرہ کے بعد باوجود اس کے کہ وائس نے ہر طرح کی چالیں چلیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ پھر وائس نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کہ "اب میری رائے یہ ہے کہ آپ تیس بہادر میرے ساتھ کر دیں۔ جو میرے حکم سے کسی حالت میں بھی انحراف نہ کریں اور آپ یہاں سے کوچ کر کے ایک فرسخ دور چلے جائیں۔ جس وقت ہم آپ کو خبر دیں فوراً قلعہ پر وھاو اہل دیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو قلعہ فتح ہو جائے گا۔"

اس قرار و لو کے بعد لشکر کوچ کر گیا اور وائس مع اپنے تیس

ساتھیوں کے رات کی تاریکی میں قلعہ کے قریب چھپ گئے جب اُدھی رات گزری تو انہوں نے قلعہ کو چاروں طرف سے دیکھا معلوم ہوا کہ ایک طرف سے ایک بروج دوسرے بروج سے کسی قدر نیچا ہے چنانچہ وہ اپنے تئیں آدمیوں کے ساتھ اس بروج کے نیچے آئے۔ اور اپنے ہر اہل سمیت بروج میں پہنچ گئے۔ بروج کا رومی چونکہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اس پر آسانی سے قابو پالیا گیا۔ اس کے بعد وہ اس نے قلعہ کے دوسرے حصوں میں جا کر دیکھا کہ یوقنا اور اس کے ساتھی کھانے پینے میں مصروف ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ خاموشی سے واپس آگئے اور اپنے ساتھیوں سے سارا حال کہہ دیا۔ پھر چپکے سے قلعہ کے دروازوں پر پہنچے۔ دروازے کھول دئے اور جو سپاہی وہاں موجود تھے انہیں مار ڈالا۔

اب صبح ہونے والی تھی۔ اور یوقنا کو مسلمانوں کے آنے کی خبر مل گئی تھی۔ وہ حیرت زدہ ہو گیا کہ مسلمان کس طرح قلعہ میں داخل ہو گئے اور ہر مسلمانوں نے تکبیر کہہ کر حملہ کر دیا۔ اتنے میں رومی فوج بھی لیس ہو چکی تھی۔ چنانچہ کافی دیر لڑائی ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق وہ اس اہل اول کے جسم پر تتر زخم آئے۔

عولیم بن خارج سے جو وہ اس کے ساتھ حلب کے قلعہ میں تھے۔

روایت ہے کہ جب ہم میں سے آٹھ آدمی شہید ہو گئے اور چار ہزار مسلمان کفار کے مقابلہ میں ہم صرف بائیس آدمی رہ گئے۔ تو اچانک حضرت خالدؓ ایک ہزار سواروں کے ساتھ پہنچ گئے۔ جب رومیوں نے حضرت خالدؓ

کی آمد کی خبر سنی تو وہ قلعہ کے اوپر چڑھ گئے اور امان - امان پکاسنے لگے اور اپنے مختیار پھینک دئے۔ اتنے میں حضرت ابو عبیدہؓ بھی مع لشکر کے وہاں آگئے اور لوگوں کو امان دے دی۔ پھر وہیں کے مرد اور عورتوں کے سامنے لائے گئے اور حضرت ابو عبیدہؓ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ یوقنا نے اسلام قبول کیا اور اس کے ساتھ ہی بہت سے اور بھی بھی مسلمان ہو گئے اور اس طرح حلب بھی فتح ہو گیا۔

**فتح انطاکیہ** حلب کو فتح کرنے کے بعد شکر اسلام نے انطاکیہ کا رخ کیا۔ ان دنوں شاہ بہر قل بھی انطاکیہ میں تھا اور مسلمانوں کی فتوحات اور رومن امپائر کا انجام دیکھ رہا تھا۔ رومی بہر میدان میں مسلمانوں سے شکست کھا رہے تھے اور اس کا اقتدار بڑی تیزی سے ختم ہو رہا تھا۔ جب اسے بیت المقدس اور حلب کی فتح کا حال معلوم ہوا۔ تو اس کی پریشانی حد سے بڑھ گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا اس کے بس کی بات نہیں۔ اس کے پاس دولت، فوج اور ساز و سامان کی کمی نہ تھی۔ لیکن مسلمانوں کے سامنے اس کی پیش نہ جاتی تھی۔ نہ دولت کا لالچ مسلمانوں کو ڈو لگا سکا اور نہ اس کی آہن پوش فوجیں مجاہدوں کو مرعوب کر سکیں۔ ایک آندھی تھی کہ پھیلتی جا رہی تھی۔ ایک طوفان تھا کہ ہر کاوٹ کو بہاتا ہوا بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

شاہ بہر قل مسلمانوں کے ہاتھوں کئی چہرے کے سہہ چکا تھا۔ لیکن

بیت المقدس اور حلب کی فتح ایک ایسی چوٹ تھی کہ اس کا یقین  
 ڈالواں ڈول ہو گیا اور اس نے اپنے مشیروں کو بلا کر اپنے آپ کو  
 بہلانے کی ایک آخری کوشش کی۔ اس کے مشیروں میں جلد بن ایہم  
 عسائی بھی شامل تھا۔ جو جنگِ یرموک سے جان بچا کر بھاگ آیا تھا۔

شاہِ ہرقل نے اپنے مشیروں سے کہا: ”مجھے یقین ہے کہ اب  
 مسلمان سارے ملکِ شام پر قابض ہو جائیں گے۔ انطاکیہ شام کا آخری  
 شہر ہے اور آج کل میں وہ یہاں بھی آیا چاہتے ہیں۔ اگر اس پر بھی ان کا  
 قبضہ ہو گیا تو سمجھ لو کہ شام کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ اس کے بعدارض  
 شام میں ہمارے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ مجھے تعجب ہے کہ اتنی طاقت  
 اور وسائل کے باوجود ہم ایک جگہ بھی انہیں شکست نہیں دے سکے۔

میرے بڑے بڑے سالاران کے سامنے بے بس ہو گئے اور لاکھوں  
 سپاہی گاجر موٹی کی طرح کٹ گئے۔ افسوس کہ ایک ایسی قوم جو ہمیشہ  
 ہماری مطیع اور تابع فرمان رہی۔ جس نے ہمیشہ ہم سے خوف کھایا اور  
 ہمارے رحم و کرم اور سخاوت کی بدولت زندہ رہی ہم پر غالب آگئی  
 اور ہم ایسے بے بس ہو گئے۔ جیسے کوئی قدرت ہی نہیں رکھتے۔“

ہرقل کی یہ باتیں سنا کر جلد بن ایہم نے کہا: ”اے بادشاہ! میرے  
 خیال میں مسلمانوں کو مغلوب اور منتشر کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے  
 اور وہ یہ کہ کسی طرح ان کے خلیفہ کو قتل کر دیا جائے۔ ان کا خلیفہ ہی  
 ان کی تمام سرگرمیوں کا مرکز ہے۔“

ہر قتل نے کہا: لیکن جب تک خلیفہ قتل ہوگا۔ وہ ہمارا اقتدار ختم کر چکے ہوں گے اور پھر ہم میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکیں۔“

جبکہ بن ایہم نے کہا: اس وقت تک ہم جم کر ان کا مقابلہ نہیں کریں گے۔ بلکہ منتشر ہو کر چھوٹی چھوٹی جنگوں میں انہیں الجھائے رکھیں گے۔“

ہر قتل کو جبکہ بن ایہم کا یہ مشورہ پسند آیا اور اسی وقت ایک شخص واثق نامی کو مدینہ روانہ کیا گیا تاکہ حضرت عمرؓ کو قتل کر دے۔ جب واثق مدینہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ دوپہر کو ایک درخت کے نیچے سویا کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے دن وہ اس درخت پر چڑھ کر چھپ گیا۔ حضرت عمرؓ آئے اور چٹائی بچھا کر سو گئے۔ جب واثق نے نیچے اتر کر وار کرنے کا قصد کیا تو حضرت عمرؓ کی بیٹ سے ہاتھ پاؤں قابو میں نہ رہے اور حضرت عمرؓ خود بخود بیدار ہو گئے۔ یہ واقعہ دیکھ کر واثق کے دل پر بہت اثر ہوا اور اس نے سوچا کہ ایسے شخص کو کون مار سکتا ہے۔ جس کی حفاظت قدرت خود کرتی ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت عمرؓ سے اپنے آنے کا سارا حال کہ سنایا اور اس کے بعد کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

واثق کو مدینہ روانہ کرنے کے بعد ہر قتل نے اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا اور شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کے انتظار میں ڈیرے ڈال دئے۔

تھوڑے عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر بھی انطاکیہ پہنچ گیا۔ ہر قتل کو ان کی آمد کا  
اس وقت علم ہوا جب وہ آہنی پل پر قبضہ کر چکے تھے۔

حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابو عبیدہ کو مشورہ دیا کہ ہمیں  
یہیں کمپ لگا دینا چاہیے اور ساسے جو کھلی جگہ ہے اسے لڑائی کے  
لئے چھوڑ دینا چاہیے۔ حضرت ابو عبیدہ کو حضرت خالد کا یہ مشورہ پسند  
آیا اور لشکر اسلام وہیں رک گیا۔

دو سکرون دونوں لشکر صف آرا ہوئے۔ رومیوں کا ایک پہلوان  
بطور میں نامی میدان جنگ میں نکلا اور مسلمانوں کی طرف سے واسی ابو الہول  
میدان میں گئے۔ کچھ دیر جنگ ہوتی رہی لیکن واسی کے گھوڑے نے  
ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑے۔ رومی پہلوان نے بڑھ کر انہیں گرفتار کر  
لیا اور اپنے کمپ میں چھوڑ آنے کے بعد پھر آکر لٹکانے لگا۔

اب مسلمانوں کی طرف سے ضحاک آگے بڑھے۔ ضحاک نے حضرت  
خالد سے مشابہت رکھتے تھے اس لئے رومی سپاہی اپنے بہادر کو  
خوب داد دے رہے تھے۔ اسی محل میں بطور میں کا خیمہ رستی ٹوٹ  
جانے سے گر پڑا۔ اسی خیمے میں دو سپاہی ابو الہول کے گرد پہرہ دے  
رہے تھے۔ انہوں نے گنبار ٹ میں ابو الہول کو رہا کر دیا۔ ابو الہول نے  
رہا ہوتے ہی دونوں سپاہیوں کو قتل کر ڈالا اس کے بعد اس نے خیمہ  
میں سے بطور میں کی تلوار نکالی و رومی پہنچا اور گھوڑے پر سوار ہو کر رومیوں  
میں چلا گیا۔ یہاں اس نے جبذ بن ایہم کو دیکھا جو اپنی قوم میں بڑی



شان سے ٹپل رہا تھا۔ اس نے بڑھ کر حبیبہ پر تلوار کا وار کیا اور گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے لشکر میں آگیا۔ ادھر ضحاک اور بطورس ٹھک کر اپنے اپنے لشکر میں لوٹ آئے۔

حضرت ابو عبیدہ اپنے بہادر کے آنے پر بڑے خوش ہوئے اور اسے فتح کی علامت سمجھا۔ ادھر رومیوں میں اس واقعہ سے بہت بددلی پھیل گئی۔ جبکہ بن ایہم کا بھتیجا مارا جا چکا تھا اور ہرقل کو بھی اپنی موت سامنے دکھائی دے رہی تھی چنانچہ اس نے اپنے ایک غلام بالیس کو جس کی شکل و شبہت اس سے ملتی تھی۔ اپنا تاج پہنا دیا اور خود چپکے سے قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔

دوسرے دن لشکر اسلام نے صفیں درست کرتے ہی حملہ کر دیا حضرت خالد دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور جس طرف جاتے دشمن کی صفیں صاف کر دیتے اس دن مسلمانوں نے اس قدر تیغ نشانی کی کہ دشمن کے ستر ہزار آدمی قتل ہوئے اور چالیس ہزار زندہ گرفتار ہوئے گرفتار ہونے والوں میں بالیس بھی تھا۔ جسے بادشاہ سمجھ کر گرفتار کر لیا گیا تھا جبکہ ابن ایہم قسطنطنیہ بھاگ گیا اور باقی لشکر تیر تیر ہو گیا۔ انطاکیہ کی فتح سے کل ملک شام مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

فتح انطاکیہ کے بعد سارے شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن اس کی حفاظت

**سمرقند کی تیسری علاقے کی تیسری**

کے لئے نواحی علاقے کو فتح کرنا ضروری تھا چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے

میسرہ بن مسروق کو شمال کے پہاڑی اضلاع کی طرف اور حضرت خالد بن ولید کو دریائے فرات کی جانب مختصر سی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔

حضرت خالد کو دریائے فرات تک کا علاقہ فتح کرنے میں کوئی وقت پیش نہ آئی۔ ہر طرف ان کے نام کی شہرت اور زبردہ تھا جو نہی دشمن کو ان کی آمد کی خبر ہوتی وہ وہشت کے مارے بغیر مقابلہ کے ہتھیار ڈال دیتا چنانچہ یہ علاقہ فتح کرنے کے بعد وہ حضرت ابوعبیدہ سے آئے۔

حضرت میسرہ بن مسروق کی قیادت میں جو لشکر روانہ ہوا تھا وہ پہاڑی راستوں میں

## جنگ مرج القباہل

سے گزرتا ہوا پانچویں دن مرج القباہل کی وادی میں پہنچ گیا۔ یہاں اگر مسلمانوں کو علم ہوا کہ ایک بہت بڑا رومی لشکر کچھ فاصلے پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ سردار لشکر نے سوچا کہ اگر ہم نے اس کھلے میدان میں جا کر دشمن کا مقابلہ کیا تو ہمارے مٹھی بھر سپاہی کچھ نہ کر سکیں گے۔ اس لئے وہ وہیں رُک گئے۔ جب رومیوں کو مسلمانوں کے قیام کا پتہ چلا تو وہ بڑا کر مسلمانوں کے مقابلے کو آئے۔

دو دن جا نہیں نے لڑائی کے لئے صف آرائی کی۔

رومیوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنی قوت ایمان پر۔ کئی روز تک لڑائی جاری رہی۔ مجاہدین اسلام کی یہ مختصر سی جماعت مضبوط اور توانا سرحدی قبائل سے برسریکا رکتی کفار کثیر تعداد میں تھے۔ اور مسلمان روز بروز شہید ہو کر کم ہو رہے تھے۔

کفار یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اسی طرح کم ہوتے ہوتے کوئی دن میں  
مسلمان مغلوب ہو کر ہتھیار ڈال دیں گے لیکن مجاہدین کی یہ قلیل سی جماعت  
کسی طرح پیچھے نہ ہٹتی تھی۔

مسلمانوں نے ایک قاصد حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں روانہ  
کیا تاکہ انہیں صورت حال سے مطلع کرے چنانچہ جب قاصد نے انہیں  
تمام حالی سنایا تو انہیں بہت رنج ہوا۔ کفار کی کثرت اور تنگ و تاریک  
گھاٹیوں میں مسلمانوں کی بے کسی ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور  
انہوں نے اپنے جرنیلوں کو مشورے کے لئے طلب کیا۔

حضرت خالد بن ولید نے کہا: آپ مسلمانوں کی حالت سے  
بہتر پریشان رہیں۔ میں ابھی قرات کی مہم سر کر کے آرہا ہوں لیکن جب سے  
میں نے یہ سنا ہے کہ مسلمانوں کو بھیر بکریوں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے  
میرا خون کھول رہا ہے۔ وہ مجاہدین جو دین اسلام کی حفاظت کے لئے  
پیدا ہوئے ہیں۔ آج خون میں نہا رہے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ  
انہوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے ہیں اور آخری دم تک لڑنے  
کا ہتھیہ کر لیا ہے۔ کاش! میرے گھوڑے کو پر لگ جائیں تو میں ابھی  
وہاں پہنچ جاؤں۔

چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے فوراً تین ہزار جوانوں کو حضرت خالد  
بن ولید کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ یہ سوار بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سرحدی  
علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔

مسلمان اب تک بڑے جوصلے سے لڑ رہے تھے۔ ایک روز رومی  
 کے ایک بہت بڑے پہلوان نے چیلنج دیا کہ کوئی مسلمان میرے مقابلہ کو  
 آئے۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت عبداللہؓ کے بڑے رومی پہلوان  
 حضرت عبداللہؓ کو گھوڑے سے کھینچ کر اپنے لشکر میں لے گیا۔ اس پر  
 مسلمانوں کے سردار صبیح بن مسروق میدان میں نکلے اور حضرت عبداللہؓ  
 کا بدلہ لینے کے لئے بڑی شدت سے حملے کرنے لگے۔ اتنے میں انہیں دور  
 سے گردوغبار اڑتا دکھائی دیا۔ مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا جسے سن کر  
 رومی پہلوان فوراً بھاگ کر اپنے لشکر میں چلا گیا۔

حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اس  
 روز فریقین نے مزید جنگ نہ کی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ پر چلے گئے  
 رات بھر حضرت خالدؓ جنگ کی تیاری کرتے رہے اور دوسرے  
 روز لشکر اسلام نہایت مستعدی سے میدان میں نکلا۔ رومی حضرت خالدؓ  
 کی آمد کی خبر سن کر ڈر گئے اور صلح کا پیغام بھیجا۔

حضرت خالدؓ نے جواب دیا: "ہماری طرف سے دو شرطیں ہیں  
 یا تو اسلام قبول کرو یا جزیرہ دے کر ہماری حفاظت میں آ جاؤ ورنہ یہ تلوار  
 جو کسی روز سے تمہارے خون کی پیاسی ہے فیصلہ کرے گی۔"

رومیوں نے ایک دن کی مہلت مانگی حضرت خالدؓ نے انہیں سوچنے  
 کے لئے ایک دن اور دے دیا۔ دوسرے روز جب لشکر اسلام میدان میں  
 نکلا تو رومیوں کی طرف بالکل سکوت تھا وہ راتوں رات اپنا سب سامان

چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئے تھے مسلمانوں نے سامانِ جنگ اکٹھا کیا اور  
 واپس لشکرِ اسلام میں آئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی ہمت ہی اس قدر تھی  
 کہ دشمنانِ اسلام پر ان کا نام سنتے ہی لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔  
 حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو فتح کی خوشخبری کے ساتھ  
 حضرت عبداللہؓ کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ نے ہر تہل  
 والے روم کو لکھا جس نے بہت سے مخالفین کے ساتھ حضرت عبداللہؓ  
 کو واپس بھیج دیا۔

اس فتح کے بعد ان تمام اطراف میں مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

رس قح کے بعد تمام اطراف میں مسلمانوں کا  
 قبضہ ہو گیا  
 حضرت عبداللہؓ کی گرفتاری کی اطلاع دی

فائدہ حجاز راہ حتیٰ ان مسافروں کا دستاویز ہے  
 منجھوں نے کبھی بدو صبیح کبھی ہر گور کبھی قادیان صبیحہ کا صبیحہ  
 منازل دیکھے ہیں علت اسلحا صبیحہ کا لینی دور حدیثی کا لکھنا  
 اور عمر خاندان سے زیادہ شایانک ہیں

## حضرت خالد بن ولید کی وفات

دنیا میں بڑے بڑے فاتحین پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے بڑے  
 بڑے ملکوں پر حکومت کی ہے۔ ان فاتحین میں ہیولین سکندر اور تیمور  
 کے نام بہت مشہور ہیں لیکن جو شہرت اور نیک نامی حضرت عمرؓ کو حاصل  
 ہے۔ وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی حضرت عمرؓ نے جو علاقہ فتح کیا  
 وہاں انہوں نے اس حسن تدبیر سے کام لیا کہ سارے ملک کی ایک ہی  
 حالت کر دی۔

جب ملک شام فتح ہو گیا تو انہوں نے مسلمانوں کو مزید فتوحات  
 کی اجازت نہ دی اور جس قدر ملک فتح ہو چکا تھا اس کے انتظام کی  
 طرف توجہ کی چنانچہ منقیحہ علاقے کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے گورنر  
 مقرر کئے۔

حضرت خالدؓ کو قنسٹرین کا گورنر مقرر کیا گیا۔ لیکن آپ کچھ عرصہ

بعد مستحفی ہو کر بدنیہ متوڑ رہ چکے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پانچویں یا چھٹے سال حضرت خالد نے مدینہ میں وفات پائی آپ مرض الموت میں فرماتے تھے "میں نے عرصہ تک مشرکین کے خلاف جہاد کیا اور کبیروں جنگوں میں حامی شہادت کی طلب میں جان توڑ کر لڑائی کی۔ اپنے آپ کو بارہا ہزاروں کفار کے زخمی میں ڈال دیا۔ لیکن افسوس شہادت کی آرزو پوری نہ ہوئی میرے جسم پر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار تیر یا نیزے کا نشان نہ ہو۔ لیکن افسوس مجھے موت نے بستر پر آویزاں کیا۔ میرا ان جہاد میں شہادت نصیب نہ ہوئی۔"

اسلام کا یہ بہادر سپاہی بھی حسرت لئے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس نیکدلی اور سچے صلے سے حضرت خالد نے امیر المومنین کے احکام کی تعمیل کی۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ فوجوں کا سپہ سالار قدرت رکھتا تھا کہ اپنے احکام منوالے لیکن جس نے اپنے آپ کو اہل خدا میں وقف کر دیا ہو وہ ذاتی نشان و شوکت کا محتاج نہیں ہوتا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب ان کے اثاثے کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ نے ایک غلام، ایک گھوڑے اور چند ہتھیاروں کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا۔

اللہ! اللہ! اونیہا کا سب سے بڑا جزیل اور ذاتی اثاثے کی کیفیت اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی زندگی کا مقصد نہ ذاتی وجاہت تھا اور

نہ پر تکلف زندگی۔ بلکہ راہِ خدا میں شہادت کی طلب ہی انکا مقصدِ حیات تھا۔ ان کی جان اللہ کی راہ میں وقف تھی اور مال بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف ہوا۔

جب حضرت عمرؓ کو ان کی وفات کی اطلاع ملی۔ تو بے حد غمگین ہوئے اور انہوں نے فرمایا: "مسلمانوں کو ایک ایسا نقصان پہنچا ہے۔ جس کی تلافی ناممکن ہے۔ حضرت خالدؓ ایسے جرنیل تھے کہ اب شاید ہی کوئی ان کی جگہ لے سکے۔ وہ دشمن کے لئے مصیبت تھے۔"

جب حضرت خالدؓ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ تو آپ کی ہمیشہ فاطمہ بنت ولید اپنے بھائی کی مفارقت میں جگر خراش نالہ و فغاں کرتی تھیں اس وقت حضرت عمرؓ بھی برواشت نہ کر سکے اور بے اختیار انکے آنسو نکل آئے۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کی والدہ کو بکھار کے بیٹے کے غم میں ہڈیوں کا ٹھانچہ رہ گئی تھیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون بی بی ہیں؟ جو اس قدر مغموم و پریشان ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ خالدؓ بن ولید کی والدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: "خوش قسمت ہے وہ ماں جس کے لہن سے خالدؓ جیسا فرزند پیدا ہوا۔" پھر فرمایا: "جب تک نعمت موجود ہو اس کی قدر نہیں کی جاتی۔ لیکن جب وہ ضائع ہو جائے تو اس کی قدر و منزلت پہچانی جاتی ہے۔"



ایک دفعہ عرب کا ایک شاعر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔  
 آپ نے فرمایا: مجھے خالد بن ولید کے متعلق اپنے اشعار سناؤ۔ وہ عرب کا  
 بہترین شاعر تھا۔ لیکن اشعار سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم  
 خالدؓ کا حق نہیں ادا کر سکتے۔

۲۰

وہ جو پختہ زندہ سینا جانسی کو اپنے قصیدے  
 نور شمشیر سے لکھا کرتی ہے آزادی کے نخلستان  
 اس سرزمین پر اہلاتے ہیں جہاں کی مٹی شہیدوں  
 کے خون سے لالہ زار کوئی تاب  
 کرتی ہے اور غم میں اُسیدہ وقت ضرور آتا ہے

جب قلم کا نینٹ ٹھوڑا رہے تو پھر زیادہ کہہ سکتا ہے  
 کوئی ہے کہہ کر پھر کیا حکم ہے کہ ہر کے خون کی  
 پیمائش کا اہم کرنا ہے پھر لوگوں کی متعلق سے

## دنیا کا سب سے بڑا جرنیل

آج قومی عصبیت کا دور دورہ ہے۔ دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے تاریخ نویس اس بات پر زیادہ سے زیادہ زور صرف کرتے ہیں کہ ان کے ہیرو کو دنیا کا سب سے بڑا انسان تسلیم کر لیا جائے۔ تاریخوں میں بے شمار ایسے نام ملتے ہیں جن کے ساتھ فارغ اعظم، "عظیم الشان سپاہی" "دربار کا سب سے بڑا جرنیل" وغیرہ القاب لکھے ہوئے ہوں گے لیکن اگر کوئی مورخوں کے علم کردہ ان اعزازات کو دلیل اور انصاف کی ترازو میں تولنے لگے تو باپوسی اور افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ تحقیق کرنے والا دیکھے گا کہ محض قوم پرستی کے جوش میں بعض ان لوگوں کو بھی ان معزز خطاب سے نوازا دیا گیا ہے جن کے قابلِ نفرت کارناموں کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں انہیں اونے اسی پوزیشن بھی نہیں ملنی چاہیے تھی۔

لیکن حضرت خالد بن ولید کے حالات پڑھنے کے بعد ہر انصاف پسند

اور صاف ذہن رکھنے والا انسان محسوس کرتا ہے کہ اسلام کے اس عظیم الشان  
 سپاہی کے نام کے ساتھ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل بہت اونے ورجے کا  
 خطاب ہے۔ اس کے مجیر العقول کا زمانے نیل بن کر قدم قدم پر مٹا لیتے  
 ہیں کہ نہ صرف اسلام کی بلکہ دنیا کی تاریخ میں اسے وہ مقام دیا جاتا جیسے  
 جس کا مستحق دنیا کے کسی فاتح، کسی جرنیل اور کسی سپاہی کو نہیں سمجھا گیا۔  
 یقیناً دوسری قوموں اور ملکوں کی تاریخوں میں بھی ایسے لوگوں کے  
 تذکرے ملتے ہیں گے جنہوں نے اپنی تلوار اور تدبیر کی بدولت زمانے سے  
 اپنا لوہا منوایا جنہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کر کے قوموں کی قسمتیں اور  
 دنیا کا نقشہ بدل دیا لیکن اپنی پوری پوری زندگیوں میں کتنی بار انہوں نے  
 یہ کارنامے انجام دیے؟ جن قوموں اور ملکوں کو انہوں نے شکست دی۔  
 ان کی حریفی قوتیں کیا تھیں اور خود ان کے جلد میں کتنی قوموں کا پھر پھیر  
 تھے؟

اگر ان سوالوں پر غور کیا جائے۔ تو دنیا کے فاتحین کو حضرت خالد  
 بن ولید کے مقابلے میں ہرگز نہیں لایا جاسکتا۔ تاریخ شاید سے کہ ہمیشہ  
 قوت کے نشے میں سرشار ہو کر طاقتور قوموں نے اپنی کمزور ہمسایہ قوموں  
 پر یلغار کی اور شہنشاہوں کے تنخواہ دار موزیوں نے ظلم و زیادتی کی ران  
 دانشانوں کو شجاعت و شہامت کا ملمع چڑھا کر تاریخ کے دراق کی زینت بنا دیا  
 بخت نصر، جولیس، اسکندر، پورٹین اور دنیا کے دوسرے فاتحین  
 کی دانشانوں کا تجزیہ کرنے کے بعد صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ طاقت نے

مکزی کو کثرت نے قذت کو اور ظلم نے مظلومی کو فتح کیا۔

ان فاتحین کی داستانوں میں حضرت خالد بن ولید کی داستان

ایسا رنگ کہاں کہ ہمیشہ مظلومی نے ظلم کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا ہو۔

قذت نے کثرت کو چیلنج کیا ہو۔ بے سرو سامانی نے ساز و سامان والوں

مکری ہو۔ پاپیادہ غازیوں نے آہن پوش سواروں کو نیچا دکھایا ہو۔

دنیا کے دوست کے فاتحین کی داستانوں میں ایسے تانے بندے بکڑے

کہاں کہ جنگ یرموک میں دشمن کی ساٹھ ہزار فوج کے مقابلے کے لئے

حضرت خالد صرف ساٹھ مجاہد لے کر نکلتے ہیں اور اس شان سے فتح حاصل

کرتے ہیں کہ دشمن کو پیٹھ پھیر کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

جنگ یرموک میں مسلمانوں کی تعداد کل تین ہزار تھی اور رومی ایک لاکھ

سے اوپر تھے پھر حضرت خالد نے ایسے وقت فوج کی کمان سنبھالی تھی

جب حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن واہب

تین جلیل القدر سالاروں کی شہادت کے باعث مسلمانوں کے حوصلے

پست ہو رہے تھے لیکن انہوں نے اپنی خدا داد قابلیت اور بے شمار

شجاعت سے ایک لاکھ رومیوں کو شکست فاش دی۔

حضرت خالد کی یہ کتنی بڑی خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی

میں کم و بیش سوا لاکھ لڑیں جن میں ان کی فوجی طاقت دشمن کے

مقابلہ میں پانچ لاکھ کے برابر ہوتی تھی لیکن کسی ایک لڑائی میں بھی شکست نہیں کھائی

و اگر لو کی شکست کا حال پڑھ کر ہمیں زولین کے یہ الفاظ بالکل نڈا

معلوم ہوتے ہیں کہ "ناممکن جہل لفظ ہے اسے لغات سے خارج کر دینا چاہیے"

لیکن حضرت خالدؓ کی زندگی کا ہر واقعہ اس فقرے پر گواہی دیتا ہے۔

حضرت خالدؓ کو عراق میں حضرت ابوبکرؓ کا خط ملتا ہے کہ ابوعبیدہؓ

کی امداد کے لئے فوراً روانہ ہو جاؤ۔ وہ شام کی طرف کوچ کرنے کا قصد

فرماتے ہیں اور عین التمر کی راہ سے جو سب سے قریب راستہ ہے، حدود

شام میں داخل ہونے کی تجویز پیش کرتے ہیں۔ اس دشوار گزار صحرا کی مشکلات

سے واقفیت رکھنے والے حضرت رافعؓ حضرت خالدؓ کو مشورہ دیتے ہیں

کہ عین التمر کی راہ سے شریف لے جانے کا قصد ترک فرما دیجئے کیونکہ اس

موقوفہ صحرا میں قدم رکھنا جان بوجھ کر موت کو دعوت دینا ہے یہ ایسا راستہ

ہے کہ پانچ دن کی منزل میں پانی کا ایک قطرہ بھی کہیں سے دستیاب نہ ہوگا

سواری اور بار برداری کے جانوروں کا ہلاک ہو جانا یقینی ہے۔

کوئی اور ہوتا تو حضرت رافعؓ کے اس مشورے کو قبول کر کے قریبی

راہ سے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیتا۔ لیکن حضرت خالدؓ کسی مشکل سے گھبرانے

کی جگہ اس پر قابو پانے کی تجاویز سوچتے ہیں۔ آپ حکم دیتے ہیں کہ چالیس

اونٹوں کو اچھی طرح پانی پلا کر ان کے منہ باندھ دئے جائیں اور ہر مسلمان اپنی

ضرورت کے مطابق پانی ساتھ لے لے۔

آپ ہنزل پر دس اونٹ فوج کراتے ہیں اور ان کے سر پٹے نکلا ہوا

پانی ٹنڈا کر کے جانوروں کو پلواتے ہوئے موت کی اس واوی کو نہایت کیابی

کے ساتھ عبور کر لیتے ہیں۔ یہ غم اور تدبیر کا کتنا بڑا مظاہرہ ہے اس کا اندازہ

صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے عرب کے وسیع ریگستانوں میں پائیں

سبب ہلاک ہونے والے قافلوں کی ہڈیاں بکھری ہوئی دیکھی ہیں جو اس

حقیقت سے آشنا ہیں کہ بڑے سے بڑا بہادر بھی کسی ایسے راستے پر قدم بھر

کی جرات نہیں کر سکتا جس میں پانچ دن تک پانی ملنے کا امکان نہ ہو۔

ان تمام باتوں کے علاوہ حضرت خالدؓ کی زندگی میں عرب کے زیاد

قابل لحاظ چیز ہے۔ وہ یہ کہ ان کے ہمراہی صحرا کے عرب کے غیر تربیت یافتہ

سختی بھرا نواسے جو وہ انہوں نے کبھی کسی فوجی کلچر میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہ

کی تھی۔ پھر مقابلہ کس کے ساتھ؟ اقبیسروم اور شہنشاہ ایران کے آسن پوش منظم

لشکروں کے ساتھ جن کے وسائل اور سامان حرب کا کوئی اندازہ بھی قائم کرنا مشکل

وہی اور وہ تہذیبیں ان کی پشت پر تھیں اور اپنے سالاروں کو برابر کا

بھیجتی رہتی تھیں۔ اوہ مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کے پاس تلوار ہے تو

نبام نذار دینے سے تو ڈھال نہیں اور گھوڑا ہے تو زین سے محروم۔

اپنے وطن سے منزلوں دور۔ پرانے ملک میں اگر ایسے بے شمار

لشکر کارویوں اور ایوانوں کے عظیم الشان لشکروں کو شکست دینا محض

سے کم نہیں حضرت خالدؓ نے عراق اور شام میں جتنی بھی لڑائیاں لڑیں

تمام میں کوئی ایک جہنگ ایسی نہیں جس میں مسلمانوں کی تعداد دشمن کی تعداد

کے نصف کے برابر ہو لیکن وہ ہر سر کے میں مظفر و منصور رہے ہر لڑائی

بیشک کو نیچا دکھایا۔

یہ ایسی باتیں ہیں جو کسی بھی قوم کے ہیرو اور دنیا کے کسی بھی جرنیل

کی زندگی میں نہیں ملتیں۔ انسانیت کی پوری تاریخ میں صرف حضرت خالد  
 بن ولید ہی ایک ایسے جنرل ہیں جنہوں نے سامانِ حرب کی کثرت اور  
 لڑائی و دشمن سے تئیں کی تئیں بڑی لڑائیاں، حسن تدبیر اور شجاعت کے  
 لیے پورے فتح کیں اور لکیر کا فقیر بن کر دوسروں کے بنائے ہوئے قاعدوں  
 اور طریقوں کے مطابق لیساطہ جنگ سجانے کی بجائے ایک مجاہد اور مخترع  
 کی شان سے جنگ کے نئے قاعدے اور نئے اسلوب وضع کئے اکثر لڑائیوں  
 کے ذکر میں یہ بات ملے گی۔ کہ انہوں نے صرف صفوں کی ترتیب بدل کر  
 دشمن کو خوفزدہ کر دیا۔ اکثر مواقع پر انہوں نے اپنے لشکر کو چند قدم پیچھے ہٹا  
 کر فتح حاصل کی۔ بعض اوقات عام فوجی اصولوں کے خلاف بالکل معمولی  
 طاقت کے ساتھ دشمن کی بڑی بڑی جماعتوں پر ٹوٹ پڑے کبھی بجلی کی سی  
 تیزی کے ساتھ مقتول و زینوں کی راہوں میں ملے کر کے دشمن کی تفرق اور  
 اندازے کے بالکل خلاف اسے نزنوں آگے جا لیا بغرض موقع اور ضرورت  
 کے مطابق انہوں نے اپنے لیے نئے قاعدے بنا لئے اور اس بات کی  
 کبھی پروا نہیں کی کہ دنیا کے باہر ہیں جنگ نے ایسے مواقع کیلئے کیا تدابیر تیار ہیں  
 پھر یہ بھی نہیں کہ اس مشہور مقولے کے مطابق "جنگ اور محبت  
 میں سب کچھ جائز ہے" انہوں نے ہر حال کی اور سرکاری کو چارے سمجھا ہر صلح  
 اور جنگ دونوں صورتوں میں باہمی معاہدوں اور وعدوں کا جس قدر لحاظ  
 حضرت خالد کرتے تھے شاید ہی کسی اور قوم کے ہیرو نے کیا ہو۔  
 اپنے عہد کا پاس پاکبازی، فرض شناسی، بالغ نظری، موقع شناسی

اپنی جان کے مقابلے میں اپنے دشمن سے محبت، ناقابل شکست اعتماد اور منتظر  
 شجاعت یہ تمام خوبیاں حضرت خالدؓ کے کردار میں بدرجہ اتم نظر آتی ہیں  
 انہوں نے اپنے مقصد کے مقابلے میں اپنی زندگی کو کبھی عزیز نہیں رکھا  
 دو کھربوں کی طرح قلب شکر میں محفوظ مقام پر رہ کر احکام صادر کرنے  
 کی بجائے وہ ہمیشہ پہلی صف میں رہ کر دشمن سے دست بردست جنگ کرتے  
 تھے۔ انہیں اسلام کی صداقت اور اپنی مہم کی کامیابی کا اسی طرح یقین تھا  
 جس طرح دو کھربوں سورج نکلنے کا۔ وہ قبل از وقت دشمن کی جنگی پوزیشن  
 کو سمجھنے میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ انہیں اپنے سپاہیوں کی جان اور  
 عزت کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ ان کی زیادہ سے زیادہ کوشش ہوتی تھی  
 کہ کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ لڑائی میں فتح ہو۔ بے غرضی اور ادنیٰ کام  
 کے ساتھ وفاداری کا یہ عالم تھا کہ اپنی معزولی کی خبر سن کر ان کے پیرو پر  
 تک نہیں آیا۔ اور نہ ان کی جدوجہد اور جنگی مساعی میں فرق آیا۔  
 یہی وہ خوبیاں ہیں۔ جن کی وجہ سے کج ایک مخالف کو بھی کہنا پڑتا  
 ہے۔ کہ "خالدؓ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل تھا۔"



14-6526

# خالد بن ولید

سید امیر احمد بن اے ایل ایل بی

پبلشرز

قومی کتب خانہ - پورے و ڈی لاہور